محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سماع فیضانِ حق ہے
(کشف المحجوب)
حقیقتِ سماع
تصنیف و تالیف پیر طریقت رہبر شریعت
صوفی ڈاکٹر عبدالغفار علی شاہ صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقیقتِ سماع

تصنیف و تالیف پیر طریقت رہبر شریعت اعلیٰحضرت
صوفی ڈاکٹر عبدالغفار علی شاہ صاحب

ترتیب و نظرثانی
صوفی جمیل احمد شاہ صاحب و صوفی محمد خالد صاحب

ملنے کا پتہ

۱۔ آستانہ عالیہ قادریہ چشتیہ یعقوبیہ ڈی ۷۶/۳ ملیر کالونی کراچی

۲۔ آستانہ عالیہ قادریہ چشتیہ یعقوبیہ مدینہ کالونی، متصل جامع مسجد مدنی ملیر توسیع کالونی دکھو کھرا پار، کراچی

نام کتاب ــــــــ حقیقت سماع
مصنف ــــــــ صوفی ڈاکٹر عبدالغفار علی شاہ
ترجمہ و ترتیب صوفی جمیل احمد شاہ صاحب، صوفی محمد خالد صاحب
مطبع الائیڈ پرنٹنگ کارپوریشن گاڑی کھاتہ حیدرآباد
ایڈیشن ــــــــ پہلا
تعداد ــــــــ ایک ہزار
قیمت ــــــــ ۱۵۰ روپے

ملنے کا پتہ
آستانہ عالیہ قادریہ چشتیہ ابوالعلائیہ یعقوبیہ ڈی ۳/۷۶
ملیر ٹنکی - کراچی
دوسرا پتہ
متصل جامع مسجد مدنی، مدینہ کالونی ملیر توسیع کالونی کراچی

انتساب

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ اس نے مجھے رسالتمآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا اور ہدایت و رہنمائی کے لئے مرشد حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب ملے اور ان کی توجہ خصوصی سے سرکارؐ نے کرم فرمایا کہ اس کتاب کی تصنیف و تالیف اور مرتب کرنے کی مجھے سعادت نصیب ہوئی اس کتاب کا اصل موضوع محفل سماع ہے لہٰذا محفل سماع کی اہمیت و افادیت اور حقیقت اور اس کے جائز ہونے کا ثبوت جو بزرگانِ دین کی کتابوں سے دستیاب ہوا ہے، اس کے اندر جمع کر دیا ہے تاکہ اہلِ ذوق حضرات پڑھ کر کتاب کی اہمیت و افادیت کا خود ہی اندازہ کر لیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں درود و سلام کے ساتھ یہ کتاب حقیقت سماع بطور ہدیہ و نذرانہ پیش خدمت کرتا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اس کا ثواب تمام صحابہ کرام بالخصوص خلفاء راشدین اہلبیت، تمام اولیاء کرام، تمام امت مسلمہ اور خاص کر میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب کے لئے۔

خاکپائے مرشد

صوفی ڈاکٹر عبدالغفار

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور کروڑوں درود وسلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر و آپ کی، آل واصحاب پر اور اللہ تعالےٰ نے کروڑوں رحمتیں و برکتیں آپکے اہلبیت واصحاب اور امت پر نازل فرمائے۔

جسکو اللہ ہدایت دیتا ہے وہی ہدایت پاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا جس قدر شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے کہ اس نے انسان بنایا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔ اور ہدایت کے لئے پیر طریقت رہبر شریعت سلطان اولیاء حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب رح قادری، چشتی، نقشبندی، ابوالعلائی، جہانگیری حسنی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی توفیق عطا فرمائی۔ انکی دعاؤں اور کرم نوازی کے صلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی کی توفیق اللہ تعالےٰ نے نصیب فرمائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالےٰ کی اطاعت ہے

آجکل ہر شخص کو دینی معلومات اسقدر زیادہ ہیں کہ اگر آپ ان سے گفتگو کریں تو بحث برائے بحث کرتے رہیں گے۔ جب ان سے یہ سوال ہوتا ہے کہ جب آپ کو اس قدر معلومات ہیں، تو رسول اللہ کی پیروی کرنے میں کیوں

گریزاں ہیں۔ تو خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی بات ماننے
کو تیار نہیں ہوتے۔ ان حالات کے پیش نظر ضرورت محسوس
کی گئی کہ اہل ذوق اور تلاش حقیقت والوں کے لئے جو کچھ
معلومات ہیں اسکو تحریری طور پر پیش کیا جائے۔
تاکہ متلاشیان حقیقت کی رہنمائی ہو سکے۔ اور حقیقت پسندوں
کو عمل کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔
اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جیسا حدیث
شریف میں ہے کہ جو اچھی بات اپنے لئے پسند کرتے ہو
وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی پسند کرو۔
جس طرح کتاب "طریقہ ایصال ثواب" و کتاب "طریقہ عرفان
الہی" کو جن لوگوں نے حقیقت پسندی کے ساتھ پڑھا
اور پڑھنے کے بعد سب نے بیحد پسند فرمایا اور اکثریت
نے یہ فیصلہ کیا کہ دورِ حاضر میں یہ اپنی نوعیت کی بہترین
کتابیں ہیں۔ کسی بھی کتاب کی افادیت و اہمیت کا
اندازہ اس کے مطالعہ کے بعد ہوتا ہے۔ اسی لئے
حقیقت پسند حضرات کی خدمت میں کتاب
"حقیقت سماع" پیش خدمت ہے۔ اس کتاب
میں اس بات کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے
کہ جن بزرگوں نے سماع کے متعلق جو بھی اپنی اپنی تصانیف
میں حوالے دیئے ہیں ان کے اقتباسات اور حوالجات اس
کتاب میں درج کر دیئے ہیں۔ تاکہ پڑھنے والوں پر سماع
کی حقیقت و فضیلت پوری طرح روز روشن کی طرح
عیاں ہو جائے۔ شریعت اسلامیہ اور دستور عالم

میں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جب دو معتبر اور ثقہ گواہ کسی بات کی شہادت دیں تو اس شہادت کو مان لینا پڑتا ہے اور اگر گورنمنٹ کے گزیٹڈ آفیسر (افسر اعلیٰ) کسی بات کی تصدیق کر دیں تو وہ بات لازمی طور پر مان لی جاتی ہے۔
اسی لئے سماع کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے، لیکر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین نیز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اکابرین اولیاء کرام مشائخ عظام اور علماء کرام اور موجودہ دور تک کے بزرگوں نے جو کچھ اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے وہ شہادتیں اس کتاب میں درج کر رہے ہیں۔
چنانچہ اب کسی بھی حقیقت پسند، منصف مزاج اور سلیم الطبع شخص کو محفل سماع کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔
اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ کرام سے کوئی بڑا بزرگ نہیں۔ اور امت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابرین اولیاء کرام اور علماء کرام کوئی بھی محفل سماع بلا مزامیر کے ساتھ مخالف نہیں، اسکے ثبوت کے لئے محدثین کی رائے اور کتابوں کے حوالے درج کر دیئے ہیں چند متاخرین نے جو سماع کے انکار پر دلائل پیش کیے ہیں۔ انکو محدثین اور بزرگوں نے صحیح اور درست نہیں مانا۔
ان حوالوں کو پڑھکر آپ خود فیصلہ فرمائیں۔
عملوں کا دار و مدار نیت پر ہے۔ میں نے اس کتاب کو امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھلائی کے لئے مرتب کیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری سنتیں جاری ہیں تو یہ سنت بھی مشائخ عظام کے یہاں جاری ہے اور

جنکو معلومات نہیں انکو اس کی معلومات ہو جائے اور
جنکو معلومات ہے وہ اس کو اور عمدہ اور احسن طریقے
پر جاری رکھیں اور عمل کریں۔
بزرگوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ "سماع نعمت الٰہی ہے"
اور حکم اللہ ہے کہ میری نعمتوں کا ذکر کیا کرو۔ میری نعمتوں کا
شکر ادا کیا کرو۔ میری نعمتوں کے ملنے پر خوشی منایا کرو۔
جس طرح حکم ہے کہ میرا ذکر کیا کرو۔ اگر ذکر تنہائی میں کرو
گے تو اللہ تعالےٰ آپ کا ذکر تنہائی میں کرے گا۔ اور اگر آپ
اللہ تعالےٰ کا ذکر لوگوں یعنی مجمع میں کریں گے تو اللہ تعالیٰ
آپ کا ذکر فرشتوں میں کرے گا۔
جب کسی کے یہاں شادی ہوتی ہے یا بچہ پیدا ہوتا ہے
یا کوئی حکومت کا افسر اعلیٰ ہو جاتا ہے۔ تو گھر کے سب
لوگ خوشی مناتے ہیں، کوئی روتا نہیں۔ جب فٹ بال
کرکٹ، کشتی میں جیت ہو جاتی ہے تو جیتنے والے خوشی
مناتے ہیں۔ جب الیکشن میں کامیاب ہوتے ہیں
تو خوشی مناتے ہیں۔
اسی طرح جب مرید کو (طالب مولا کو) مرشد کامل یعنی
رہبر کامل مل جائے اور انکی تربیت سے حضورؐ کی سنت
کا پابند ہو جاتا ہے تو حضورؐ راضی ہو جاتے ہیں۔ ذکر کی
تربیت و برکت سے اللہ کی معرفت نصیب ہوئی تو
ان نعمتوں سے بڑھکر کونسی نعمت ہے۔ اسی لئے
محفل سماع میں ان ہی نعمتوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور شکر
ادا کیا جاتا ہے۔ اگر اب بھی سمجھ میں نہیں آتا تو کسی کامل

بزرگ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر محفل سماع انکی نگرانی میں سنو حقیقت سے آشنا ہو جاؤ گے۔
محفل سماع عام لوگ بھی سنتے ہیں اور خاص لوگ بھی سنتے ہیں۔ عام لوگ سن کر گھر چلے جاتے ہیں لیکن جو محبت سے سنتا ہے اس کے دل میں اللہ اور اسکے رسولؐ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کسی اللہ والے سے بیعت ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اللہ والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔
اور اللہ تعالےٰ اسکو اپنی ہدایت و معرفت سے نواز دیتا ہے اور عرفان و معرفت کی نعمت عظمیٰ اسکو بھی نصیب ہو جاتی ہے۔ یہ سب طلب صادق اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔
اس کتاب میں پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اولیاء کرام کی شان و عظمت کے بعد سماع اور غنا کا فرق پھر محفل سماع کی وضاحت سلسلے وار درج ہے۔
اس کتاب کی تکمیل سے بعد اس پر نظر ثانی میں جن حضرات نے تعاون فرمایا ہے اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انکو نصیب فرمائے اور دونوں جہان میں درجات کو بلند و بالا فرمائے۔ بالخصوص صوفی جمیل احمد صاحب یعقوبی نے اس کتاب کی تکمیل میں جس خلوص اور محبت سے تعاون فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس نیک مقصد کا صلہ عطا فرمائے اور دونوں جہان میں درجات کو بلند و بالا فرمائے۔ آمین۔

طالب دعا خاکپائے مرشد
صوفی ڈاکٹر عبدالغفار شاہ

مورخہ ۱۸ شوال بروز دوشنبہ ۱۴۱۰ھ ۱۴ مئی ۱۹۹۰ء

حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز

پیر طریقت و رہبر شریعت، خواجہ خواجگان سلطان الاولیاء و العارفین و العاشقین قطب زماں غوث دوراں۔ وارث علوم النبیین۔ فانی فی الذات سبحانی اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب آپ کی جائے پیدائش قصبہ آنولہ ضلع بانس بریلی یوپی ہندوستان ہے۔ آپ کے والد بزرگوار وہاں کے رئیس تھے۔ آپ کو بچپن ہی سے دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی لگاؤ بہت زیادہ تھا۔ اس دینی رجحان کی بدولت آپ کے دل میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت کا شدید جذبہ پیدا ہوا اور جستجوئے معرفت الٰہی پیدا ہوئی۔ قرآن کی آیت:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

ترجمہ:۔ جو لوگ ہماری طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ان کی یقیناً رہنمائی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں کرم نوازی فرمائی کہ آپ کو حضرت خواجۂ خواجگان

پیر طریقت رہبر شریعت اعلیٰ حضرت

خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز؛

قادری - چشتی - نقشبندی - ابوالعلائی - جہانگیری، سہروردی، حسنی

سلطان الاولیاء و سلطان العارفین والعاشقین قطب زمان، غوث دوران جناب عالی مرتبت خواجہ محمد حسن شاہ صاحب قادری چشتی نقشبندی ابوالعلائی، جہانگیری کے دست حق پر بعیت کی توفیق عطا ہوئی۔

جس طرح جوہری کے پاس جواہرات تو بہت ہوتے ہیں۔ لیکن ان جواہرات میں کوئی کوئی نمایاں ہوتا ہے۔ فضل الٰہی اور تربیت و توجہ مرشد سے گلستانِ خواجہ محمد حسن شاہ صاحب میں حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب اپنی مثال آپ ہیں۔ جو سب اہل طریقت پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

مرشد نے جب آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا تو آپ نے مختلف مقامات کے علاوہ بمبئی میں خصوصیت سے سلسلے کا کام شروع کیا۔ تقسیم ہند کے بعد آپ کو مرشد نے حکم دیا کہ پاکستان جاکر دین کا کام شروع کریں۔ حکم مرشد کی فوراً تعمیل کی۔ ہندوستان سے پاکستان آئے۔ سکھر میں کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ "بکرا پیڑی" کراچی میں سکونت پذیر ہوتے۔

یہاں سے سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ

ابو العلائیہ، جہانگیریہ کو بہت فروغ ہوا۔ اس طرح پاک و ہند میں لاکھوں تشنگانِ معرفت نے آپکی تعلیم و تربیت سے استفادہ حاصل کیا اور ابھی تک آپکے علم و عمل کی روشنی سے لوگ برابر فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اور آپ کے مرید کثیر تعداد میں ہیں۔ آپ کے خلفاء مریدوں نیز عقیدت مندوں سے آپ کی عظمت و بزرگی کا پتہ چلتا ہے۔ کہ جو کبھی ان کی صحبت بافیض میں تھوڑے عرصہ بھی رہا وہ عبادت الٰہی اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند ہو گیا۔ آپ کسی کو بھی اپنا جیسا سنّت کا لباس پہننے کو اور داڑھی رکھنے کو نہیں کہتے تھے۔ لیکن آپ کی صحبت کی یہ تاثیر تھی کہ قلب خود بخود محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہو جاتا تھا اور مرید آپ ہی آپ محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے سنّت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند ہو جاتا تھا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ" اللہ کا ذکر خوب کرو اور اس قدر زیادہ کرو کہ اللہ کی محبت غالب آجائے۔ پھر جو بھی ذاکر کی صحبت میں بیٹھے گا۔ وہ صحبت کی وجہ سے خود بخود سنّت نبوی کا پابند ہو کر۔ اللہ کی عبادت و ریاضت میں مصروف ہوگا اور اللہ کا قرب و عرفان کی جانب متوجہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور اپنے ذاکر بندے کو اپنا مقبول و محبوب بنا لیتا ہے اس کے لیے

سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت شرطِ اوّل ہے۔

اگر انکی یعنی پیرو مرشد کی خوبیاں بیان کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ جو واقعہ درج کیا جا رہا ہے اس سے آپ ان کی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پابندی کا اندازہ لگائیں جس دور میں پاکستان کے صدر محمد ایوب خان تھے، صوبہ سندھ مقام "سن" میں پاکستان کے مشائخ کی کانفرنس ہوئی، جس میں تمام مشائخ پاکستان کو مدعو کیا گیا تاکہ سلاسل اولیاء اللہ کے سلسلے میں تبادلہ خیال کیا جائے جتنے بھی مشائخ اس بلاوے میں شامل ہوئے تھے ان سب میں حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ ممتاز و نمایاں تھے۔ کانفرنس میں آتے ہوئے بزرگ آپکی سنّت نبوی کی پابندی دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ پیرومرشد اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ محمد حسن شاہ صاحب کا عرس مبارک کرتے تھے۔ اس میں خلفاء اور مریدوں کا کثیر اجتماع اس بات کی شہادت ہے کہ آپ کی صحبت سے اتنے لوگ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند ہو گئے اور دیکھنے والے کے منہ سے بیساختہ "سبحان اللہ" نکل جاتا تھا۔

آپکے پیرو مرشد کا جو سالانہ عرس مبارک ہوتا تھا اس میں

مریدوں کی کثرت اور دیگر مشائخ عظام اس کثرت سے جمع ہوتے تھے کہ یہ روح پرور منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ عوام الناس بھی کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے۔

آپ کی یہ بہت بڑی خوبی یا کرامت کہیئے جو اظہر من الشمس ہے یعنی سورج کی طرح روشن ہے کہ خلیفہ ہو یا مرید۔ مرید نیا ہو یا پرانا، جس سے بھی ملاقات کریں وہ بتلائے گا کہ حضرت پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب سب سے زیادہ مجھ کو چاہتے تھے۔ چہرے پر سنجیدگی و متانت کے ساتھ ساتھ قدرتی طور پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ مسکرانے والے ہیں نیز مسکراہٹ کے ساتھ ساتھ سرور و کیف کا عالم بہت زیادہ رہتا تھا۔

آپ نے اس دنیائے فانی سے بروز جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب، بوقت ۱۱ بجے شب ۱۱ ذی الحجہ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۷۴ء کو پردہ فرمایا۔ آپ کا مزار اقدس ملیر ہالٹ رفاع عام سوسائٹی حسن مجتبےٰ ٹاؤن کراچی میں ہے

خاکپائے مرشد

عبدالغفار
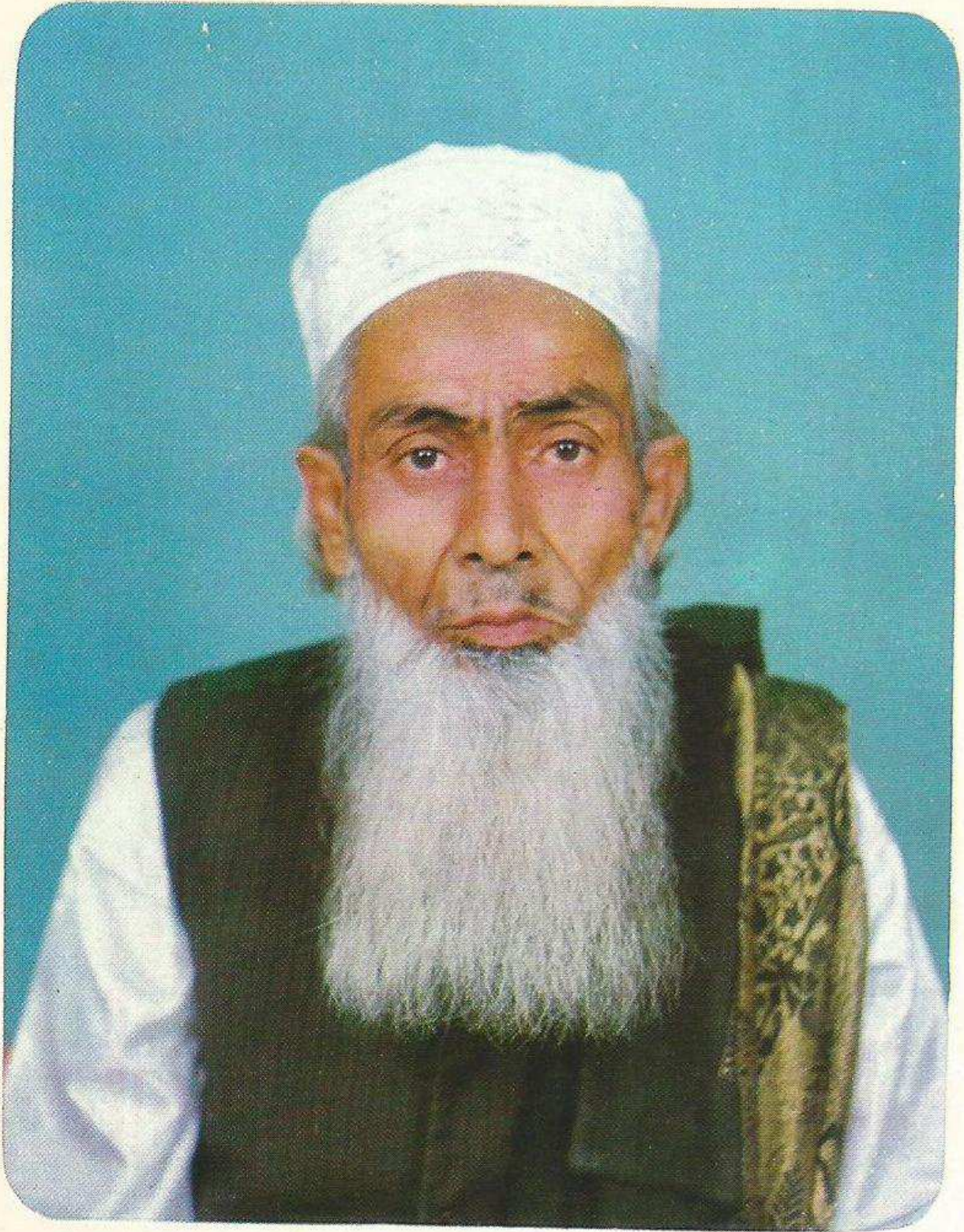
پیرِ طریقت رہبرِ شریعت اعلیٰ حضرت خواجہ **یعقوب علی** شاہ صاحب قدس سرہ العزیز
کے مقررکردہ مسند نشین صاحبِ اجازت خلیفہ

صوفی ڈاکٹر عبد الغفار شاہ صاحب

قادری۔ چشتی۔ نقشبندی۔ ابوالعلائی۔ جہانگیری۔ سہروردیہ۔ حسنی۔ یعقوبی

تعارف

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت سلطان العارفین قبلہ خواجہ عبدالغفار علی شاہ صاحب مدظلۂ العالی ضلع الٰہ آباد تحصیل سراتھو، ڈاکخانہ کرڑا، مقام اسمٰعیل پور میں آپ پیدا ہوئے۔ آپ قبلہ سلطان العارفین و العاشقین، وارثِ علوم النبیین، فانی فی ذات سبحانی اعلیحضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز قادری چشتی۔ نقشبندی۔ ابوالعلائی۔ جہانگیری۔ حسنی کے خلیفہ مجاز اور مقرر کردہ مسند نشین ہیں۔ آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ خداداد ذہانت اور عظیم روحانی استعداد کی بدولت آپ نے علوم طریقت و شریعت پر عمل کر کے بلند و بالا روحانی مدارج طے کئے اور شیخ کامل اور اکمل کے رتبہ پر پہنچ کر ہدایتِ خلق میں مشغول ہو گئے۔ آپ ۱۹۶۳ء سے رشد و ہدایت کی خدمت پر مامور ہیں۔ آپ کے ۱۴ خلفاء اجازت یافتہ ہیں اور پاکستان کے مختلف علاقوں میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور برصغیر پاک و ہند میں ہزاروں مریدین اور معتقدین آپ کے نورانی فیض سے فیضیاب ہیں اور راہ سلوک میں علوم و معرفت کی پیاس بجھا رہے ہیں۔ آپ کی

تصانیف میں "طریقہ عرفانِ الٰہی" "طریقہ ایصالِ ثواب" "قوالی کی افادیت اور اہمیت" اور زیرِ نظر کتاب "حقیقتِ سماع" ہے جو کہ محفلِ سماع پر دورِ حاضر کی جامع تصنیف ہے۔ جسکی افادیت اور اہمیت کا اندازہ اسکے مطالعہ کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے۔

اس سے بیشتر آپکی تصنیف "طریقہ عرفانِ الٰہی" بہت زیادہ مقبول ہوئی اب تک اس کے ۲ دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اب بھی اس کی مانگ ہے۔ اس کے علاوہ آپکی مختلف دینی مسائل پر تصانیف ابھی زیرِ طبع ہیں انشاءاللہ بہت جلد منظرِ عام پر آئیں گی۔

جن خلفاء حضرات کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ۱۹۹۲ء تک کے ہیں ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔ نمبر ایک تا ۹ جنکا تعلق کراچی سے ہے

(۱) جناب صوفی زین العابدین (۲) جناب صوفی محمد یونس

(۳) جناب صوفی محمد طاہر (۴) جناب صوفی خلیل احمد

(۵) جناب صوفی شوکت (۶) جناب صوفی عبد المعید۔

(۷) جناب صوفی محمد خلیل (۸) جناب صوفی محمد صادق

(۹) جناب صوفی محمد خورشید (۱۰) جناب صوفی محمد خالد (حیدرآباد)

(۱۱) جناب صوفی ظفر اقبال (ساہیوال) (۱۲) جناب صوفی محمد حسین (گجرات)

(۱۳) جناب صوفی میاں محمد (گجرات) (۱۴) جناب صوفی امجد شمریز (راولپنڈی)

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے مرشد دامت برکاتہم العالیہ کا فیض ہمیشہ جاری رکھے آمین۔ فقط

خواجہ عبد الغفار علی شاہ صاحب مدظلہ العالی کے خلیفہ مجاز

صوفی محمد خالد غفاری ۲۷ نومبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ

مثنوی مولانا رومؒ

یک زمانے صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیا را ہست قدرت از الٰہ
تیرِ جستہ باز گرداند ز راہ

فیضِ حق اندر کمالِ اولیاءٔ
نورِ حق اندر جمالِ اولیاء

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضور اولیاءٔ

چوں شوی دُور از حضور اولیاءٔ
در حقیقت گشتہ دور از خدا

پیر کامل صورتِ ظلِّ الٰہ
یعنی دید پیر دید کبریا

ہر کہ پیر و ذاتِ حق را یک نہ دید
نے مرید و نے مرید و نے مرید

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

حمد

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از ماہ تا بماہی سب ہے ظہور تیرا

اسرارِ احمدی سے آگاہ ہو سو جانے
تو نورِ ہر شرر ہے ہر سنگ طور تیرا

ہر آنکھ تک رہی ہے تیرے ہی منہ کو پیارے
ہر کان میں ہوں پاتا معمور شور تیرا

جب جی میں یہ سمائی جو کچھ کہ ہے سو تو ہے
پھر دل سے دور کب ہو قرب و حضور تیرا

بھاتا نہیں ہے واعظ جز دیدِ حق مجھے کچھ
تجھ کو رہے مبارک حور و قصور تیرا

وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگارِ کثرت
گر سرِ معرفت کو پاوے شعور تیرا

گر حرف بے نیازی سر زد نیاز سے ہو
پتلے میں خاک کے ہے پیارے غرور تیرا

نعت

نسیما جانبِ بطحا گزر کن
ز احوالم محمدؐ را خبر کن

توئی سلطانِ عالم یا محمدؐ
ز روئے لطف سوئے من نظر کن

ببر ایں جانِ مشتاقم در انجا
فدائے روضۂ خیر البشرؐ کن

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگر کن

نعت

سرکار پہ ہونے کو ہیں قرباں ہزاروں — پھرتے ہیں ہتھیلی پہ لئے جان ہزاروں

اٹھے تو نقاب رخ لیلائے مدینہ — ہوتے ہیں ابھی چاک گریباں ہزاروں

خاک دل وحشی ہے کہ دنیائے جنوں ہے — ہر ذرے میں پنہاں ہیں بیابان ہزاروں

کیا پوچھتے ہو کثرت گریہ کی کہانی — آئے ہیں شب ہجر میں طوفان ہزاروں

للّٰہ نہ ہٹاؤ رخ پرنور سے گیسو — کھو بیٹھینگے ایمان مسلمان ہزاروں

لذت طلبی ختم جگر کی نہیں جاتی — خالی ہوئے جاتے ہیں نمکدان ہزاروں

بے پردہ تری پردہ نشیں دید ہے منظور — پھرتے ہیں کئے چاک گریبان ہزاروں

ہاں ہاں اسی در کا مرے ملنے نشاں ہے — کرتے ہیں جہاں سجدے مسلمان ہزاروں

قسمت سے حسرت کوئی نکلی بھی تو بیدم
پیدا ہوئے دل میں وہیں ارمان ہزاروں

پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد یعقوب شاہ صاحب کے دعائیہ کلمات

مسلمانانِ عالم کی بگڑی بنادے لے میرے پروردگار
شیوخ اعظم غوث معین و ابوالعلی کے واسطے

حضرت شرف الدین بو علی قلندر نالۂ ہجر و فراق یوں بلند کرتے ہیں ؎

اگر بینم شبے ناگاہ من آں سلطان خوباں را
سر اندر پائے وے آرم فدا سازم دل و جاں را
زنم در بتکدہ بنشینم بہ پیش بت کنم سجدہ
اگر یابم خریدارے فروشم دین و ایماں را
بگرد کعبہ کے گردم چو روئے یار من کعبہ
شوم طواف میخانہ ببوسم پائے مستاں را
دلم پیچاں، سرم پیچاں تنم پیچاں
شرف چوں مارمے پیچد چو بیند زلف پیچاں را

حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کا نعرۂ عشق ملاحظہ ہو ؎

نمے دانم کہ آخر چوں دم دیدار مے رقصم
مگر نازم باین ذوقے کہ پیش یار می رقصم
خوشا رندی کہ پامالش کنم صد پارسائی را
زہے تقویٰ کہ من با جبہ و دستار می رقصم
بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہ جاں بازاں
بصد سامان رسوائی سر بازار می رقصم
تو آں قاتل کہ از بہر تماشا خون من ریزی
من آں بسمل کہ زیر خنجر خونخوار می رقصم
منم عثمان ہارونی کہ یار شیخ منصورم
ملامت مے کند خلقے و من بردار می رقصم

منقبت

خواجۂ من قبلۂ من دین من ایمان من

من با قربانت شوم اے یوسف کنعان من

اے شہنشاہِ ولایت خواجہ ہند الولی

یک نگاہِ گاہِ گاہِ از طفیل پنجتن

من با دامانِ معین الدین حسن دست زدن

مرشدِ من ہادئ من خضرِ من مولائے من

فیض یابم بارگاہِ خواجۂ عثمان ولی

شاہ معین الدّین چشتی خواجۂ ابنِ حسن

سجدہ گاہے عاشقانست آستانے پاک تو

گفت محبوبِ الٰہی خواجۂ پاکپتن

غزل

اے دل کہیں نجائیو زنہار دیکھنا
اپنے ہی بیچ یار کا دیدار دیکھنا

خوبان اس جہاں کا تماشا جو تو کرے
آئینہ وار طلعتِ دلدار دیکھنا

نیرنگیوں سے یار کی حیراں نہ ہوجیو
ہر رنگ میں اُسی کو نمودار دیکھنا

اے دل قمارِ عشق میں ٹک کھیلیو سنبھل
بازی نہ بجو ہار مرے یار دیکھنا

گر نقد جاں طلب کرے وہ شوخ دلربا
انکار واں نہ کیجیو زنہار دیکھنا

ہر گز تو دانہ کیجیو اس غم کی اے نیاز
سب راحتوں سے غم کو مزہ دار دیکھنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغاز

اللہ تعالےٰ کے لئے ساری تعریفیں ہیں بیشمار درود وسلام
نور مجسم رحمت اللعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور
آپ کی آل واصحاب اجمعین پر اور جنکی رسالت پر سارے
انبیاء کرام عالم روحانیت میں ایمان لائے اور انکی اطاعت کا
وعدہ اللہ سے کیا۔ جسکا اللہ خود شاہد ہے اور حضرت آدم علیہ
السلام سے دنیاوی نظام کی ابتدا شروع ہوئی اور اسکی تکمیل
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ نے فرمائی۔ اسلئے معراج میں بھی
جب سب انبیاء کرام تشریف لائے تو نماز میں امامت
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمائی۔
اسلئے آپکی علو مرتبت، فضیلت، عظمت کے اسقدر بلند
وبالا مقام ہیں جو انسانی عقل سے بالاتر ہیں۔ آپکی ہی اطاعت
وپیروی اور محبت اللہ کی اطاعت وپیروی اور محبت کا
ذریعہ ہے۔

دنیا کے مذاہب

دنیا میں جتنے بھی مذاہب
کے لوگ ہیں سب اسی کی عبادت کرتے ہیں جس نے
انکی تخلیق کی اور وہ اپنے بنائے ہوئے ہادی ورہبر کے طریقے
پر چلتے ہیں اور ان ہادی ورہبر کو بھیجنے والے نے ہر قوم پر ہر
ملک اور ہر زبان کے لئے کوئی نہ کوئی رہبر وہادی بھیجا ہے۔
وہ سب اپنے وقتوں میں اپنی اپنی قوم میں آئے ہیں اور

سب نے درس توحید دیا کہ اللہ ایک ہے اور اسکی عبادت کی جائے اس خالق کائنات نے بندوں کی بھلائی و ہدایت کے لئے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام بھیجے اور حکم دیا میرے نبی کی اطاعت کرو نبی کی اطاعت میری اطاعت ہے یہ طریقہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور جتنے بھی نبی آئے وہ اپنے اپنے وقتوں کے لئے اپنی اپنی قوموں کے لئے اور اپنے اپنے دور کے لئے آئے اور جیسا کہ سب نبیوں کے حالات زندگی واضح طور پر دینی کتابوں میں موجود ہیں اسلئے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں اور جس خالق کائنات نے سب نبیوں کو بندوں کی ہدایت کے لئے بھیجا اس خالق کائنات نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بھیجا۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

سرکار دو عالمؐ کا ذکر یہاں سے شروع کیا جا رہا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام جس کام کیلئے الگ الگ قوموں میں مختلف ملکوں میں بھیجے تھے اسی خالقِ کائنات نے تمام مذاہب دین اور شریعتوں کو منسوخ کر دیا اور دین اسلام کو پسند فرمایا۔
اور پوری کائنات کو حکم دیا کہ اگر مجھ کو چاہتے ہو تو میرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہو جب تک انکو نہیں چاہو گے تمہارا کوئی بھی عمل میرے نزدیک قابل قبول نہیں ہوگا اسلئے جسکو چاہنے کا میرا حکم ہے اسکو چاہو اگر چہ میرے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چاہتے تو

میری محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔
اس ضمن میں قرآن شریف کی آیات درج ذیل ہیں۔

قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا ۙ

ترجمہ:۔ اے محبوب آپ فرمائیں میں ساری کائنات کا رسول ہوں۔ (پارہ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۵۸)

رحمۃ للعالمین۔ دوسری آیت

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○

ترجمہ:۔ اے محبوب ہم نے آپکو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (پارہ ۱۷ سورہ الانبیاء آیت ۱۰۷)
آیت نمبر ا مندرجہ بالا آیت سے بات بالکل صاف اور واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارے جہانوں کا نبی بنا کر بھیجا ہے اور کرم بالائے کرم یہ بھی کیا کہ آپکو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ اب کوئی اللہ کی رحمت چاہتا ہے تو وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کرے یہی اللہ کا حکم ہے۔ کہ میرے حکم سے میرے رسولؐ کی اطاعت کی جائے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے رسول اسلئے بھیجے ہیں کہ ہمارے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ پارہ ۵ سورہ النساء آیت ۶۴)

اللہ کا احسان عظیم

اور رسول بھی ایسا ارفع و اعلیٰ بھیجا کہ پوری ملت اسلامیہ کے مسلمانوں پر اللہ نے احسانِ عظیم کیا جیسا کہ آیت میں واضح کر دیا کہ ہم نے اپنا رسول بھیج کر مسلمانوں پر احسان کیا۔

آیت :۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ

ترجمہ :۔ بے شک اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کیا ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انکو قرآن کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔ (پارہ ۴ سورۃ آلِ عمران آیت ۱۶۴)

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں پر اپنا پیارا رسول ؐ بھیج کر احسان کیا یہ مخاطبت مسلمانوں سے مخصوص ہے بلکہ پورے عالم انسانیت سے خطاب ہے کہ میں نے تمہاری تخلیق کی اور اشرف المخلوقات بنایا ہر قسم کے علوم سے نوازا عقل و شعور عطا کیا لہٰذا اپنے خالق پیدا کرنے والے کی عبادت کرو جیسا کہ میرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے بتلا دیا۔ اسلئے شرط اول ہے کہ اگر جو مجھ کو کوئی بھی کائنات میں چاہتا ہے مجھ سے [illegible]ت کرتا ہے تو میرے حکم کے مطابق میرے محبوب رسول ؐ سے محبت کرے ان کی پیروی کرے

اپنی جان و مال عزت و آبرو سب سے زیادہ چاہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو جس طرح شیطان نافرمانی کر کے نافرمان ہوا اسی طرح میرے حکم کو نہ ماننے والے بھی میرے نافرمان ہیں۔ اسی ضمن میں یہ آیت درج کی جارہی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

ترجمہ :- اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم مجھ کو دوست رکھتے ہو تو میرے محبوب کے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور وہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پارہ ۳ سورہ ال عمران آیت ۳۱)

بیعت اگر اللہ کے ولی یعنی دوست بننا چاہتے ہو تو اللہ کی محبت کرنے کا طریقہ جو اللہ نے بتلایا ہے اس پر عمل کرنا ہوگا۔ اللہ سے محبت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت شرط اول ہے اور آپکی محبت حاصل کرنے کے لئے کسی مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنا لازمی ہے بغیر بیعت کے کسی کے اندر عشق حقیقی پیدا نہیں ہوتا اور اللہ کے قرب کا راستہ نہیں ملتا۔ اور پھر اسکو انکا شیخ جو طریقہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بتائے اس پر عمل کرے اور اس پر عمل کرنے سے وہ اللہ کے محبوب بندوں میں

شامل ہو جاتا ہے۔ اور جب اللہ سے وہ بہت محبت کرتا ہے تو اللہ اسکی محبت کو جانتا ہے۔ تو پھر اسکو وہ ولایت کے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اسکی تفصیل اگلے صفحات میں درج ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ولایت کی منزل پر فائز ہونے کے لئے کسی مرشد کامل سے بیعت ہونا شرط اول ہے۔ بغیر بیعت کے کوئی ولی نہیں ہوتا۔ جبکہ قرآن شریف کی آیت سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اگر کوئی اللہ کو چاہتا ہے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اسکو اپنی محبت کی صداقت کے لئے اور اس کو سچ ثابت کرنے کے لئے کسی مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنی ہوگی ورنہ اسکا دعویٰ جھوٹا ہے۔ یوں تو مسلمان سب ہی ہیں خواہ بیعت کرے یا نہ کرے جس طرح سونا پرکھنے کے لئے کسوٹی ہوتی ہے اسی طرح اللہ سے محبت ہے تو کسی اللہ والے کامل مرشد کی تلاش کریں اور یہ بھی دیکھیں کہ وہ حضورؐ کی سنت کا پابند ہے یا نہیں جس قدر حضورؐ کی محبت ہوگی اسی قدر وہ حضورؐ کی سنت کا پابند ہوگا۔ اب تلاش کے بعد جب کامل مرشد مل جائے تو بیعت کرلے۔ اور بیعت کرتے وقت یہ نیت کرے کہ اللہ تیری محبت اور رضا کے لئے بیعت ہوتا ہوں تاکہ انکی تعلیم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں پیدا ہو جائے اور سرکار دو عالمؐ کی محبت ہی اللہ کی محبت ہے۔

ولایت

شیخ سے بیعت ہونے کے بعد شیخ کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کروگے اور اللہ کے رسول ﷺ کو چاہو گے تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ اور اللہ جس سے محبت کرتا ہے اسکی تفصیل حدیث قدسی میں آپ خود پڑھ لیں۔

حدیث شریف

اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے پسند ہو اور میں نے اس پر فرض کی ہیں۔ بلکہ میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اسکی سماعت بن جاتا ہوں جسکے ساتھ وہ سنتا ہے اور اسکی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اسکا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پیر بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور عطا فرماتا ہوں۔ اگر وہ میری پناہ پکڑے تو میں ضرور اسکو پناہ دیتا ہوں۔

(حوالہ بخاری شریف جلد سوئم کتاب الرقاق حدیث ۱۴۲۲)

جب مرید اپنے شیخ کے بتائے ہوئے طریقے پر عبادت شروع کرتا ہے تو نوافل اور صحبتِ شیخ کے ذریعے اسکو یہ مقام

حاصل ہو جاتا ہے جس کا ذکر حدیث شریف مندرجہ بالا میں ہے۔ پھر جس کی سماعت و بصارت اللہ بنے اس کے اعلیٰ و ارفع مقام کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے سخت تاکید فرمائی کہ میرے رسولؐ اور ان کے اہل بیعت اور صحابہ کرام کا مقام تو بہت بلند و بالا ہے جس کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حدیث شریف اگر میرے کسی ولی سے کوئی دشمنی رکھے تو میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ بحوالہ بخاری شریف جلد سوم (کتاب الرقاق) اسلئے اللہ کے رسولؐ، اہلبیت، خلفاء راشدین صحابہ کرام اور اولیاء کرام کو برا نہیں کہنا چاہیئے۔

صوفیاء سے مراد مقربین الٰہی ہیں یہ بات نہیں بھولنا چاہیئے کہ جو بلند احوال و حالات عظیم ہم اس کتاب (عوارف المعارف) میں صوفیاء کی طرف منسوب کریں گے وہ احوال مقربین کے ہوں گے۔ دراصل صوفی کا دوسرا نام مقرب ہے۔
(حوالہ کتاب عوارف المعارف باب اوّل)

ولی اللہ کعبۃ اللہ سے افضل ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک روز کعبۃ اللہ کے قریب سے گزرے اور اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے کعبہ بے شک اللہ تعالیٰ کے یہاں تو بہت عظمت والا ہے لیکن اللہ کے یہاں مومن کامل

تجھ سے زیادہ قدرو منزلت رکھتا ہے ۔
(حوالہ تفسیر روح البیان پارہ ۲۲ صفحہ ۲۲۴)

قرآن مجید میں اولیاء اللہ کی عظمت

آیت :۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۚ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ؕ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ؕ

ترجمہ:۔ سنو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم اور جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے رہے انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں ۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے ۔
(حوالہ پارہ ۱۱ سورہ یونس ۔ آیت ۶۲ ، ۶۳ ، ۶۴)

تمام نبیوں میں فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ آپ نے شب معراج سارے انبیاء کی امامت فرمائی اور ساری امتوں میں حضور نبی کریم ؐ کی امت افضل ہے ۔
حضورؐ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ آتے رہیں گے اور یہ سلسلہ تا

قیامت جاری وساری رہے گا۔ حضورؐ کی امت کی افضلیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اللہ تعالےٰ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ مجھے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرما۔ جس سے اس امت کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ پھر حضورؐ کی امت کی ولایت کا مقام تو بہت ارفع واعلیٰ ہے۔ اور آپ اس (حدیث شریف) کو پڑھکر اولیاء کرام کی شان کے خلاف کوئی نازیبا الفاظ ادا نہ کریں۔

ولی اللہ کی شان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ اگر مخلوق کو میرے اولیاء کاملین کی شان معلوم ہو جاتے جو میں نے انہیں مجلی قدس اور دارِ کرامت میں بخشی ہے تو لوگ انکے قدم چومتے بلکہ قدموں کی خاک ہو جاتے۔ اور آرزو کرتے کہ اولیائے کرام انہیں اپنے قدموں کی خاک بنائیں مجھے اپنے عزت وجلال اور بزرگی کی قسم میں اپنا چہرہ انہیں دکھاؤں گا۔ یعنی انہیں بلاحجاب زیارت کا شرف بخشوں گا۔ اور ان کا دل خوش کر دونگا۔ وہ جس کے لئے شفاعت چاہیں گے میں انہیں عام اجازت دونگا اگرچہ وہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو۔ مجھے اپنی عزت کی قسم اولیاء سے زیادہ اور کوئی مجھے عزیز نہیں۔ مجھے اپنے جلال کی قسم ان سے بزرگ تر میرے نزدیک اور کوئی نہیں ہے میں نے جہنم ان کے دشمنوں کے لئے بنائی ہے اور انکے اعداء کو جہنم میں بھر دونگا۔

(حوالہ تفسیر روح البیان پارہ ۲۲ صفحہ ۲۲۴)

اس کتاب میں محفل سماع کے متعلق جو حوالے دیئے گئے ہیں

وہ قرآن و حدیث اولیاء کاملین، اکابرین کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ اسی لئے محفل سماع کے آغاز سے قبل آیات قرانی سے سرکار نبی کریمؐ نے جو سماع سنا ہے اسکی عظمت اور فضیلت صحابہ کرام اور اولیاء کرام نے جو بیان فرمائی انکا ذکر موقع محل کی نوعیت سے مختلف جگہوں پر کیا گیا ہے چونکہ کتاب میں مختلف موضوعات ہیں جن کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ خود حقیقت و صداقت کو جان لیں گے بلکہ ہر قلب سلیم اور ذی شعور انسان تسلیم بھی کر لیں گے۔

مثال:۔ دنیا کا کوئی کام بغیر شاگردی استادی کے نہیں ہوتا۔ اور دنیا میں جتنے لوگ ہیں کوئی کسی کام میں ماہر ہے اور مختلف ہنر میں عبور رکھتا ہے اسی طرح اگر آپ کو عالم بننا ہے تو کسی دارالعلوم میں داخلہ لینا ہوگا اور وہاں سے سند ملے گی تو وہ قابلِ قبول ہوگی۔ سند کے بغیر عالم تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ڈاکٹری پڑھنا ہے تو کسی میڈیکل کالج میں داخلہ لینا ہوگا۔ وکالت پڑھنی ہے تو کسی لاء کالج میں داخلہ لینا پڑے گا۔ جس طرح کہ وکیل ڈاکٹری کا کام نہیں کر سکتا عالم انجینئر کا کام نہیں کر سکتا۔ غرض کہ ہر آدمی اپنے کام کا ماہر ہوتا ہے۔ اسی طرح **محفل سماع** کا مسئلہ ہے جو لوگ کسی بزرگ سے بیعت ہیں وہ بزرگ خواہ کسی بھی سلسلے سے تعلق رکھتے ہوں اگر انہیں اپنے شیخ کی پوری پوری صحبت حاصل رہی ہے اور شیخ کی صحبت میں رہ کر محفل سماع کی گہرائیوں سے نیز اسکے فیوض و برکات سے واقف ہیں وہ تو لذت سماع، حقیقت سماع سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ اور انکے نزدیک سماع ایک

حقیقت ہے۔ جو کسی کا مرید نہیں اور اسکو اپنے شیخ سے سماع کی پوری معلومات نہیں ہے تو ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ اہلِ سماع پر اعتراض نہ کریں اسوجہ سے کہ جس کام کے آپ اہل نہیں اس میں دخل دینا بہتر نہیں ہے۔

آوازِ قدسی

اللہ تعالٰے نے اپنے نور سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا اور انکے نور سے ساری کائنات کی تخلیق فرمائی۔ اسی لئے ہر دل میں اللہ کی محبت موجود ہے۔ جیسا کہ ظہورِ انسانی سے قبل عالم ارواح میں اللہ تعالٰے نے سب روحوں سے پوچھا "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں۔ جب آوازِ قدسی کی الست سب روحوں نے سنی۔ تو سننے کا اثر یہ ہوا کہ سب روحوں میں سرور و وجدانی کیفیت پیدا ہوئی۔ اور اسی سرور و وجدانی حالت میں سب روحوں نے "قَالُوْا بَلٰی" کا اقرار کر لیا یعنی بیشک تو ہمارا رب ہے۔ آوازِ قدسی کی خوش الحانی و دلکشی کا تو بہت بلند و بالا مقام ہے بعض انسانی آوازوں میں اس قدر خوش الحانی و دلکشی ہوتی ہے کہ دل اس آواز کی طرف خود بخود کھچنے لگتا ہے اور ذہن فوراً اس کے سننے کیطرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ چونکہ عالم ارواح میں نعمتِ الٰہی جو آوازِ قدسی سے پیدا ہوئی وہ سرور و وجدانی کیفیت ابھی تک روحوں میں موجود ہے اور یہ وجدانی کیفیت سب روحوں میں بقدرِ ظرف موجود ہونے کی وجہ سے یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی اچھی آواز میں کوئی کلام یا شعر پڑھتا ہے تو خود بخود اس کا اثر سننے والے کے ظرف کے مطابق اس پر

ہوتا ہے۔ اور منہ سے بیساختہ "سبحان اللہ" "الحمد للہ" یا کوئی اور مناسب و موزوں الفاظ ادا ہو جاتے ہیں۔
خاص کر جب قرآن شریف کی تلاوت کی جاتی ہے تو پڑھنے والا کسی بھی عمر کا ہو۔ اس پر کلام الٰہی کی آوازِ تلاوت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ دل میں ایک سرور و کیف پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ وجدانی کیفیت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور قرآن شریف پڑھنے والا خود بخود جنبش کرنے لگتا ہے اور پھر ہلنے لگتا ہے۔ اور یہ حالت و کیفیت ہر پڑھنے والے میں مختلف ہوتی ہے لیکن ہوتی ضرور ہے جسکا مشاہدہ کلام پاک کی تلاوت کرنے والا کرتا ہے۔ اور جب اسی کلام کا ترجمہ اشعار کی شکل میں "حمد یا نعت شریف" جو بھی خوش الحانی سے پڑھتا ہے تو پڑھنے والے کی آواز میں جسقدر خوش الحانی و دلکشی ہوگی اس کا اثر سننے والوں پر اسی قدر بقدر ظرف ہوگا اور پھر اپنی اپنی قلبی کیفیات و سرور اور وجدانی معاملات اور حالات کے تحت خود بخود اسمیں کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ اُسی عالم ارواح کی آواز قدسی کا اثر ہے۔
اسلئے اللہ تعالٰی کی تعریف میں یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں یا اولیاء اللہ کی تعریف میں جب کوئی کلام پڑھا جاتا ہے تو محبت کیوجہ سے اور آواز کی خوش الحانی کے سبب دل میں عجیب سرور پیدا ہوتا ہے اور قلب اس کیفیت کی وجہ سے جنبش کرتا ہے یہ منجانب اللہ ہوتا ہے اسی لئے اسکو وجد کہتے ہیں چونکہ اللہ تعالٰی کا نام "واجد" بھی ہے اور اسی نام کی صفت سے جو کیفیت

دل میں خود بخود اللہ تعالےٰ کی جانب سے پیدا ہوتی ہے اسکو وجد کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم اور مہربانی سے دل میں وجدانی کیفیت جب پیدا کر دیتا ہے تو وہ آدمی وجد کرنے لگتا ہے۔ اسی لئے جب محفل سماع میں کسی کو وجد ہوتا ہے تو وجد کرنے والے کے ساتھ سب محفل والے ادب کے طور پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آواز کی خوش الحانی ودلکشی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت عظیم ہے جسکو بھی چاہے عنایت فرما دے۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب زبور کی تلاوت فرماتے انسان توانسان انکی آواز کی خوش الحانی سے جانور، پرندے حتیٰ کہ پتھر بھی متاثر ہو جلتے تھے۔ انسانوں اور جانوروں، پرندوں کی کافی اموات ہو جاتی تھیں۔ آپ کی خوش الحانی سے لوہا نرم ہو جاتا تھا اور آپ اس لوہے سے زرہ بناتے تھے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہٗ کی آواز میں بھی خوش الحانی تھی۔ اور جب قرآن شریف کی تلاوت فرماتے تو بہت خوش الحانی سے۔ ایک دفعہ آپ قرآن شریف کی تلاوت گھر میں کر رہے تھے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر سن رہے تھے پھر آپؐ نے ان سے ملاقات کے دوران فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو حضرت داؤد علیہ السلام کی مزمار میں سے ایک مزمار عطا فرمایا ہے (یعنی لحن داؤدی)

حدی خواں۔ جب حدی خوانی کرتا ہے تو اونٹ وجد ومستی میں تیزی سے چلنے لگتا ہے اور جب تک حدی خواں حدی

خوانی کرتا رہتا ہے تو اونٹ وجد و مستی کی حالت میں برابر بھاگتا رہتا ہے۔ جنگل میں ایک پرندہ ققنس ہوتا ہے اسکی چونچ میں کافی سوراخ ہوتے ہیں اور وہ پرندہ خشک لکڑیاں چن چن کر ڈھیر کرتا ہے اور پھر اس پر بیٹھ کر اپنی آواز خوش الحانی سے نکالتا ہے اور اسکی چونچ میں جو سوراخ ہیں ان سے مختلف سروں کی آوازیں نکلتی ہیں اور ان سروں کیوجہ سے لکڑیوں میں آگ خود بخود پیدا ہو جاتی ہے اور لکڑیاں جلنے لگتی ہیں اور پرندہ اپنی خوش الحانی اور سروں کی وجہ سے اسقدر مست ہو جاتا ہے کہ اسی آگ میں جل جاتا ہے۔ جب بین بجتی ہے تو سانپ مست ہو کر جھومنے لگتا ہے۔
سارنگی کی آواز سے بعض اوقات شیشے کے برتن ٹوٹ جاتے ہیں اسلئے کہ بعض شیشے کے ذرات سارنگی کی آواز سے جنبش میں آجاتے ہیں۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ سب اہل مشاہدہ ان سے واقف ہیں۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔

چونکہ پوری کائنات میں اللہ کا نور ہے اور نور اوّل، ظہور اوّل یا تخلیق اوّل یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے سرکار دو عالم محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا چونکہ جب کچھ نہ تھا تو اسوقت اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہؐ کی ذات والا صفات کے علاوہ کوئی اور ظہور نہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور ہیں۔ اسلئے اللہ کو اپنے نور یعنی اپنے حبیب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت ہے۔ اور حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پوری کائنات بنائی اور
آپ ہی کے لئے سب کچھ بنایا۔ اور فرمایا کہ اگر آپؐ کو پیدا کرنا
مقصود نہ ہوتا تو اس کائنات کو ہی تخلیق نہ کرتا۔ اسی لئے
اپنے کلام میں فرمایا کہ جسکو مجھ سے محبت کرنی ہے وہ میرے
محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دل وجان سے بھی
زیادہ چاہے۔ جنہوں نے دل وجان سے بھی زیادہ محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز رکھا وہ اللہ کے چاہنے والے یعنی
اللہ کے محبوب بن گئے۔ آج بھی اور رہتی دنیا تک لوگ ان
اللہ کے محبوبوں سے محبت کریں گے۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کو
چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو چاہتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے
اللہ تعالیٰ اسکا ذکر کرتا ہے۔ اللہ کے ذکر سے بڑا درجہ اللہ تعالیٰ
کے فکر کا ہے۔ فکر اسی کی ہوتی ہے جسکو جس سے محبت ہوتی
ہے۔ جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے تو ہر وقت اسی کا
خیال رکھتا ہے حتیٰ کہ ہر وقت اسی کا خیال اس کے دل و
دماغ پر مسلط رہتا ہے اور جب محبت حد سے زیادہ ہو جاتی
ہے اور شدت اختیار کر لیتی ہے تو یہ عشق کہلاتا ہے۔ جب
کسی کو اللہ تعالیٰ کا عشق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ
عاشق کا کیا حال ہے لیکن دنیا والے بھی جانتے ہیں کہ عاشق
ہر وقت اپنے معشوق کی محبت میں دیوانہ رہتا ہے۔ محبت
ایک نعمت الٰہی ہے۔ اللہ کو اپنے رسولؐ سے اور رسول اللہؐ
کیوجہ سے اپنے بندوں سے بے پناہ محبت ہے اور رسول اللہؐ
کو اللہ تعالیٰ سے اور اپنی امت سے محبت ہے۔ والدین

کو اپنے بچوں سے ۔ چکور کو چاند سے ۔ پروانے کو شمع سے محبت ہوتی ہے ۔
غرضیکہ جس طرف دیکھئے ہر کسی کو کسی نہ کسی سے محبت ہے ۔ محبت اللہ کے لئے ہو یا دنیاوی مقاصد کے لئے ہو ۔ بحرحال عاشق اپنے معشوق کی تعریف کرتا ہے اور معشوق بھی اپنے عاشق کی تعریف کرتا ہے ۔ اور جب دل میں سرور و کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اسوقت اسکو جو بھی شعر یاد آجاتا ہے اپنی زبان سے ادا کرنا شروع کردیتا ہے یا بے ساختہ خود بخود جذباتِ محبت میں منہ سے محبت کے کلمات نکل جاتے ہیں اور یہ سب اہل محبت جانتے ہیں ۔ یہ فطری امر ہے اس پر کسی کو کوئی اختیار نہیں ۔
چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے بے پناہ محبت ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ ماں اپنے بچوں کو کسقدر چاہتی ہے اور ماں باپ سے کہیں زیادہ اللہ اپنے بندوں کو چاہتا ہے اسلئے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ بنی نوع انسان گمراہی و ضلالت کی تاریکیوں سے نکل کر اللہ بزرگ و برتر کی عبادت کریں اور اسکا قرب و عرفان حاصل کریں ۔
جب اللہ کا بندہ قرب و عرفان جیسی نعمت پالیتا ہے تو لازماً وہ خوش ہوکر اللہ کی مدح سرائی کریگا اور اسکی بھی تعریف و توصیف کرے گا جس کی تعلیم و تربیت سے یہ مقام حاصل ہوا ہے روزانہ کا مشاہدہ ہے دینی تعلیم میں جب کوئی بچہ کامیاب ہوتا ہے تو اسکو علماء کرام دستارِ فضیلت باندھتے ہیں

اس موقع پر اظہار مسرت کیا جاتا ہے۔ کوئی روتا نہیں۔
جب کوئی حافظ قرآن شریف حفظ کر لیتا ہے تو پڑھانے والا
استاد، گھر والے اور ملنے والے خوشی مناتے ہیں کوئی خوشی
کا موقع ہو اس میں اپنے اپنے طور طریق پر سب لوگ
خوشیاں مناتے ہیں جب وقت مسرت پر خوشی منائی
جاتی ہے دنیاوی مقاصد حاصل ہونے پر تو اس سے زیادہ
خوشیاں منانی چاہئیں دینی مقاصد حاصل ہونے پر۔
پھر جس کو اللہ کا قرب اللہ کا عرفان اور مقام ولایت حاصل ہو
جائے وہ سب سے زیادہ خوشی منانے کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ
خود فرماتا ہے کہ میری نعمتوں کا شکر کیا کرو اور انکا ذکر کیا کرو۔ ان تمام
نعمتوں سے افضل اللہ کا قرب، اللہ کا عرفان اور مقام ولایت
ہے۔ اسلئے زمانہ اولیٰ سے لیکر آجتک یوم مسرت پر لوگ
خوشیاں مناتے چلے آتے ہیں۔ اسلئے مسلمانوں میں بھی سرکار
دوعالم صلعم کے دور سے لیکر آجتک یوم مسرت اور وقت مسرت
خوشیاں مناتے ہیں جکی شہادت کی ضرورت نہیں۔
جیساکہ نزولِ قرآن رمضان شریف میں ہوا اور ابھی تک ہر سال
شب قدر مناتے ہیں ایک رات کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت
کے برابر ہے اور سال میں دو عیدین ہیں۔
اسی لئے مقام ولایت پر سب سے پہلے فائز ہونے والی
جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم کی ہے انکو مقام ولایت ملا
اور مقام ولایت میں بڑا درجہ صدیق اکبرؓ کا ہے تو امتِ سرکار
دوعالم صلعم میں سب سے پہلے صدیق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ ہوئے ہیں اسی لئے سارے صحابہ کرام رضا

اولیاء اللہ بھی ہیں اور صحابی رسول اللہ صلعم بھی ہیں ۔ ان پر حضورؐ کے صدقے میں اللہ کا کرم ہی کرم ہے ۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ امام الاولیاء ہیں حضورؐ کے صحابی ہیں اسلئے کوئی ولی اس دور کا صحابہ کرام کے پیروں کی خاک برابر بھی نہیں ۔ آج بھی قرونِ اولیٰ کے بزرگوں کا قرآن شریف اور حدیث شریف کا ترجمہ اشعار کی شکل میں حمد و نعت کے نام سے موجود ہے اور اسی کو جب نثر میں بیان کیا جاتا ہے تو تقریر و وعظ کہلاتا ہے جب اشعار کی شکل میں پڑھتے ہیں تو حمد و نعت کہا جاتا ہے اور جب ساز کے ساتھ پڑھتے ہیں تو محفل سماع کہلاتی ہے ۔ اللہؐ کا قول اور رسولؐ کا قول قرآن و حدیث ہے اور اسی قول سے قوالی کہلاتی ہے ۔ جب قرآن شریف و حدیث شریف کا ترجمہ کسی زبان میں پڑھنا منع نہیں ہے تو اشعار میں بھی پڑھنا منع نہیں ہے ۔ ولی کا فعل "محفل سماع" کیسے منع ہو سکتا ہے ۔ اس کا ذکر اس کتاب میں مختلف مقامات پر آئے گا

حضرت شیخ سرمدؒ غم عشق کو خوشی سے زیادہ پسند فرماتے ہیں ؎

سرمد غم عشق رابہ شادی نہ دہی ۔۔۔ درد اگرت رسد منادی نہ دہی

صد بار شود اگر مرادت حاصل ۔۔۔ زنہار زدست نامرادی نہ دہی

سرمدؒ ایک اور رباعی میں عشق و مستی کی یوں مدحت سرائی کرتے ہیں ؎

سرمد در دیں عجب شکستے کردی ۔۔۔ ایمان بفدائے چشم مستے کردی

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت ۔۔۔ رفتی و نثار بت پرستے کردی

سماع اور غنا

سماع اور غنا دو الگ الگ الفاظ ہیں۔ جس طرح دن اور رات ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ نفع تجارت و نفع سود دونوں الگ الگ ہیں۔ انسانوں میں مرد اور عورت دونوں الگ الگ ہیں۔ مردوں میں۔ باپ، بھائی، خالو، ماموں، استاد سب انسان ہیں مرد ہیں لیکن مدارج الگ الگ ہیں اسی طرح عورتیں ہیں۔ ماں، بہن، بیٹی، خالہ، ممانی، بیوی اور عورت غیر محرم میں فرق ہے اور درجات الگ الگ ہیں اسی طرح سماع اور غنا الگ الگ ہیں۔

عام طور سے اردو زبان میں ہر قسم کے گانے کو "گانا بجانا" کہتے ہیں مثلاً شادی بیاہ کا ہو یا بچہ کی پیدائش کا ہو، ختنہ کا ہو، یا کوئی اور خوشی کا موقع ہو سبھی کو گانے بجانے میں شمار کرتے ہیں حتیٰ کہ طوائف و زنخوں کے گانے بھی اسی میں شامل ہوتے ہیں مگر ہر اہل علم جانتا ہے کہ ہر گانے کی نوعیت الگ الگ ہے اور موقع بھی۔

تقسیم ہند سے قبل جب کسی مزار شریف پر عرس ہوتا تھا تو اسے عرس مبارک کہتے تھے۔ اور جب ہندوؤں کے مندر پر جو اجتماع ہوتا تھا اسکو میلہ کہتے تھے۔ اور اس بات کو سب جانتے ہیں لیکن بعض لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے بزرگوں کے عرس کو بھی میلہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو سمجھ

کی توفیق عطا فرمائے۔
اسی طرح بعض بزرگوں نے اپنی کتابوں میں جو غنا کی ممانعت کی ہے اس غنا کو ہے جو طوائف و مخنث رنگین وغیرہ گاتے بجاتے ہیں جس کے سننے سے خیالات فاسدہ پیدا ہوتے ہیں اور انسان کا ذہن و خیال برائی کی طرف جاتا ہے۔
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام ائمہ اربعہ نے اس غنا کی برائی بیان کی ہے جسکا ذکر اس کتاب میں مناسب مقامات پر آئیگا۔
سماع کو خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔ صحابہ کرام نے سنا۔ تابعین، تبع تابعین نے سنا۔ ائمہ اربعہ اور بزرگوں نے سنا۔ اس کا ذکر اس کتاب میں ترتیب وار درج کیا جا رہا ہے تاکہ اہل ذوق حضرات کی تشنگی دور ہو اور جن حضرات کو علم ہے انکی دوبارہ یاد دہانی ہو جائے۔ مندرجہ بالا مثالوں کے بعد اب سماع اور غنا کے متعلق تحریر کیا جا رہا ہے۔
سماع سننے والے اور سماع سے انکار کرنے والے دونوں اہل علم ہیں اور اپنے اپنے علم کی روشنی میں اسقدر دلائل پیش کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے عوام الناس سخت الجھن و پریشانی میں مبتلا ہیں کہ ان میں سے کون سا طبقہ ایسا ہے جسکی بات مانی جائے۔ اکثر آپ لوگوں کو ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔
جب کسی معاملہ میں کچھ الجھن و پریشانی ہو تو اسکا حل قرآن شریف حدیث شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام اکابرین اولیاء کرام کے علم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جو قرآن و حدیث صحابہ کرام اور اکابرین اولیا کرام نے سمجھا ہے اور اسکی وجہ سے

جو انکو یہ قربِ الٰہی کا بلند و بالا مقام حاصل ہوا ہے پوری ملت اسلامیہ مانتی ہے۔ اسلئے اس کتاب میں ان بزرگوں کی تصانیف کے حوالے اور اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں کہ آپ خود پڑھکر فیصلہ کریں کہ حقیقت کیا ہے۔ دراصل بعض کتابوں میں سماع اور غنا کو الگ الگ بیان نہیں کیا گیا بلکہ لفظ غنا ہی استعمال ہوا۔ لیکن بزرگوں نے اسکی وضاحت کردی ہے کہ جو غنا رضائے الٰہی کے لئے ہو وہ حلال و جائز ہے اور جو لہو و لعب کے لئے ہو وہ ناجائز و حرام ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جسکو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کردیا وہ حلال ہے اور جسکو آپ نے حرام کردیا وہ حرام ہے۔ اب نہ کوئی حلال کرسکتا ہے اور نہ حرام کرسکتا ہے۔

جس طرح دسترخوان پر انواع و اقسام کے کھانے موجود ہوں اور کھانے والے افراد بہت سے ہوں۔ اور کوئی کچھ پسند کرتا اور کوئی کچھ پسند کرتا ہے۔ لیکن کھانا حرام نہیں۔ اسی طرح "سماع" حرام نہیں ہے۔ جو چاہے سنے اور جو نہ چاہے نہ سنے یہ اپنی اپنی پسند اور طبیعت پر منحصر ہے۔ اسی طرح اچھی آواز، خوش الحانی، اچھے اشعار، اللہ کی حمد اور حضور کی نعت سے کسی کو کیسے انکار ہوسکتا ہے۔ البتہ کسی کو سننے کا ذوق زیادہ ہوتا ہے اور کسی کو کم ہوتا ہے۔

سماع میں اللہ کی تعریف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور آپؐ کے چاہنے والوں کی تعریف ہوتی ہے۔ جہاں اللہ کا ذکر ہو۔ اللہ کے رسولؐ کا ذکر ہو اور اللہ و رسولؐ کے چاہنے والوں کا ذکر ہو وہاں نزولِ رحمت ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف

کی اس آیت [illegible] سے واضح ہو جاتا ہے ۔

آیت :

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ : ۔ عزت اللہ کے لئے ، رسول ؐ کے لئے اور مومنین کیلئے ہے ۔
(حوالہ پارہ ۲۸ سورہ منافقون آیت ۸) جب عزت اللہ ، رسول ؐ
اور مومنین کے لئے ہے تو عزت والوں کا ذکر بھی عزت والا ہے ،
چاہے نثر میں کریں یا نظم میں کریں بہر حال ذکر ذکر ہے ۔
چونکہ اللہ اور اسکے رسول ؐ کی شان بہت بلند و بالا ہے ، جو اللہ
جانتا ہے اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں ۔
جو ہم لوگوں کو علم ہے اسکی روشنی میں جب ذکر ہوتا ہے تو اللہ
نزول رحمت فرماتا ہے ۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول ؐ کا جسقدر
زیادہ چاہنے والا ہوگا اسی قدر وہ اللہ اور اسکے رسول ؐ کا محبوب
ہوگا ۔ مومنین سے بڑا درجہ صدیقین یعنی اولیاء کرام کا ہے ۔
اسلئے محفل سماع میں جو ذکر ہوتا ہے وہ اشعار کی شکل
میں ہوتا ہے تاکہ ذکر میں خوب ذوق و شوق پیدا ہو چونکہ یہ ذکر
خالص نیت سے رضاء الٰہی کے لئے ہوتا ہے پھر ذکر اللہ ، ذکر
رسول ؐ اور ذکر اولیاء کرام سے بڑا اور اچھا کس کا ذکر ہے ۔
اسلئے جو جس زبان کو جانتا ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں
اشعار مرتب کر کے بہتر سے بہتر الفاظ میں خوش الحانی سے
اشعار کی ادائیگی کرتا ہے اور بعض وقت اسکو اور بہتر اور خوش
الحانی کو دوبالا کرنے کے لئے ساز کا سہارا لینا پڑتا ہے ۔ اور یہ
بات سب پر روشن ہے کہ ساز سے اشعار و آواز میں خوش
الحانی و دلکشی مزید بڑھ جاتی ہے ۔

چونکہ عملوں کا دارومدار نیت پر ہے اگر پڑھنے اور سننے والوں کی نیت میں کوئی فتور یا برائی نہیں ہے تو پھر اس پر اعتراض کیسا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر موجودہ دور تک جو سماع یا غنا رضائے الٰہی کے لئے سنتے ہیں کیا ان سب کو علمی صلاحیت نہیں کیا یہ لوگ قرآن و حدیث اور فقہ سے ناواقف ہیں ان سب کی نیت خراب تو نہیں۔ جو لوگ ان پر اعتراض کرتے ہیں کیا انہوں نے کبھی آئینہ کے سامنے جاکر یہ بھی دیکھا کہ جو محفل سماع سننے ہیں وہ سنت کے زیادہ پابند ہیں یا اعتراض کرنے والے۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آجتک، جو لوگ سنتے آئے ہیں ان کے اعمال اور نیتوں کو جانچنے کا کون سا آلہ ایجاد کیا ہے جس کے ذریعہ اکابرین امت کے اعمال اور نیتوں کو جانچتے ہیں۔ کیا سماع پر اعتراض کرنے والے ہی درست ہیں باقی سب غلط ہیں۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ خود کو صحیح سمجھنا اور اکابرین اولیاء کرام کو غلط تصور کرنا۔

جتنے بھی حوالے اس کتاب میں قرآن و حدیث اور بزرگان دین کی کتابوں سے دیئے ہیں۔ ذرا سنجیدگی اور قلب سلیم سے ذہن و دماغ کو حاضر کرکے مطالعہ فرمائیں اور پھر غور و فکر کرکے خود فیصلہ کریں کہ اللہ اور اسکے رسولؐ کے خلاف کوئی عمل کرکے کب فلاح پاسکتا ہے۔ بزرگی و ولایت تو بہت بڑی بات ہے۔ جن کتابوں کے حوالہ جات اقتباسات اس کتاب میں ہیں وہ سب اکابرین امت کے ہیں۔ اگر کسی نے ان کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا اور ان بزرگوں کے متعلق پوری معلومات

نہیں تو یہ اور بات ہے لیکن یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ حقیقت و صداقت کو چھوڑ کر خود کو اہل اور قابل سمجھنا اور بزرگوں کی تحریر و تصانیف کا انکار کرنا کونسی عقل مندی ہے۔ حقیقت و صداقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ پس جسکو اللہ توفیق دے یہ اسکا فضل و کرم ہے۔ اور وہی سمجھ سکتا ہے۔

بعض بزرگوں نے سماع کو سماع ہی لکھا ہے اور بعض بزرگوں نے لفظ غنا بھی استعمال کیا ہے لیکن انہوں نے پوری تشریح و وضاحت کر دی ہے۔ اور حتی الوسع سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے کہ جو کلام اللہ اور اللہ کے رسولؐ اور اللہ و رسولؐ کے چاہنے والوں کی شان میں ہو وہ جائز ہے۔ اور جو لہو و لعب کے لئے ہو وہ نا جائز ہے۔

دراصل زمانہ قدیم میں فاسقوں، شراب خوروں اور لہو و لعب و لغویات میں مشغول لوگوں کا جو کام تھا اسکی ممانعت آئی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بھیجا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ میں معازف یعنی آلات و مزامیر کو جو کھیل کود میں بجتے ہیں مٹاؤں اور شراب پینے اور زنا کرنے سے روکوں۔ (حوالہ کتاب مدارج النبوّت حصہ اول ساز و مزامیر وغیرہ حضرت عبدالحقؒ صاحب محدّث دھلویؒ)

اس حدیث شریف سے صاف واضح ہو گیا کہ جو باجہ کھیل کود اور شراب خانے میں بجائے جاتے ہیں وہ منع ہیں۔

لیکن محفل سماع کے باجے کو منع نہیں کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جسکو نہیں ماننا ہے وہ نہیں مانے گا اور سماع کا انکار کرے گا۔ لیکن جو لوگ معاملہ فہم ہیں حقیقت پسند ہیں وہ ماننے

سے گریز نہیں کریں گے یعنی ضرور بالضرور مانینگے۔
سماع اور غنا کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد اب ذکر سماع درج کیا جارہا ہے اور اسکے بعد غنا کا بیان ہوگا۔

سماع کے متعلق ضروری حوالہ جات

لحن سے حضرت داؤد علیہ السلام جب بھی نغمہ سرائی کرتے تھے اور اللہ نے انکی آواز میں اس قدر خوش الحانی د دلکشی پیدا کی کہ انکی آواز کی دلکشی سے پتھر اور لوہا جیسی سخت چیزیں بھی متاثر ہوجاتی تھیں۔ قدرت نے آپکو قدرتی مزامیر عطا فرمائے تھے اس کے باوجود آپ دنیاوی ساز استعمال کرتے تھے۔

زبور کے غنائی اشارات و حوالہ جات

۱۔ باب نمبر ۴ کا آغاز یوں ہے۔ میر مغنی کے لئے تار دار سازوں کے ساتھ۔ داؤد کا مزمور صا۔
۲۔ باب نمبر ۵ سے پہلے میر مغنی کے لئے بالنسلیوں کے ساتھ داؤد کا مزمور (بانسریوں)
۳۔ باب نمبر ۱۴۴ کی نویں آیت یوں ہے۔ اے خدا میں تیرے لئے نیا گیت گاؤں گا دس تار والی بربط پر۔ میں تیری مدح سرائی کرونگا۔

نتائج

۱۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس متعدد مغنی (گانے والے) موجود تھے اور کوئی ایک مغنی ان سب کا افسر تھا جو میر مغنی تھا۔
۲۔ عام طور پر بانسری اور عود (بربط) ستار۔ دف اور جانجھ

بطور ساز استعمال کیئے جاتے تھے۔
۳۔ صرف حضرت داؤد علیہ السّلام ہی نہیں بلکہ حضرت سلیمان علیہ السّلام اور انکے وزیر حضرت آصف بھی یہ گیت گاتے تھے۔

حرف آخر

اِن سب سے زیادہ دلچسپ وہ حکم یا نصیحت ہے جو حضرت داؤد علیہ السّلام یوں کرتے تھے۔
"نرسنگے کی آواز کے ساتھ اسکی حمد کرو۔ بربط اور ستار پر اسکی حمد کرو۔ دف بجاتے اور ناچتے ہوئے اسکی حمد کرو۔ تار دار ساز(و) اور بانسری کے ساتھ اس کی حمد کرو۔ بلند آواز جھانجھ کے ساتھ اسکی حمد کرو۔ زور سے جھنجھناتی آواز کے ساتھ اسکی حمد کرو۔
یہ آیات ۳ تا ۵ ہیں جو زبور کے آخری باب نمبر ۱۵ کی آیات ہیں۔ یہ بات بائیبل میں ہی نہیں ہے بلکہ اسکا ذکر شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی محدث حنفی بھی (جلد ۹ نمبر ۳۲۹) اور حافظ ابن مجدّد عسقلانی فتح الباری جلد ۹ صہ ۶۳ میں بھی فرماتے ہیں۔ حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ سیّدنا داؤدؑ کے پاس ایک باجا تھا جس پر وہ گایا کرتے تھے اور روتے بھی تھے اور رولاتے بھی تھے۔
اسی طرح امام شوکانی اپنے رسالہ سماع میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبد الرزاق نے اپنی مسند میں سندِ صحیح سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت لکھتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ اپنے باجے کو بجا بجا کر اس پر تلاوت زبور کرتے تھے۔
(حوالہ کتاب اسلام اور موسیقی)

جنّت میں بھی نغمے سنائے جائینگے

آیت

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝

ترجمہ:- تم اور تمہارے جوڑے جنت میں جاؤ جہاں تمہیں نغمے سنائے جائیں گے (حوالہ پارہ ۲۵ سورہ الزخرف ۴۳ آیت ۷۰)

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ۝

ترجمہ:- جو لوگ ایمان لائے اور اس کے مطابق عمل کیے وہ چمن میں نغمے سن رہے ہونگے۔ (حوالہ پارہ ۲۱ سورہ روم ۳۰ آیت ۱۵)

تحبرون اور یحبرون۔ الحبرہ سے ہے۔ اس کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ وہاں مسرور رہوں گے، مگن ہوں گے، خوش ہوں گے۔ ہمیں اس ترجمہ سے انکار کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ حبرہ کے یہ معنی ہیں۔ لیکن امام شریف مرتضیٰ حسین زبیدی تاج العروس ج ۳ ص ۱۱۸ میں اس کے ایک اور معنی لکھتے ہیں حبرہ (حا کے زبر سے) مراد بہشتی نغمہ ہے اور زجاج نے مندرجہ بالا آیات کی تفسیر یہی کی ہے اور کہا ہے کہ حبرہ لغت میں ہر اچھے گانے کو کہتے ہیں۔ زجاج بھی راغب اصفہانی کی طرح لغت اور نحو کے امام ہیں۔ اس لئے اگر راغب کا قول سند کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے تو زجاج کا یہ قول بھی اسی طرح بطور سند پیش کیا جا سکتا ہے

علاوہ ازیں شیخ عبد البنانی البنانی اپنے آخری مستند لغت البستان میں لکھتے ہیں۔ الحبرۃ۔ کل نغمۃ حسنت محسنۃ سماع الانغام فی الجنۃ۔ یعنی ہر عمدہ گانا اور خاص طور پر جنت میں گانوں کا سننا۔

کتاب التعرف لمذھب التصوف (مصنفہ امام ابوبکر بن ابی اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاآبادی) کی شرح فارسی میں ابو ابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ المتملی البخاری نے کی ہے جو مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھپی ہے اس کے چوتھے حصے کا آخری باب آداب سماع پر ہے اس میں لکھتے ہیں۔

چنانچہ در خبر آمدہ است کہ بعضے از مقدان گفتہ اندر در قول خدائے تعالیٰ کہ میگوئید۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ○

قیل یحبرون بالسماع۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کو چمن میں گانے سنائے جائیں گے۔

(حوالہ کتاب اسلام اور موسیقی عنوان قرآن میں ذکر موسیقی)

آیت:

فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ

ترجمہ:۔ باغ کی کیاری میں ان کی خاطر داری ہو گی۔ (الروم ۱۵)

مجاہد نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں اس سماع کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو اہل جنت بہشت کی خوبصورت حوروں، اور خوبرو دوشیزاؤں کے دلکش مترنم آوازوں میں سنیں گے وہ

گا رہی ہونگی جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ہم ہمیشہ زندہ رہنے والیاں ہیں۔ ہمیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ ہم سدا نرم و تازہ رہیں گی۔ ہم پر کبھی (بڑھاپے) سختی نہیں آئے گی۔ حوالہ کتاب اللمع باب ۶۹ مصنّف کا وصال ۳۷۱ھ میں ہوا) روایت ہے کہ بہشت میں بہشتیوں کو بھی سماع حاصل ہوگا۔ (کتاب کشف المحجوب باب نمبر ۲۴ فصل چار)

سرکار دو عالمؐ کی مدینہ منورہ آمد پر استقبال

جب اہل مدینہ کو آپؐ کی تشریف آوری کی خبر ملی تو ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا اور جوش محبت میں بچے و بوڑھے غرضیکہ ہر عمر کے لوگ آپ کے استقبال کے لیئے مدینہ سے باہر نکل آئے اور جب حضورؐ پُر نور پر نظر پڑی تو فرط مسرت و محبت میں آکر اپنی اپنی خوشیوں کا اظہار کرنے لگے۔ اکثر بیخود ہو گئے۔ کوئی وجد کر رہا تھا تو کوئی نعرہ لگا رہا تھا بالخصوص بچیاں فرط محبت و مسرت میں دف بجا بجا کر اشعار پڑھکر جھوم جھوم کر اپنی محبت و دلی کیفیات کا اظہار کر رہی تھیں۔ دیکھئے تفصیل صفحہ ۱۷۹ پر

سماع

حوالہ نمبر ۱ حدیث شریف: ایک صحیح حدیث یہاں بیان کی جاتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا "یا رسول اللہ" آپکو بشارت ہو کہ آپ کی امت کے درویش و فقیر امیروں کے اعتبار سے پانچ سو سال

پیشتر بہشت میں داخل ہوں گے۔ یہ خوش خبری سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے اور فرمایا کہ "یہاں کوئی ہے جو شعر سنائے" ایک بدوی نے کہا "ہاں" یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ھَاتَ ھَاتَ (آؤ آؤ) اس نے یہ شعر پڑھے۔

لَقَدْ لَسَعَتْ حَیَّةُ الْھَوٰی کَبِدٌ فَلَا طَبِیْبَ لَھَا وَلَا رَاقِیْ
اِلَّا الْحَبِیْبَ الَّذِیْ شَغَفْتُ بِہٖ فَعِنْدَہٗ اَفِیْتِیْ وَتِرْیَاقِیْ

ترجمہ: میرے کلیجے پر محبت کے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کے لیئے نہ کوئی طبیب ہے اور نہ جھاڑ پھونک والا۔ مگر ہاں وہ محبوب جو مہربانی فرمائے۔ اسی کے پاس اس کا منتر اور تریاق ہے۔

یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وجد فرمایا اور جتنے وہاں اصحاب موجود تھے سب وجد کرنے لگے۔ یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ردائے مبارک دوش مبارک سے گر پڑی جب آپؐ اس حال سے فارغ ہوئے تو معاویہؓ ابن سفیانؓ نے کہا "کتنی اچھی ہے آپکی یہ بازی یا رسول اللہ" آپؐ نے فرمایا مَہْ یَا مُعَاوِیَہ لَیْسَ بِکَرِیْمٍ مَنْ لَمْ یَھْتَزَّ عِنْدَ سَمَاعِ ذِکْرِ الْحَبِیْبِ۔ اے معاویہؓ وہ شخص کریم (سخی و بامروت) نہیں ہے جو دوست کا ذکر سنے اور جھوم نہ اٹھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ردائے مبارک کے چار سَو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم کر دیئے۔ (حوالہ کتاب مکتوبات صدی مکتوب ۹۳ عنوان سماع کے بیان میں مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ)

حوالہ نمبر ۲ مکتوب ۱۴۹

بجانب شیخ عبدالرحمن دام عرفانہٗ ذوق و شوق کے بیان میں

حق حق حق

بعد حمد و صلوٰۃ شیخ الاسلام برادر عبدالرحمن دام عرفانہٗ فی الذوق والشوق از فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل حنفی۔ جاننا چاہئے کہ جو شوق سبحانی ذوق ربانی جو بوقت سماع عارفین اور عاشقین کو حاصل ہوتا ہے اسکی بہت قدر کرنی چاہئے اور سعادت ابدی سمجھنا چاہیئے۔ عارفین کی مجالس سماع کی غرض و غایت یہی دولت اور یہی سعادت ہے جسے یہ دولت نصیب ہے اسے مبارک ہو۔ آپ کا خط ملا بے حد فرحت نصیب ہوئی۔ آپنے لکھا کہ ایک دن سرود سننے سے اسقدر اضطراب پیدا ہوا کہ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور گریہ تک نوبت پہنچ گئی دونوں ہاتھ منہ پر رکھکر روکنے کی کوشش کی لیکن تھوڑی دیر بعد حال کا اسقدر غلبہ ہوا کہ نعرہ لگا کر کھڑا ہو گیا اور دائیں بائیں دوڑتا رہا۔ اور دونوں ہاتھوں سے سر کو اسقدر پیٹا کہ بیخودی اور محویت طاری ہو گئی اور اسقدر لذت محسوس ہوئی کہ قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ سبحان اللہ کاملین کو سماع میں کیا اسرار و انوار ملتے ہونگے۔ جاننا چاہیئے کہ سماع میں ذوق و شوق حاصل ہو تو طالب کو چاہیئے کہ اس سے فائدہ اٹھائے۔ اور وجد و حرکت میں آجائے تاکہ ذوق و شوق میں اضافہ ہو۔ اگر کوشش کر کے اپنے کو اس ذوق و شوق سے باز رکھے تو حق تعالیٰ کے ذوق و شوق سے اپنے آپ کو محروم کرے گا۔
اس وقت اس حالت کو بند کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ یہ حرمان عظیم (بڑی بدنصیبی) ہے۔ طالبانِ حق سالہا سال خون

دل پلٹتے ہیں تب یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔ اسوقت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہیئے تاکہ یہ حال اسکو مکان سے لامکان کی طرف لے جائے۔ اور یہ جو مقولہ ہے کہ الصوفی ابن الوقت (یعنی صوفی ابن الوقت ہوتا ہے) اس کا مطلب یہی ہے کہ وقت یعنی حال سے فائدہ اٹھائے اور مطلوب حقیقی تک رسائی حاصل کرے۔ حدیث :- لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ (مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ وقت یعنی مقام حاصل ہے) یہی مراد ہے۔ سبحان اللہ اس ذوق وشوق ربانی سے کونسی دولت زیادہ افضل ہے کہ جس سے اپنے آپ کو محروم کیا جائے۔ اور اپنے ہاتھ سے اسے روکا جائے۔ مجالس سماع اور عاشقوں کے اجتماع کا مقصد یہی دولت اور یہی نعمت ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں ذوق وشوق پیدا ہو۔ لیکن طالب کو چاہیئے کہ مخلص اور صادق ہو۔ اور تکلف اور تصنع (بناوٹ) سے کام نہ لے۔ جب حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شعر سنا تو ذوق ربانی اور شوق سبحانی سے آپؐ پر وجد طاری ہو گیا (یعنی حال) اور چار سو اصحاب کے ساتھ اسقدر وجد کیا کہ چادر مبارک آپؐ کے دوش مبارک سے زمین پر گر پڑی اور عشق کی بنیاد قائم ہو گئی۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا لَیْسَ بِکَرِیْمٍ مَنْ لَّمْ یَھْتَزَّ عِنْدَ سَمَاعِ ذِکْرِ الْحَبِیْبِ (وہ کریم ہی نہیں جو حبیب کا ذکر سن کر وجد نہ کرے) یہ قصہ دنیا میں مشہور ہوا اور عاشقانِ الٰہی کے لئے مژدہ جان فزا ہوا۔ وہ شعر یہ تھے۔

لَقَدْ لَسَعَتْ حَیَّۃُ الْھَوٰی کَبِدْ فَلَا طَبِیْبَ لَھَا وَلَا رَاقِیْ
اِلَّا الْحَبِیْبُ الَّذِیْ قَدْ شَغَفْتُ بِہٖ فَعِنْدَہٗ رُقْیَتِیْ وَتِرْیَاقِیْ

ترجمہ:۔ میرے کلیجے پر محبت کے سانپ نے ڈس لیا۔ اسکے لئے نہ کوئی طبیب ہے اور نہ جھاڑ پھونک والا۔ مگر ہاں وہ محبوب جو مہربانی فرمائے۔ اسی کے پاس اس کا منتر و تریاق ہے (حوالہ کتاب مکتوبات قدوسیہ عنوان سماع کے متعلق۔ از حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)

(۳) **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع اور وجد** حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے جب جبرائیلؑ نے امت کے مساکین کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی تو آپؐ نے فرطِ مسرّت میں آکر گانے والے کو بلایا اس نے گانا سنایا جس سے آپ پر وجد طاری ہو گیا یہاں تک کہ آپ کے کندھے سے چادر مبارک گر گئی۔ آپؐ نے اس چادر کے ٹکڑے کئے اور حاضرین میں تقسیم کر دی۔ اس پر امیر معاویہؓ نے کہا **ما احسن لعبک یارسول اللہ** (یارسول اللہ آپ کا لہو ولعب کیا ہی اچھا تھا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ جو ذکر محبوب سن کر وجد و حرکت میں نہیں آتا وہ صاحب کرامت نہیں۔
(حوالہ کتاب مقابیس المجالس صہ ۱۴۳)

(۴) **رسول اللہ صلعم کا سماع اور وجد** اسی طرح جو حدیث اوپر درج ہے کتاب مقام گنج شکرؒ میں بھی درج ہے۔ اسلئے اسکو یہاں پر بیان نہیں کیا صرف حوالہ دیا گیا ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں حضرات ایسی

عظیم ہستی ہیں کہ جنکو سب مشائخ عظام اور علماء کرام جانتے ہیں
چنانچہ جس نے بھی مکتوبات صدی اور مکتوبات قدوسیہ کا مطالعہ
کیا ہے اسکو تو سب روز روشن کی طرح صاف عیاں ہو گیا ہو گا
اور جس نے ابھی تک مطالعہ نہیں کیا ان سے التماس ہے کہ ان
کا مطالعہ ضرور بالضرور فرمائیں اور اطمینان کرلیں۔ اسکے لئے دو حوالے
کافی تھے لیکن چار حوالے درج کر دیئے ہیں

جن کتابوں کے حوالے اس کتاب میں درج کئے جا رہے ہیں آخر میں
ان کتابوں کی فہرست کے ساتھ ان ناشرین اور ان بزرگوں کے نام
بھی درج کر دیئے جائیں گے تاکہ آپ خود بہ نفس نفیس ان کتابوں
کا مطالعہ فرمالیں۔ البتہ کتابیں ان ہی ناشروں کی خریدیں اور پڑھیں
جن کا حوالہ درج ہے۔

ضروری التماس

دینی علوم پر جو کتب پہلی
صدی ہجری میں لکھی گئیں ہیں

ان میں اسنادِ احادیث کے حوالہ جات کتب پر مبنی ہونے کی بجائے
بزرگوں کی شخصیات پر مبنی ہوا کرتے تھے۔ اور اس وقت
کے لوگوں کیلئے یہ تمام بزرگ شخصیات جانی پہچانی تھیں۔
کسی کو اس میں کوئی کلام نہ تھا۔ آج بھی نہیں ہے اور
آئندہ بھی نہ ہو گا۔

لیکن جب سے اختلافات شروع ہوئے اور خاص کر اس دورِ حاضر
میں نہ ماننے والے اسقدر تاویلیں پیش کرتے ہیں کہ یہ حدیث
بخاری یا مسلم یا احمد و ترمذی وغیرہ وغیرہ کی ہے۔

یہ بات سب اہل علم جانتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ
سنہ ۸۰ ھ میں پیدا ہوئے حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ سنہ ۸۳ ھ

میں پیدا ہوئے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ باقی محدثین ان بزرگوں کے بعد کے ہیں۔ تقریباً ہر بزرگ کو بیس سال جوان ہونے اور تعلیم و تربیت میں گذرے ہونگے اس طرح سو سال تک سب لوگ اولیاء کرام سے ہی استفادہ حاصل کرتے رہے ہیں اور ان سے ابھی تک استفادہ ہو رہا ہے۔ اسی لئے پوری ملت اسلامیہ میں اولیاء کرام و مشائخ عظام کی سب قدر و منزلت کرتے رہے ہیں اور ان کی تعلیم و تربیت سے فائدہ حاصل کرتے رہے جو قرآن و حدیث اپنے بزرگوں سے سنی اور ان سے پڑھی وہ امانت ساری ملت میں آجتک موجود ہے اور سب لوگ اِس پر عمل کر رہے ہیں ان سب کو آج بھی اسی طرح فائدہ ہو رہا ہے اور سو سال کی مدت میں بزرگوں کا سلسلہ مدینہ منورہ سے سورج کی طرح طلوع ہو کر تمام عالم میں پھیل گیا درحقیقت ان بزرگوں نے ہمارے لئے سرمایہ دین کے گرانمایہ ہائے آبدار گوہر جمع کر دیئے جنکی ہمیں دل و جان سے قدر کرنی چاہیئے۔ اور انکا انکار گمراہی ہے۔ اور اب ذکر سماع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک عربی ہے۔ اسلئے قرآن شریف بھی اللہ کے محبوب کی زبان میں نازل ہوا۔ اور صحابہ کرام رضؓ کی زبان بھی عربی تھی جسکی وجہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام الٰہی سنکر محفوظ ہوتے تھے

جس کا اثر ان کے قلب اور ذہن پر ہوتا تھا اور دل و دماغ اس سے متاثر ہو جاتے تھے۔ جسکی وجہ سے ان کے قلبوں پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ اللہ اور اللہؐ کے حبیبؐ کی محبت کی وجہ سے انکی آنکھوں سے آنسو نکل آتے تھے۔ اور جب خوشخبری کی بشارت ہوتی تو صحابہ کرام میں سرور و کیف پیدا ہو جاتا تھا۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی۔ کہ جب کوئی کلام کسی کی سمجھ میں آتا ہے تب ہی اس کلام کا اثر اس کے قلب و ذہن پر ہوتا ہے۔

اسی لئے کلام الٰہی اور حدیث شریف کا ترجمہ تقریباً دنیا کی ہر زبان میں موجود ہے۔ اور ہر ملک کے باشندے اپنی اپنی زبان میں اسکو سمجھ کر عمل کرتے ہیں۔

اسی طرح اللہ کے کلام اور حدیث شریف میں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے ان ملکوں کے شعراء کرام نے اپنی اپنی زبانوں میں اللہ و رسول کی تعریف کو اشعار کی شکل میں پیش کیا ہے۔ اور جس زبان کے اشعار ہوتے ہیں اس زبان کے جاننے والے اس سے محظوظ ہوتے ہیں اور سرور و کیف پاتے ہیں۔

جب بھی کوئی اچھی آواز میں خوش الحانی سے کوئی اشعار پڑھتا ہے اور سننے والے کی سمجھ میں جب وہ شعر آجاتا ہے تو اُسکی قلبی کیفیات کے مطابق اس کے قلب و ذہن پر اسکا اثر ضرور بالضرور ہوتا ہے۔ بارش جب ہوتی ہے تو آبادی، کھیتوں، جنگلوں، میدانوں، پہاڑوں، ندی، نالوں غرضیکہ ہر جگہ ہوتی ہے اور اس کا اثر ہر جگہ مختلف ہوتا ہے

بارش کا اثر جو آبادی پر ہوتا ہے وہ آبادی والے جانتے ہیں کھیتوں میں ہریالی آجاتی ہے جنگلوں میں درخت ہرے بھرے ہوجاتے ہیں۔ میدانوں میں گھاس اُگ آتی ہے پتھروں اور بنجر زمینوں میں کچھ نہیں اُگتا۔ قدرت نے بارش تو ہر جگہ کی اور ہر جگہ کے حالات کے تحت اثرات مرتب ہوئے اسی طرح سب قلبوں کا حال الگ الگ ہے۔ اشعار تو سب ہی سنتے ہیں۔ لیکن جس کے دل میں جتنی اللہ اور اسکے رسول کی محبت ہے ویسے ہی اس قلب و ذہن پر اثرات ہونگے۔

قرآن شریف کی آیات سے جواز سماع

آیات قرآن شریف سے بزرگوں نے جو جواز سماع بیان کیا ہے ان کے حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

(۱) وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔

ترجمہ:۔ اور جب وہ سنتے ہیں اسکو جو اتاری گئی ہے رسول پر تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

(حوالہ پارہ ۷ سورۂ مائدہ آیت ۸۳)

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ

ترجمہ۔ پس خوشخبری دو میرے بندوں کو جو سنتے ہیں باتوں کو اور ان میں سے اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔

(حوالہ پارہ ۲۳ سورہ الزمر آیت ۱۷/۱۸)

(مندرجہ بالا حوالہ کتاب آداب المریدین باب ۳۶ آداب سماع سے لیا ہے، مصنف حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی جنکا زمانہ ۴۹۰ھ تا ۵۶۳ھ ہے)

---
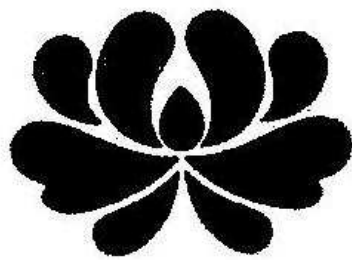
(۱) آیت: وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ

(پارہ ۷ - آیت ۸۳ سورہ مائدہ)

ترجمہ: اور جب وہ کلام جو رسول اللہ پر اتارا گیا، سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے تم آنسو بہتے دیکھو گے، کیونکہ ان کو حق بات معلوم ہوئی ہے۔

(۲) فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ

فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

ترجمہ:۔ اے رسول میرے ان بندوں کو خوشخبری پہنچا دیجیے جو بات کو سن کر اسکے بہترین کلام کی اتباع کرتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنکو اللہ تعالی نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ دانشمند ہیں۔ (حوالہ پارہ ۲۳ سورہ الزمر آیت ۱۷، ۱۸)
(حوالہ کتاب عوارف المعارف حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ باب بائیسواں ۲۲. سماع کی فضیلت و قبولیت۔ تصنیف ۵۶۰ھ)
(۳) کتاب مقابیس المجالس میں بھی ان ہی آیات سے جواز سماع بیان کیا گیا ہے جسکا عنوان ہے۔ "مزید جوازِ سماع قرآن کی روسے"
(۴) کتاب مقامِ گنج شکرؒ میں بھی ان ہی آیات سے جوازِ سماع بیان کیا گیا ہے۔ جسکا عنوان ہے۔ "آیات جواز سماع"۔
(۵) قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنے کے بارے میں بھی بہت احادیث وارد ہیں۔ بخاری، مسلم، احمد، ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالے کسی چیز کو اسطرح کان لگا کر نہیں سنتا جس طرح اس پیغمبر کے قرآن پڑھنے کو توجہ سے سنتا ہے۔ جو خوش الحانی سے اسکو باآواز بلند پڑھ رہا ہو۔ (حوالہ کتاب سرِّ دلبران ذکر سماع) اسلئے جب بندہ خوش الحانی سے اللہ کا کلام پڑھتا ہے تو نزول رحمت

ہوتا ہے جسکی وجہ سے قلب میں وجدانی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو کسی کے آنسو نکل آتے ہیں اور کوئی جھومتا ہے اور ہر ایک کی اپنی اپنی الگ الگ حالت وکیفیت ہوتی ہے۔ اور کوئی کھڑے ہو کر وجد کرنے لگتا ہے۔

اور قرآن وحدیث میں جو اللہ و رسول ﷺ کی تعریف ہے اسی کو اشعار کی شکل میں خوش الحانی سے پڑھتے ہیں چونکہ قرآن وحدیث کا ترجمہ اشعار کی شکل میں ہوتا ہے تو اس سے بھی نزول رحمت ہوتا ہے قلب و ذہن میں سرور وکیف پیدا ہو جاتا ہے کسی کے آنسو نکل آتے ہیں کوئی جھومتا ہے کوئی کھڑے ہو کر وجد کرتا ہے لیکن کسی کا قلب پتھر جیسا سخت اور بنجر زمین جیسا ہو تو اسکو کوئی سرور وکیفیت نہیں ہوتی جیسے سورج کی روشنی تمام پر پڑتی ہے کچے پھل خراب ہو جاتے ہیں۔ پختہ پھل لذیذ ہو جاتے ہیں۔ پھول نکھر کر خوشبودار ہو جاتے ہیں۔ بعض اشیاء ایسی ہیں کہ ان میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے ایسا ہی حال قلبوں و ذہنوں کا ہے جب کسی گھر میں موت واقع ہو جاتی ہے تو کوئی صدمہ سے بیہوش ہو جاتا ہے۔ کوئی دھاڑیں مار کر روتا ہے۔ کسی کے قلب پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کھیل ہوتے ہیں جو پارٹی کھیل جیت جاتی ہے کوئی ناچتا ہے۔ کوئی خوش ہو کر اچھلتا ہے۔ کوئی خاموش رہتا ہے۔ یہ سب روزانہ کا مشاہدہ ہے جسکو سب جانتے ہیں۔ اسی طرح جسکے دل میں محبت و مروت نہیں اسکو کبھی بھی وجدانی کیفیت نہیں ہو گی۔ جیسا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وجد کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کا یہ وجد بہت ہی عمدہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاویہ جو ذکر حبیب

یعنی دوست کا ذکر سنکر جھومتا نہیں وہ کریم یعنی بامروت نہیں۔
اب یہ فیصلہ ہے کہ جنکے دلوں میں سختی ہے انکو سرور و کیف اور وجد نہیں ہوگا۔ اس کی توفیق اللہ سے طلب کریں اور اپنے شیخ سے خوب محبت کریں اور ذکر کی کثرت کریں تاکہ قلب کی سختی دور ہو۔ اطاعت شیخ سے محبت اللہ و رسول ؐ کی پیدا ہوتی ہے اور کثرت ذکر سے اطمینانِ قلب پیدا ہوتا ہے۔

جوازِ سماع حدیث نبویؐ کی رو سے

قرآن عظیم کے بعد دوسری چیز جس پر ایمان کا دار و مدار ہے وہ حدیث نبویؐ ہے۔ احادیث میں کثرت سے سماع کی حلّت (یعنی جائز ہونے) کا ثبوت موجود ہے۔ نیز بعض احادیث میں اسکی مذمت بھی آئی ہے۔ لیکن محدثین کے نزدیک یہ احادیث غیر معتبر اور موضوع (یعنی جعلی) ہیں۔ اسکی تفصیل آئندہ اوراق میں آرہی ہے۔ اس وقت وہ احادیث نقل کی جاتی ہیں جو صحاح ستہ میں درج ہیں اور جن کے صحیح ہونے میں کسی کو کوئی اعتراز نہیں ہے۔

۱۔ حدیث۔ صحیح بخاری میں ربیع بنت معوذ بن اعفراء سے روایت ہے کہ جب میری شادی ہوئی تو آنحضرتؐ تشریف لائے اس وقت چند لڑکیاں دف بجاکر گارہی تھیں۔ جب ایک لڑکی نے یہ مصرعہ گایا۔
وَفِینَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِی غَدٍ۔ ہمارے درمیان ایک نبی ہے جو کل کی باتیں بتاتے ہیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا یہ مت کہو۔ جو تم پہلے گارہی تھیں وہی گاتی رہو۔

اب غور کا مقام ہے کہ اگر قرآن شریف کی آیت میں لہو الحدیث سے مراد ہر قسم کا گانا ہوتا تو آپؐ اس شادی کی مجلس میں گانا کیوں سنتے رہتے۔ نیز آپؐ کے دف کے ساتھ گانا سننے سے سماع بالمزامیر بھی جائز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دف بھی آلاتِ غنا میں سے ایک آلہ ہے۔ چنانچہ یہ حدیث سماع بالمزامیر کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔
۲۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک انصار کی شادی ہوئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ کوئی کھیل تماشا نہیں تھا۔ انصار لوگ کھیل تماشے سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیجئے اس حدیث میں کھیل تماشا بھی جائز ہوا۔
جس کی بعض علماء نے آیت لہو الحدیث کی رو سے غلط مذمت کی ہے۔ معلوم نہیں یہ لوگ کس وجہ سے شادی بیاہ کے موقع پر گانے بجانے کو برا کہتے ہیں جبکہ شادی کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیل تماشا کے طور پر گانا جائز رکھا۔ تو پھر کسی عالم کی کیا مجال ہے کہ اولیاء کرامؒ اور ان کے مریدین کی ان مجالس سماع کو خلاف شرع قرار دیں۔ جو بطور خاص ذکر حبیبؐ اور عشق حبیبؐ میں منعقد کی جاتی ہیں۔ نہ کہ بطور کھیل تماشا۔
۳۔ صحیح بخاری شریف کے علاوہ حدیث شریف کی ایک اور کتاب ابنِ ماجہ ہے۔ جو صحاح ستہ (چھ حدیث کی مستند کتابیں) میں شامل ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اپنی ایک رشتہ دار لڑکی کو انصار میں بیاہ دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ تو دریافت فرمایا ان کے ساتھ کوئی گانے والا بھی تھا یا نہیں۔

کیوں نہ تم نے ایک گانے والا شخص ساتھ کر دیا اس صحیح حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ لہو الحدیث سے عام گانا مراد نہیں ۔ بلکہ نضر بن حارث کا اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ جیسی حرکات مراد ہیں ۔

۴۔ صحیح ابن حبان میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے میرے زیر پرورش ایک لڑکی تھی جس کو میں نے انصار میں بیاہ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی گانے والا کیوں نہ ساتھ بھیجا ۔ انصار لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں ۔

۵۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن میرے پاس دو لڑکیاں کچھ گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے ۔ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور اور لڑکیوں کو ڈانٹنے لگے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر منہ سے ہٹا کر فرمایا " اے ابو بکرؓ " ان کو کچھ نہ کہو ۔ ہر قوم کی عید ہوتی ہے جس کی وہ خوشی مناتے ہیں ۔ آج ہماری بھی عید ہے ۔ یہ سماع بالمزامیر نہیں تو اور کیا ہے ۔

۶۔ حدیث کی کتب ترمذی ۔ مسند امام احمد ۔ سنن نسائی اور ابن ماجہ میں حاطب جمحیؓ سے مسلسل روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال اور حرام کے درمیان یہ فرق ہے کہ جائز اور شرعی نکاح میں دف بجائے جاتے ہیں اور گیت گائے جاتے ہیں اگر گانے کے ساتھ باجے کا بجانا حرام ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکاح میں باجوں کو کیوں جائز فرماتے ۔

۷۔ اسی مضمون کی ایک اور مستند حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت ربیعہ بن معوذ سے منقول ہے۔
۸۔ جامع ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو۔ عقد یعنی نکاح مسجد میں ہوا کرے۔ اور دف بجایا جائے۔ اس حدیث پاک کی رُو سے تو دف یعنی باجوں کا مسجد میں بجانا جائز ہوا۔ لیکن مولوی صاحبان نہیں مانتے۔
۹۔ حضرت خوات بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ حج کو جا رہے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بھی ساتھ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے گانے کی فرمائش کی۔ حضرت ابو عبیدہؓ گاتے رہے حتی کہ صبح ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس کرو۔ ہم نے گاتے گاتے صبح کر دی۔
۱۰۔ ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا گذر ایک خیمہ پر ہوا جس کے اندر کوئی گا رہا تھا۔

علی محمد صلواۃ الابرار صلّی علیہ المصطفون الاخیار
قد کنت قواما ابکار الاسحار یالیت شعری والمنایا اطوار

ترجمہ:۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نیک بندوں کا۔ درود بھیجا ہے ان پر بزرگانِ برگزیدہ نے۔ بالتحقیق تھا میں بہت بیدار ہونے والا سحر کا۔ یہ جان میری اور آرزو ہائے گوناگوں۔ اور جمع کیا گیا مجھ کو اور محبت میری کو ساتھ خانہ کے صلعم اور اس

عمر کو بخش دے اے غفار۔
یہ سن کر حضرت عمرؓ پر گریہ طاری ہوا۔ اور بآواز بلند رو دئے۔ مکرّر فرمائش کی اور مکرّر گریہ فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ابیات میں عمر کا نام بھی شامل کر لو اور یہ کہو کہ عمر غفر لہٗ یا غفّار۔

۱۱۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حبشی لوگ مسجد نبویؐ میں گا رہے تھے اور ناچ رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو اوپر اٹھا کر یہ تماشا دکھایا۔ اس حدیث کی رُو سے بھی مسجد میں گانا باجا بجانا اور ناچنا جائز ہوا۔

۱۲۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ جا رہے تھے راستے میں بانسری کی آواز سنائی دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا کہ جب آواز بند ہو تو مجھے بتانا۔ اس حدیث سے عام لوگ بانسری کی آواز کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن اولیاء کرام اسی حدیث سے جواز سماع بالمزامیر نکالتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر مزامیر (بانسری) کا سننا حرام ہوتا تو نبی علیہ السلام کے شایان شان نہیں تھا کہ خود تو کانوں میں انگلی دے لیں۔ اور ایک صحابی کو فعل حرام کا مرتکب ہونے دیں۔

حضرت امام غزالیؒ اور دیگر اولیاء کرامؒ نے کانوں میں انگلیاں دینے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل ہو رہی ہو گی یا کوئی خاص حالت طاری ہو گی جسمیں بانسری کی آواز کو خلل انداز ہونا پسند نہ فرمایا۔

۱۳۔ بعض احادیث میں سارنگی کی ممانعت آئی ہے۔ اس سے لوگوں نے جملہ آلات سماع اور بعض نے صرف سارنگی کو حرام

قرار دیا ہے۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ سے کسی نے یہ مسئلہ دریافت فرمایا۔ تو آپ نے جواب دیا نہ سماع حرام ہے اور نہ مزامیر حرام ہیں بلکہ جب سماع اور مزامیر کے ساتھ کوئی غیر شرعی عوارض شامل ہو جاتے ہیں تو یہ فعل حرام ہو جاتا ہے۔ مثلاً زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ شراب کی محافل میں سارنگی بجایا کرتے تھے۔ جب شراب حرام ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارنگی بجانا بھی منع کر دیا تاکہ شراب کی یاد تازہ نہ ہو۔

حرمت سماع والی احادیث کے متعلق محدثین کی رائے

جن احادیث سے فقہاء نے سماع کو حرام قرار دیا ہے ان کے متعلق (۱) امام نوویؒ کا یہ فتویٰ ہے یہ تمام روایات بے بنیاد ہیں۔ (۲) امام سخاویؒ اپنی کتاب مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں۔ جن احادیث سے فقہاء سماع کو حرام کہتے ہیں انکی کوئی اصلیت نہیں پائی جاتی (۳) امام ابن حجر عسقلانیؒ شارح حدیث بخاری اپنی کتاب فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ سماع کے حرام ہونے میں جو حدیث متاخرین نے بیان کی ہیں وہ محض گپیں ہیں اگر اس بارے میں کوئی صحیح حدیث ہوتی تو ضرور مجتہدین عظام اس کو اپنا دستور العمل بناتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حرمت سماع کے بارے میں نہ کوئی آیت قرآن ہے اور نہ کوئی مستند حدیث ہے۔ یہ کسی ان پڑھ کا قول نہیں ہے بلکہ امام نوویؒ۔ امام سخاویؒ۔ اور امام ابن حجر عسقلانی جیسے جلیل القدر محدثین کے اقوال ہیں معترضین کو ذرا ہوش سے کام لینا چاہیئے۔

حرمت سماع کی احادیث کے متعلق ائمہ مجتہدین کی رائے

محدثین کے علاوہ ائمہ اربعہ یعنی حضرت امام ابو حنیفہؒ ۔ امام مالکؒ ۔ امام شافعیؒ اور امام احمد حنبلؒ نے بھی ان حدیثوں کو معتبر نہیں جانا ۔ ان حضرات کا کہنا ہے یہ احادیث بعض متاخرین نے بیان کی ہیں ۔ جنکو صحیح اور سقیم میں تمیز کا ملکہ نہیں تھا ۔ ان احادیث کی تردید میں ابن عربی مالکیؒ نے لکھا ہے کہ حرمت سماع کے بارے میں ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے ۔ اس بارے میں جو بھی احادیث منقول ہیں وہ سب کی سب موضوع (جعلی) ہیں ۔ ابن طاہر کا بھی یہی قول ہے ۔ بعض اجل علماء شافعیہ کا یہ قول ہے کہ اس قسم کی احادیث صرف منکرین سماع کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں ۔ (مندرجہ بالا اقتباس کتاب مقام گنج شکرؒ کا ہے)
مندرجہ بالا اقتباسات کتاب سرّ دلبراں میں بھی درج ہیں اس لئے انکو یہاں دوبارہ درج نہیں کیا گیا ۔

صحابہؓ کرام، محدثین اور فقہا کا خود سماع سننا

(۱) حضرت ابن عبدالبر اپنی استیعاب میں کہتے ہیں کہ حضرت جعفر بن عبداللہ گانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے ۔ ابو منصور بغدادی نے اپنے رسالے میں جس کا موضوع سماع ہے لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ اپنی جلالتِ شان کے باوجود اپنی باندیوں کو نئی نئی دھنیں بتاتے تھے اور ان سے اپنی بربط (چنگ یا رباب یا سرود) پر گانا سنتے تھے ۔

(۲) ماوردی نے حاوی میں لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن جعفرؓ

گانا سننے میں بہت زیادہ انہماک کرنے لگے تو حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن العاصؓ دونوں حضرات ان کے پاس اس مسئلے میں گفتگو کرنے کے لیے گئے یہ دونوں پہنچے تو گانے والی باندیاں چپ ہو گئیں حضرت معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا ان سے کہئے یہ اپنا شغل جاری رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے گانا شروع کیا اور حضرت معاویہؓ کو ایسا لطف آیا کہ وہ تخت پر اپنا پیر پٹخنے لگے۔ یہ دیکھکر حضرت عمر بن العاصؓ نے کہا۔ آپ جسے ملامت کرنے آئے تھے وہ اس وقت بہتر حالت میں ہے۔ (یعنی جتنا کیف و مستی آپ پر اسوقت طاری ہے اتنا عبداللہ بن جعفرؓ پر نہیں۔ جسے آپ ملامت کرنے آئے تھے) یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے کہا چپ بھی رہو عمر! شریف آدمی صاحب کیف بھی ہوتا ہے۔

(۳) حضرت عثمان غنیؓ کے پاس دو باندیاں تھیں۔ جو انہیں شب کو گانا سنایا کرتی تھیں۔ جب وقت سحر ہوتا تو آپ ان سے فرماتے اب بس کرو۔

(۴) ابو منصور لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بڑے عبادت گذار فقیہ تھے۔ خود گاتے تھے اور لونڈیوں کو بھی گانا سناتے تھے۔ زبیر بن بکار موفقیات میں اپنی مذکورہ بالا سند سے اُم سلیمان کی زبانی روایت کرتے ہیں ابن عتیق (عبداللہ) مدینہ میں ایک لڑکی کے پاس گئے اور اس سے ابن سریج کے اشعار کو سنا اور ابن عتیق نے اس سے دوبارہ گانے کی فرمائش کی۔

ان کا سماع اسقدر معروف و مشہور ہے کہ محدثین کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ معقول و صحیح اسانید سے یہ ثابت ہے کہ یہ اپنی عفت و عبادت گذاری اور زہد کے باوجود

سماع کے معاملے میں بڑے آزاد منش اور رند مشرب واقع ہوئے تھے۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے ان سے روایتیں بھی لی ہیں۔

(۵) ابو منصور بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ عطا بن رباح جو اکابرینِ تابعین میں ہیں اپنے علم زہد و تقویٰ اور عبادت اور علم سنن و آثار کے باوجود آوازوں کی فنی تقسیم ثقیل اوّل و ثقیل ثانی اور اس کے علاوہ دوسری دھنوں میں کرتے تھے۔

(۶) عبدالمالک بن جریح عالم، محدث، فقیہ اور عبادت گذار تھے۔ اور ان کی جلالت و عدالت پر اجماع ہے۔ یہ گانا سنا کرتے تھے۔ اور فن موسیقی سے بھی واقف تھے۔ ابو منصور بغدادیؒ کہتے ہیں یہ دھنیں بھی تراشا کرتے تھے۔ اور بسیط، نشید اور خفیف کے فرق کو بھی پہچانتے تھے۔

۷۔ عبدالملک بن ماجشون مفتی مدینہ آپ امام مالک کے فقہ میں شاگرد تھے گانا سننے کے رسیا تھے۔ حضرت احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پاس آئے تو ان کے ساتھ ایک گویا بھی تھا جو ان کو گانا سناتا تھا۔ یہ حدیث بھی بیان کرتے تھے بڑے فصیح تھے اور یہ فقیہ بھی تھے اور فتویٰ انہی کے چلتے تھے یا ان کے والد کے۔ یہ فقیہ بن فقیہ تھے۔ آپ کا وصال ۲۱۲ھ میں ہوا۔

(حوالہ کتاب اسلام اور موسیقی)

جوازِ سماع کے متعلق حوالے

۱۔ حضرت انس بن مالک رضؓ اور اہل مدینہ کے بارے میں یہ بات واضح ہے کہ وہ سماع پسند کرتے تھے۔ اور اس کے جواز میں کئی روایات ہیں۔ جن کے راوی حضرت عبداللہ بن جعفر رضؓ عبداللہ بن عمر رضؓ اور دیگر کئی صحابہ و تابعین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ (اقتباس کتاب اللمع باب ۶۹)

۲۔ جناب ابو طالب مکیؒ نے ایک جماعت سے سماع کا جواز نقل کیا ہے اور انکا یہ قول بھی ہے کہ صحابہ سے عبداللہ بن جعفر رضؓ حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضؓ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے سماع منقول ہے۔

حضرت ابو طالب مکی رضؓ نے یہ بھی کہا ہے کہ سلف صالحین سے صحابہ کرام اور تابعین کی کثیر جماعت نے اسے اچھا سمجھا ہے، اور ہمارے یہاں اہل حجاز مکہ معظمہ میں سال کے بہترین ایام میں سماع سنتے تھے۔ بہترین ایام سے مراد وہ ایام ہیں جن میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو عبادت اور ذکر کا حکم دیا ہے۔ جیسے ایامِ تشریق وغیرہ۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ تک اہل مدینہ بھی اہل مکہ کی طرح پابندی سے سماع سنا کرتے تھے۔ (اقتباس کتاب مکاشفتہ القلوب حضرت امام محمد غزالیؒ ترجمہ حضرت مولانا علامہ تقدس علی خان ناشر مکتبۂ نوریہ رضویہ سکھر)

۳۔ حضرت عتبہؓ کا سماع

حضرت عتبہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے شعر سن کر اس زور سے تالی بجائی کہ انگلیوں سے خون نکل آیا۔

۴۔ آنحضرتؐ کے صحابی حضرت حسّان بن ثابت کا سماع بالمزامیر

حضرت ابوالفرج اصفہانیؒ سے روایت ہے کہ مشہور صحابی حضرت حسان بن ثابت شاعر مزامیر کے ساتھ گانا سنتے تھے۔ حضرت ابو العاص حبرو نے بھی حضرت حسان بن ثابت کے متعلق یہی روایت بیان کی ہے۔

۵۔ دیگر صحابہ کرامؓ جنہوں نے سماع سُنا

شیخ عبدالحق محدّث دھلویؒ اپنی کتاب مدارج النبوت میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن صحابہ کرامؓ نے سماع سنا ہے ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت سعید ابن میب رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ، اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ یہ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دھلویؒ کی تحقیق ہے۔

۶. **حضرت عمرؓ کا غنا پر سکوت** | ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں جا رہے تھے کانوں میں مزامیر کی آواز سنائی دی آپ نے فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے جواب دیا کہ ختنہ کی تقریب ہے۔ یہ سن کر آپ خاموش رہے اور منع نہ فرمایا۔ اس قسم کی مثالیں دیکھ کر فقہا نے لکھا ہے کہ عید، نکاح، ختنہ وغیرہ کی خوشی کے موقع پر سرود جائز ہے۔ اچھا اب جب مسلمانوں کو اپنے تہوار شادی، بیاہ اور خوشی منانے کے لئے سرود جائز ہے۔ تو جو خاصان خدا عشق و محبت الٰہی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کیا ان کو دل کی آگ ٹھنڈا کرنے اور اللہ اور رسولؐ کے عشق میں نعرے مارنے اور ذوق و شوق کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ یہ تو شادی بیاہ، ختنہ وغیرہ کی خوشی سے بڑھ کر خوشی کا مقام ہے۔ یہاں عشق الٰہی کا جوش و خروش، سوز و گداز اور ولولہ کار فرما ہوتا ہے، اور عشاق محبوب حقیقی پر جان قربان کرنے کو تیار ہوتے ہیں نہ کہ شادی و ختنہ کی خوشی منا رہے ہوتے ہیں۔ کس قدر غضب ہے ظلم ہے اندھیر ہے کہ عشق مولا میں آہ بھرنے اور گریہ و زاری کرنے کی بھی یہ لوگ اجازت نہیں دیتے۔ سنگدلی اور کج فہمی نہیں تو اور کیا ہے۔

۷. **ائمہ اربعہ اور سماع** | حضرت عبدالحق محدّث دہلوی قادریؒ اپنی کتاب مدارج النبوت میں لکھتے ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ سے سماع کے متعلق سوال کیا گیا تو دونوں حضرات نے جواب دیا سماع نہ گناہ کبیرہ

ہے اور نہ گناہ صغیرہ۔ بلکہ جائز ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا ایک پڑوسی تھا جو ہر روز گایا کرتا تھا اور امام صاحب اسکا گانا سنا کرتے تھے۔ ایک رات امام صاحب نے اس کی آواز نہ سنی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ قید ہو گیا ہے یہ سن کر امام صاحب خود قید خانہ کے حاکم امیر عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس تشریف لے گئے اور اس قیدی کی سفارش کی تو حاکم نے اسکا نام دریافت کیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اسکا نام عمر ہے۔ حاکم نے حکم دیا کہ عمر نامی جتنے قیدی ہیں سب آزاد کر دیئے جائیں۔ جب عمر رہا ہو گیا تو امام صاحب نے اس سے فرمایا کہ جس طرح پہلے گاتے تھے اسی طرح اب بھی گایا کرو۔

۸۔

علامہ نابلوسیؒ اور سماع

علامہ عبدالغنی نابلوسیؒ جو مشہور حنفی بزرگ اور علامہ شامی کے استاد ہیں۔ لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے امام ابو حنیفہؒ کا سماع سننا ثابت ہے۔ اگر آپ کے نزدیک گانا ناجائز ہوتا تو آپ عمر گانے والے کی سفارش نہ کرتے نہ اس سے گانے کی فرمائش کرتے۔ بلکہ اسکو منع کرتے۔

۹۔

علامہ ملا علی قاری حنفیؒ اور سماع

علامہ ملا علی قاری حنفیؒ اپنے "رسالہ سماع" میں فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ (امام اعظم کے شاگرد) جب ہارون رشید کی مجلس سماع میں جاتے تھے۔ تو آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ جب لوگ آپ سے جواز سماع کے بارے میں سوال کرتے تو آپ امام ابو حنیفہؒ کا

وہی قصہ بیان کرتے تھے ۔ اور فرماتے تھے کہ اگر سماع حرام ہوتا تو ہمارے امام اپنا وقت گانے میں کیوں ضائع کرتے ۔

علامہ شامی حنفیؒ اور سماع

علامہ شامی حنفیؒ اپنی کتاب "درالمختار" میں لکھتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا "آلۂ لہو" بذات خود حرام نہیں جب اس سے لہو کا قصد کیا جائے تو بلحاظ قصد حرام ہے ۔ خواہ قصد سامع کی طرف سے ہو خواہ گانے والے کی طرف سے ہو ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اسی آلہ کو بعینہ بجانا کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام ہوتا ہے ۔ نیت کے اختلاف کی وجہ سے اس میں سادات صوفیاء کرام کے لئے دلیل ہے ۔ جن کے مقاصد سماع اسقدر جلیل القدر ہیں کہ جنکو وہی خود بخوبی جان سکتے ہیں ۔ پس معترض کو اعتراض کرنے میں دلیری اور جلد بازی نہیں کرنی چاہیئے ۔ تاکہ ان کی برکت سے محروم نہ رہے کیونکہ وہی خالص اخیار اور نیک بندگانِ خدا ہیں ۔ اللہ انکی وساطت سے ہماری امداد کرے ۔ اور ہم پر ان کی دعائیں اور برکات نازل فرمائے ۔ آمین ۔

حضرۃ امام مالکؒ اور سماع

حضرت امام مالکؒ سے پوچھا گیا سماع کے متعلق کہ اہل علم کا کیا خیال ہے ۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرے علاقے میں (آپ ہمیشہ مدینہ منورہ میں رہے) اہل علم اسکا انکار نہیں کرتے بلکہ جائز سمجھتے ہیں ۔ اور اسکو برا سمجھنے والے عام لوگ یا تو جاہل ہیں یا عراق کے باشندے ہیں جنکی طبع سخت ہیں ۔ ابن حمدونؒ اپنی کتاب

تذکرہ اور علامہ ابوالفرج اپنی کتاب آفانی میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے سامنے سے ایک آدمی گاتا ہوا گذرا تو آپ نے اس کے کلام کی تصحیح فرمائی۔ علامہ عیسیٰ بن عبدالرحیم "رسالہ سماع" میں لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ نے گانا سنا اور خود بھی گانا گایا۔

۱۲۔

حضرۃ امام شافعیؒ کا سماع سُننا

حضرت امام غزالیؒ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے مذہب میں راگ ہرگز حرام نہیں۔ علامہ یونس بن عبدالعلیٰ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ اہل مدینہ راگ کو مباح اور جائز خیال کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ علمائے عرب میں ایسا کون ہے جو راگ کو مکروہ سمجھے۔ امام احمد غزالیؒ بوارق سماع میں لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے ایک گانے والی عورت سے راگ سنا اور جب سن چکے تو اپنے ساتھی علامہ یونس بن عبدالعلیٰ سے کہا کیا تم راگ سنکر خوش ہوئے انہوں نے کہا نہیں۔ اس پر امام موصوف نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو تمہاری حس صحیح نہیں۔

۱۳۔

حضرۃ امام محمد بن حنبلؒ اور سماع

حضرت امام احمد حنبلؒ اپنی مشہور کتاب "مسند امام احمد" میں روایت کرتے ہیں۔ کہ حبشی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف بجا رہے تھے اور گا رہے تھے اور یہ گا رہے تھے۔ رسولؐ، محمدؐ، عبدہٗ، صالحؐ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا کہہ رہے ہو تو انہوں نے کہا۔

رسولؐ، محمدؐ، عبدؐ، صالحؐ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ناچنا دف بجانا، گانا، اور ناچ دیکھنا جائز ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ سے بروایت صحیح ثابت ہے کہ آپ نے اپنی بیٹی صالحہؒ کے پاس گانا سنا۔ اور شرح مقنع میں امام احمد سے مروی ہے کہ انہوں نے قوال کو گاتے سنا اور انکار نہ کیا۔ اس پر آپ کی بیٹی صالحہؒ نے کہا کہ آپ تو اسکو برا سمجھتے تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ لوگ اسکو برائی کی آمیزش سے سنتے ہیں۔

(ختم ہوا شیخ عبدالحقؒ کی کتاب مدارج النبوت کے اقتباس اور یہ اقتباس حوالے کے لئے کتاب مقام گنج شکرؒ سے لئے ہیں۔)

۱۴۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا دوسرا واقعہ

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ایک لڑکا تھا جس کو آدھی رات کے بعد سارنگی پر ایک مخصوص گانا سننے کا شوق تھا۔ اسی زمانے میں بغداد میں ایک گویا آیا جو اس فن میں کامل تھا۔ چنانچہ آپ کے لڑکے نے گویا کو بلوایا اور گویا آیا اور گانا شروع ہوا۔ ابتدا میں تو احتیاط برتی گئی اور آہستہ آہستہ تیز آواز سے گانا شروع ہوا اور بعد میں جوش و خروش اسقدر بڑھا کہ آواز بلند ہو گئی۔ سننے اور سنانے والے مست و بیخود ہو گئے۔ عین محویت کے عالم میں امام صاحب کے فرزند کو یاد آیا کہ کہیں اس شور و غل سے والد صاحب بیدار نہ ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے نیچے جھانکا تو کیا دیکھتے ہیں کہ امام احمدؒ وجد کر رہے ہیں۔ گانے میں تعطل آنے لگا تو آپ نے اوپر دیکھ کر فرمایا "بندمت کرو" جاری رکھو۔ آپ کے فرزند نے بعد میں دریافت کیا کہ حضور آپ تو گانے کو منع کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا

اس قسم کے گانے سے کب منع کیا تھا۔ (حوالہ کتاب مقابلیس المجالس ص۱۸۵)

۱۵۔

استاذ العلماء والمحدثین امام ابراہیم بن سعد مدنی اور سماع

حضرت استاذ العلماء والمحدثین جو جلیل القدر علماء کرام کے استاد ہیں مثلاً حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام بخاریؒ، حضرت امام احمد حنبلؒ اور حضرت امام شعبہؒ کے بھی استاد ہیں۔ یہ اپنے شاگردوں کو محظوظ اور ان کے قلوب کو نرم کرنے کے لئے حدیث سنانے سے پہلے سماع سنایا کرتے تھے۔

اور ان کے سماع میں دف بجایا جاتا تھا اور یہ سماع بالمزامیر کی کھلی شہادت ہے۔ امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ کے استاد سے زیادہ کس کی شہادت درکار ہے۔

(مقابلیس المجالس ص۱۴۳) نیز کتاب مقام گنج شکرؒ)

حضرت سعد مدنیؒ بڑے بلند پایہ محدث تھے۔ کتاب میزان الاعتدال جلد اول۔ مدارج النبوت جلد اول۔ اور احیاء العلوم جلد چہارم میں لکھا ہے کہ استاذ الائمہ حضرت ابراہیم بن سعد مدنیؒ عود یعنی باجا کے ساتھ گانا سنتے تھے جب آپ بغداد تشریف لائے تو ہارون رشید سے کہا کہ عود منگواؤ۔ خلیفہ ہارون رشید نے کہا۔ کیا خوشبودار لکڑی مطلوب ہے۔ آپ نے کہا نہیں "عود مطرب" ہارون رشید نے باجا منگوایا اور حضرت ابراہیم بن سعدؒ نے اس کے ساتھ گانا گایا۔ اس پر خلیفہ ہارون رشید نے پوچھا کہ کیا مدینہ میں اسکا کوئی منکر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہو وہی اسکا منکر ہو گا۔

(حوالہ کتاب مقابلیس المجالس ص۱۵۶)

۱۶۔

اہلحدیث کے امام قاضی محمدؐ بن علی شوکانی یمنی اور سماع

اہل حدیثوں کے امام حضرۃ قاضی محمد بن علی شوکانی یمنی نے سماع پر ایک مدلل رسالہ لکھا ہے جس کا نام " ابطال دعویٰ اجماع " رکھا ہے۔
اس رسالہ میں آپ نے حدیث نبوی سے ثابت کیا ہے کہ سماع جائز ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے کوئی روایت راگ حرام ہونے میں نہیں آئی ہے بلکہ دونوں حضرات نے راگ سننا ثابت کیا ہے۔ امام موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفر، ابن ابو طالب اپنی خوش الحان لونڈیوں سے تار والے ساز کے ساتھ امیرالمومنین حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں گانا سنا کرتے تھے۔ قاضی شریح، سعید ابن مسیب، عطا بن ریاح اور امام زہری اور امام شعبی سے بھی یہی منقول ہے۔
(حوالہ کتاب مقام گنج شکرؒ)

مقام قرب و فنا کو حضرت مغربیؒ نے یُوں بیان فرمایا ہے ؎

ماجام جہاں نمائے ذاتیم ۔۔۔ ما مظہر جملہ صفاتیم
ما نسخۂ نامۂ الٰہیم ۔۔۔ ما گنج طلسم کائناتیم
ہم صورتِ واجب الوجُودیم ۔۔۔ ہم معنیٔ جان ممکناتیم
برتر ز مکان و در مکانیم ۔۔۔ بیروں ز جہان درجہاتیم

سماع کے متعلق بزرگوں کی رائے اور ان کی کتابوں کے حوالے

(۱)

ا۔ حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں "اچھی آواز" عشق الٰہی سے معمور دلوں کیلئے سرمایہ راحت ہے۔ کسی اہل دل کا قول ہے۔ خوش نغمگی اللہ کی جانب سے ملنے والی وہ نعمت ہے جس کے ذریعے عشق حقیقی کے شعلوں میں جلنے والے قلوب ٹھنڈک اور سکون پاتے ہیں (کتاب اللمع سماع باب ۶۷)

ب۔ حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ نے سماع کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ سماع اللہ کی جانب سے قلب پروارد ہونے والے معانی ہیں۔ جو حق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ اگر حق کے ساتھ اسکی طرف متوجہ ہوا تو اس نے قلب پروارد ہونے والے معنی کو پالیا۔

ج۔ حضرت ابو یعقوبؒ نہرجوری کہتے ہیں۔ سماع ایک ایسی حالت کو کہتے ہیں جس کے دوران دل میں سوزوگداز کی آگ بھڑکتی ہے اور اسکے نتیجے میں راز کھلتے ہیں۔

د۔ حضرت ابوالحسین دراجؒ فرماتے ہیں سماع مجھے روشنی و نور کے میدانوں میں سے ایک میدان میں لے آیا اور اس نے عطاوبخشش کی چوکھٹ پر مجھے وجود حق سے ہمکنار کر دیا۔ اور اس نے مجھے مئے صفاء کے جام پلائے۔ جس کی سرمدی مستیوں سے سرشار ہو کر میں رضا کی منزلوں کا ادراک پاگیا۔ اور اسی کے ذریعہ

میں حقیقت کی پاکیزہ فضاؤں اور گلستانوں کی طرف آنکلا۔
۵۔ حضرت جنید بغدادیؒ کہتے ہیں کہ جس نے پاکیزہ رنگ سماع کو پسند نہیں کیا۔ اسکی وجہ اس کے قلب میں پیدا ہونے والا نقص اور دنیاوی مشغولیت ہے۔ جس نے اسے اس جانب سے باز رکھا۔

(و) حضرت جعفر بن محمد الخلدیؒ کا بیان ہے کہ حضرت جنید بن محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فقراء پر تین موقعوں پر رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے ایک بوقت سماع کیونکہ وہ راست اور جائز انداز سے سماع کرتے ہیں اور وجد ہی کی حالت میں قیام کرتے ہیں۔ دوسرے اسوقت جب وہ علمی گفتگو کرتے ہیں کیونکہ انکا موضوع اولیاء و صدیقینؒ کے احوال و آثار ہوتے ہیں۔ تیسرے جب وہ کھانا کھاتے ہیں کیونکہ وہ فاقے ہی کی صورت میں کھاتے ہیں۔ (حوالہ کتاب اللمع سماع باب ۶۸)
ز۔ اسی طرح سماع بھی ایک نعمت ہے اور ان نعمتوں میں شامل ہے جو اللہ نے بندوں کے لیئے اس دنیا میں حلال ٹھرائی ہیں۔ (کتاب اللمع باب ۶۹ ص ۲۷۸ حوالہ ختم ہوا)
۲۔ رسالہ قشیریہ اسکے مصنّف شیخ ابوالقاسمؒ عبدالکریم بن ھوازن قشیری نیشاپوری ہیں۔ یہ کتاب تصوف کی بلند پایہ کتاب ہے مصنّف کا وصال ۴۶۵ھ میں ہوا ہے۔
کتاب کشف المحجوب اس کے بعد تصنیف ہوئی ہے اور حضرت داتا گنج بخشؒ کی کتاب کشف المحجوب میں اس کتاب یعنی رسالہ قشیرہ کے سب حوالے موجود ہیں۔
۳۔ جاننا چاہیئے کہ شعر کا سننا مباح ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی

شعر کہتے ہیں اور سنتے ہیں ۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ بلا شبہ بعض شعر حکمت ہیں اور نیز یہ بھی فرمایا کہ حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے ۔ جہاں پائے وہ اس کا زیادہ مستحق ہے ۔ اس روایت میں مراد شعر سے وہ شعر ہیں جو حکمت ہوں اور حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے ۔ جہاں پائے وہ اس کا حقدار ہے ۔
نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ سچا کلام جو اہل عرب نے کہا ہے وہ لبید شاعر کا قول ہے ۔ شعر کا ترجمہ (قول) سنو ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے ۔ اور ہر ایک نعمت ضرور زوال پذیر ہے ۔
حضرت عمر بن الشرید رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے شعر پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا تو اُمیہ ابن ابی الصلت کے اشعار میں سے کچھ سنا سکتا ہے ۔ تو میں نے آپ کو سو شعر سنائے ۔ اور جب شعر ختم کرتا ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کچھ اور سناؤ ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے کہ امیہ شعر میں مسلمان ہو جاتا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بہت سی روایات ہیں ۔
ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ "شعر" ایک کلام ہے ۔ جسکا اچھا ۔ اچھا ہے اور برا ۔ برا ہے ۔ (حوالہ کتاب کشف المحجوب چونتیسواں ۳۴ باب تیسری فصل)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے میں اپنی آوازوں کو سنوارو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ وَيَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ۔ ترجمہ وہ پیدائش میں جو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں اس سے مراد عمدہ آواز ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص داؤد علیہ السلام کی آواز سننا چاہے۔ وہ حضرت موسیٰ اشعریؓ کی آواز سنے۔

اور اخبار میں آیا ہے کہ بہشت میں بہشتیوں کو بھی سماع حاصل ہوگا۔ اور وہ اس طور پر ہوگا کہ ہر ایک درخت سے مختلف قسم کی دلکش اور سریلی آوازیں نکلیں گی۔ جب وہ آوازیں جو آپس میں مختلف ہوتی ہیں۔ باہم مل جاتی ہیں۔ تو طبیعتوں کو ان کے سننے سے بڑی لذت حاصل ہوتی ہے اور اس قسم کا سماع انسانوں اور حیوانوں میں عام ہے اسلئے کہ روح ایک لطیف چیز ہے اور آواز میں بھی ایک قسم کی لطافت ہے۔ جب ارواح ان آوازوں کو سنتی ہیں تو جنس اپنے ہم جنس کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ اور یہ اطبا کا قول ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔

جو لوگ اہل علم میں سے تحقیق کا دعویٰ کرتے ہیں اس کے متعلق ان کے بھی بہت سے اقوال ہیں۔ اور انہوں نے سریلی آوازوں کے باہم ملانے میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ سماع اور الحان کو بڑی عظمت دی ہے۔

غرضیکہ سریلی آواز اور الحان کی تاثیر عقل مندوں کے نزدیک اتنی مسلم اور واضح ہے۔ جس کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ سرود اور سریلی آوازیں اور ساز کوئی اچھی چیز نہیں۔ وہ یا تو جھوٹ بولتا ہے یا نفاق برتتا ہے یا پھر حس

نہیں رکھتا۔ وہ انسان اور صوفیوں کے طبقہ سے باہر ہے۔
چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
میرے پاس ایک لونڈی کچھ گا رہی تھی۔ کہ اتنے میں حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی جب
اس لونڈی کو ان کے آنے کا علم ہوا اور ان کے آنے کی آہٹ سنی
تو وہ بھاگ گئی۔ پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے آپ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ کے تبسم کا سبب کیا
ہے آپؐ نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایک لونڈی کچھ گا رہی تھی
جب اس نے تمہارے آنے کی آہٹ سنی تو وہ بھاگ گئی۔
تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس وقت تک یہاں
سے نہیں ہلونگا جب تک وہ بات نہ سن لوں جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس لونڈی کو بلایا تو وہ گانے لگی اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سنتے رہے۔ اسی طرح بہت سے صحابہ
کرام رضؓ نے ایسی ہی روائتیں کی ہیں۔ اور شیخ عبدالرحمٰن سلمی رحمۃ
اللہ علیہ نے ان سب کو اپنی کتاب "السماع" میں جمع کر دیا ہے۔
(کتاب کشف المحجوب باب ۲۴ فصل چوتھی)

کیمیائے سعادت سے

جاننا چاہیئے کہ بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ ایک سر اور راز ہے۔
جس طرح پتھر میں آگ پوشیدہ ہوتی ہے۔ جب لوہے کو
زور سے پتھر پر مارتے ہیں تو پوشیدہ آگ ظاہر ہو جاتی ہے۔
بسا اوقات سارے صحرا میں پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح

موزوں اور سریلی آواز کے سننے سے دل کے گوہر میں جنبش پیدا ہوتی ہے اور اس میں ایسی کیفیات پیدا ہوتی ہیں جس میں آدمی کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اور اسکا سبب وہ مناسبت ہے جو آدمی کے گوہر کو عالم علوی سے ہے جسے عالم ارواح کہتے ہیں۔ اور عالم علوی۔ عالم حسن وجمال ہے اور حسن وجمال کی اصل متناسب ہے اور جو کچھ متناسب ہے اس عالم کے حسن وجمال کی نمود کاری سے ہے اور وہ تناسب جو عالم محسوسات میں پایا جاتا ہے۔ سب اسی عالم کے حسن وجمال کا ثمرہ ہے۔ موزوں متناسب آواز بھی اسی عالم سے مشابہت رکھتی ہے اور اس عالم کے عجائبات میں سے ہے۔ اسی بنا پر دل میں ایک قسم کی آگاہی پیدا ہوتی ہے اور ایک طرح کی حرکت اور شوق پیدا ہوتا ہے جسے آدمی محسوس کرتا ہے کہ یہ کیا شے ہے اور صرف اسقدر احساس اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے جو سادہ اور اس عشق وشوق سے خالی ہوتا ہے۔ جو بندے کو عالم علوی کے راستے پر ڈالتا ہے اور وہ دل جو عشق وشوق سے خالی نہ ہو۔ بلکہ پہلے ہی شوق کی کیفیت سے موصوف ہو۔ تو سریلی آواز سننے سے اس میں مزید حرکت پیدا ہوتی ہے جس طرح آگ کو پھونک مارتے ہیں تو جل اٹھتی ہے اور جس دل میں شوق الٰہی کے دل کا راستہ ہو اس کے لئے سماع ضروری ہے تاکہ وہ شوق تیز سے تیز تر ہو جائے۔

(کیمائے سعادت۔ باب اول۔ آٹھویں اصل سماع اور وجد کے بیان میں)

اصل بات یہ ہے کہ جب کسی کے دل پر اللہ تعالیٰ کی دوستی

کا غلبہ ہو چکا ہو اور عشق کی حد تک پہنچ چکا ہو۔ تو اس کے حق میں سماع ضروری ہوتا ہے کیونکہ اس سماع کا اثر بہت اسمی قسم کی خیرات سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی دوستی میں اضافہ کا باعث ہو اس کی قدر و قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ صوفیوں میں جو سماع مروج ہے اسکی بناء اور اصل یہی بات ہے اور سماع آتش عشق بھڑکانے میں بڑا اثر رکھتا ہے۔ صوفیاء میں سے بعض وہ ہوتے ہیں۔ جنکو دوران سماع مکاشفات ہوتے ہیں۔ اس میں ان کو وہ لطف حاصل ہوتا ہے جو سماع کے علاوہ نصیب نہیں ہو سکتا۔ اور وہ لطیف احوال جو سماع کے دوران ان پر وارد ہوتے ہیں۔ انہیں وجد کہتے ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کا دل سماع سے اسقدر پاک و صاف ہو جاتا ہے جسطرح چاندی کو آگ میں ڈال کر اسکا میل کچیل صاف کر دیتے ہیں۔ سماع بھی دل میں ایسی ہی آگ لگا دیتا ہے جس سے دل کی تمام کدورتیں ڈھل جاتی ہیں اور یہ چیز بسا اوقات بہت سی ریاضتوں سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور اس مناسبت کو جو روح انسانی کو عالم ارواح سے ہے تیز تر کر دیتا ہے۔ چنانچہ بعض اوقات یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ کلیتہً اس عالم فانی سے کٹ جاتا ہے اور جو کچھ اس جہاں میں ہے۔ اس سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی ہو جاتا ہے کہ اس کے اعضاء کی طاقت جاتی رہتی ہے۔ اور وہ گر پڑتا ہے۔ اور بے ہوش ہو جاتا ہے تو سماع کے دوران میں اسے پیش آنے والے جو حالات مطابق شرع درست اور صحیح ہوتے ہیں ان کا بڑا

درجہ ہے۔ اور جو شخص ان حالات کی تصدیق کرتا ہے۔ اور مجلس میں موجود ہوتا ہے۔ وہ بھی ان برکات سے محروم نہیں رہتا۔
جاننا چاہیئے کہ جو صوفیوں کے احوال اور وجد کا منکر ہے در اصل کم ظرفی کے باعث انکار کرتا ہے۔ ایسا شخص معذور ہے۔ کیونکہ آدمی کے لئے اس چیز پر ایمان لانا اور تصدیق کرنا دشوار ہوتا ہے۔ جس سے وہ ناواقف ہوتا ہے۔ اس شخص کی مثال مخنث کی سی ہے جو مجامعت کی لذت کو باور نہیں کر سکتا۔
کیونکہ اسکا تعلق قوت شہوت سے ہے۔ جب اس میں قوت شہوت پیدا ہی نہیں کی گئی۔ تو وہ اسے کیسے جان سکتا ہے۔ مثلاً اگر نابینا آدمی سبزہ زار اور بہتے پانی کے نظارے کی لذت کا انکار کرے تو تعجب کی کون سی بات ہے۔ کیونکہ وہ بیچارہ بینائی سے محروم ہے اسلئے اس لذت پر کیسے یقین کر سکتا ہے۔ اسی طرح بچہ اگر حکمرانی اور فرمانروائی کی لذت سے انکاری ہے تو تعجب کی کوئی بات نہیں۔ وہ تو کھیل کود میں مگن ہے اسے حکومت و سلطنت چلانے سے کیا واسطہ۔
حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شاہین (بانسری) کے حلال اور جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کی خوش آواز ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں پہنچی تو آپ نے انگلی اپنے کانوں میں ڈال لی۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ کان لگا کر سنتے رہو جب باجا بند ہو جائے تو مجھ کو بتانا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے کانوں میں انگلی ڈال لینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ پر اس وقت

بہت عجیب اور نہایت عمدہ روحانی حالت طاری تھی۔ اور آپ نے خیال فرمایا ہو گا کہ یہ آواز مجھے اس حال سے روک دے گی۔

کیونکہ سماع اللہ تعالیٰ کے شوق کو حرکت میں لانے کا بڑا اثر رکھتا ہے۔ تاکہ جو شخص دور ہوا سے اللہ کے نزدیک کرے۔
(حوالہ کتاب کیمیائے سعادت دوسری فصل آٹھویں اصل)
حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت میں سماع کے متعلق کافی وضاحت کی ہے تفصیل کے لئے کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

رسالہ سماع امام غزالیؒ حضرت امام غزالیؒ اپنے رسالہ سماع میں فرماتے ہیں کہ جب آپ نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود نماز میں اسقدر وسوسے اور خیالات آتے ہیں کہ نماز میں بھول ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی تو وسوسے اور خیالات کی وجہ سے نماز دوبارہ پڑھنا پڑتی ہے۔ اس کے برعکس محفل سماع میں وضو کرکے بیٹھے اور اپنی توجہ کو شیخ کی طرف رکھے۔ حالانکہ محفل سماع میں باجا بھی بجایا جاتا ہے اور کلام بھی پڑھا جاتا ہے اور شور وغل بھی ہوتا ہے۔ لیکن خیال محفل سماع کے حدود سے باہر نہیں جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے اس حقیقت وصداقت سے وہی انکار کرسکتا ہے جو اشعار کے سمجھنے سے قاصر ہے یا اللہ اور اسکے رسولؐ کی جو محبت دل میں ہونی چاہیئے وہ نہیں ہے شرط یہ ہے کہ پہلے

کسی ایسے مرشد سے بیعت ہوں جو محفل سماع سنتے ہوں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اطاعت مرشد کریں تاکہ سختی قلب دور ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت دل میں پیدا ہو۔ اس کے بعد تجربہ کرلیں کہ حقیقت کیا ہے یوں اعتراض برائے اعتراض درست نہیں۔

اور جب تک شیخ نہیں ملتا سورہ الحمد شریف پڑھکر اللہ تعالیٰ سے سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق مانگیں اور حقیقت سے آگاہی کی دعا کریں۔

شاہ نیاز بریلویؒ اس مقام فنا فی اللہ کو یوں ظاہر کرتے ہیں۔

لباس بوالبشر پوشیدہ مسجود ملک گشتم
بتصویر محمدؐ حامد و محمود بودستم

گہے ادریس گاہے شیث گاہے نوح گہ یونس
گہے یوسف گہے یعقوب گاہے ہود بودستم

گہے صالح گہ ابراہیم گہ اسحاق گہ یحییٰ
گہے عیسیٰؑ گہے موسیٰ گہے داؤد بودستم

برائے میکشان امروز نقد وقت شان گشتم
زبہر دیگراں۔ روز جزا موعود بودستم

بدریائے حقیقت بہر غواصان دریا دل !
بہر عہدے و عصرے گوہر مقصود بودستم

منکرِ سماع بالاجماع کافر ہے

حضرت شہاب الدین احمد بن محمد غزالیؒ برادر حجت الاسلام امام ابو حامد غزالیؒ نے ایک رسالہ میں تحریر فرمایا ہے جس کا نام انہوں نے بَوَارِقُ الاسماع فی تکفیرِ مَنْ مُحَرِّمِ السماع رکھا ہے۔ اس میں وہ ثابت کرتے ہیں، جس نے سماع کو حرام قرار دیا اس نے فعلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حرام قرار دیا اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فعلِ حرام کے ارتکاب کی تہمت لگائی وہ بالاجماع کافر ہے۔

اس رسالے کی تمہید میں شیخ احمد غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں، کہ مجھ سے بعض صلحا نے جو کہ اللہ کی طرف آرام و تکلیف میں متوجہ ہیں۔ خواہش کی کہ میں ایک رسالہ سماع اور اس کے فوائد میں لکھوں۔ اور اس کے کرنے میں جو شروط ہیں وہ لکھوں تاکہ اس کے فوائد ظاہر ہوں۔ اور قرآن مجید اور حدیث شریف اور افعال صحابہ کو اس پر گواہ لاؤں اور سماع کے منکروں کا رد کروں اور اس انکار سے جو الزام ان پر قرآن شریف و حدیث شریف و افعال صحابہ سے آتا ہے اس کو بیان کروں اور اس شخص کی نسبت جو اس کو حرام کہتا ہے قرآنِ مجید

اور حدیث شریف اور معقول و منقول سے یہ دلیل لاؤں کہ وہ بالاجماع کافر ہے - اور اس پر روشنیوں اور انعاموں کے طریقے مسدود ہیں - جبکہ میں نے سائل کے صدق و رغبت کو دیکھا تو اس کے سوال کی اجابت کی -

اس رسالہ میں انہوں نے احادیث صحیحہ سے بروایت بخاری و مسلم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا شہداء بدر کی تعریف میں دو لڑکیوں کا دف پر گانا سننا اور ایک مرتبہ عید کے دن دو لڑکیوں کا گانا سننا اور ایک انصار عورت کو نذر پوری کرنے کے لئے دف بجانے کی اجازت دینا - اور اس کے گانے اور دف کی سماعت فرمانا اور حبشیوں کا ناچ دیکھنا - اور حضرت عائشہ رض کو دکھلانا اور ان حبشیوں کا گانا سننا ثابت کیا ہے پھر کہتے ہیں کہ جس نے یہ کہا کہ گانا سننا یا ناچ دیکھنا حرام ہے اس نے فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حرام قرار دیا - اور فعل رسول کو حرام قرار دینے والا بالاجماع کافر ہے (حوالہ کتاب سر دلبران ذکر سماع)

۸۔ حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور سماع

سلسلۂ عالیہ قادریہ کے بہت سے مشائخ کا خیال ہے کہ سلسلۂ قادریہ میں سماع جائز نہیں ہے۔ اگر سماع ناجائز ہوتا تو حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ اپنی مشہور و معروف تصنیف غنیۃ الطالبین میں آداب سماع کیوں تحریر فرماتے۔؟ اور سماع کے جائز ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے سماع خود بھی سنا

سماع کے وقت کے آداب

سماع کے وقت شیخ کے سامنے کوئی حرکت نہ کرے البتہ اگر شیخ کی توجہ اس کی جانب ہو۔ اور اس کی توجہ سے اس میں کوئی کیفیت پیدا ہو تو وجد میں آسکتا ہے۔ البتہ اس حالت کو اپنی طرف سے پیدا شدہ خیال نہ کرے۔ اگر اس صورت میں مغلوب الحال ہو جائے۔ تو اس مغلوبیت کی بقدر اجازت ہے۔ لیکن وجد کا جوش ختم ہوتے ہی فوراً سکون و ادب اور سنجیدگی کی طرف واپس آئے اور جس راز کا انکشاف اللہ تعالیٰ نے اس حال میں اس پر کیا ہے اس کو پوشیدہ رکھے۔

سماع میں مرید کے آداب

مرید کو چاہیئے کہ سماع کی حالت میں نہ کسی سے مزاحمت کرے اور نہ تعرض۔ اور نہ گانے والوں سے یہ فرمائش کرے کہ ایسے اشعار گاؤ جو دنیا سے بے تعلقی پیدا کرنے والے اور رقت آفریں ہوں۔ اور نہ یہ فرمائش کرے کہ ایسا کلام پیش کرو جس سے جنت کی اور جنت کی حوروں کی اور دیدارِ الہیٰ کی رغبت پیدا ہو۔ دنیا سے بیزاری، دنیا والوں سے گریز کی تعلیم حاصل ہو۔ دنیا کے دکھ درد اور مصائب برداشت کرنے کی جرأت پیدا ہو۔ اور آخرت کے کاموں سے جو دنیا اپنا رُخ پھیرتی ہے اس پر صبر حاصل ہو (الغرض کسی مخصوص مضمون کی فرمائش نہ کرے) یہ کام شیخ کا ہے، سب کو اسی کے سپرد رہنا چاہیئے۔ شیخ جو محفل میں موجود ہے۔ اس وقت محفل کے تمام لوگوں کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے۔

البتہ اگر سامع اہلِ حال ہے۔ اور آدابِ ظاہری سے واقف ہے اور تواضع سے عاری ہے۔ تو اللہ خود ایسے اسباب پیدا کریگا۔ کہ قوال خود ایسے اشعار پیش کریگا جس کا یہ خواستگار ہے۔ یا اگر سامع کسی مصرع کی تکرار چاہتا ہے تو گانے والا خود بخود اسکی

تکرار کریگا۔ اس طرح اس سچے سامع کی خواہش خودبخود
پوری ہو جائے گی۔
(حوالہ کتاب غنیۃ الطالبین)

۹ حضرت غوث الاعظمؓ کا سماع خود سننا

حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری کا شمار
سلسلۂ عالیہ قادریہ کے جلیل القدر مشائخ میں ہوتا ہے
آپ اپنی کتاب "تحفۂ قادری" میں لکھتے ہیں۔
کہ "حضرت شیخ عمر بزاز رح۔ حضرت شیخ علی رح۔ حضرت
شیخ بقا رح۔ حضرت شیخ ابوسعید قناوی رح۔ اور دیگر مشائخ
اکٹھے ہو کر بقصد زیارت حضرت شیخ محی الدین ابو محمد
عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی خدمت میں آئے۔ اور
حضرت غوث الثقلین نے قوالوں کو بلوا کر سماع کی فرمائش
کی سماع سنتے ہی حضرت غوث الاعظمؓ جوش میں آ گئے
اور وجد کرنے لگے۔ مشائخ مذکورہ بھی شیخ کی تعظیم میں
کھڑے ہو گئے۔ حضرت غوث الاعظمؓ وجد کی حالت
میں ہوا میں اُڑ کر نظروں سے گم ہو گئے۔ اس کے بعد
لوگوں نے آپ کو مدرسہ میں پایا۔ جو آپ نے تعمیر
کرایا تھا۔ اس وقت علماء نے آپ سے سوال کیا۔ کہ
سماع میں یہ حالتِ ذوق پیدا ہوا اور تلاوت قرآن میں

نہ ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

آپ نے جواب دیا کہ یہ حالت دو چیزوں سے ہوتی ہے۔ ایک سخن خوش سے، دیگر ذکر عشق سے اگر خوش الحان اور صاحبِ دل قاری معنی سمجھ کر سورہ یوسف پڑھے تو سامعین کو ذوق ہوتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں پند و نصائح اور قصص پڑھنے سے خوف طاری ہوتا ہے۔ اس کے بعد کتاب مذکورہ میں حضرت شاہ ابوالمعالی فرماتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ یافعی قدس سرہٗ کی تصنیف میں دیکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظم رضؓ کے پوتے شیخ جمال اللہ اس وقت زندہ تھے۔ میں نے علماء بغداد سے ان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ اپنے دادا کے ہمشکل ہیں، ان کا نام شیخ عبدالرزاق ہے ہم نے ان کو بسطام کے شہروں میں دیکھا ہے ہم نے ان کی عمر دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ انسانِ کامل کی حیات و ممات یکساں ہیں۔ معلوم نہیں کسقدر باقی ہے۔ البتہ ایک دفعہ میرے جدّ امجد حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رضؓ نے بموقع سماع حالتِ وجد میں فرط محبت و عنایت میں مجھ کو بغلگیر کر کے فرمایا "اے جمال اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میرا سلام کہنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا۔

(حوالہ کتاب مقابیس المجالس اور کتاب مقام گنجشکر)

حضرت غوث الاعظمؓ کے سماع سننے کے متعلق کتاب ""تذکرہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، بہجتہ الاسرار و معدن الانوار میں بھی موجود ہے اس کتاب کو"زہرۃ الابرار" بھی کہتے ہیں۔ اس کتاب کے مصنّف کی پیدائش ۶۴۷ھ بمقام قاہرہ ہوئی ہے تاریخِ وصال معلوم نہیں۔

۱۰ سماع اللہ کی طرف سفیر ہے

اسی کتاب میں سماع کے متعلق لکھا کہ سماع اللہ تعالیٰ کی طرف ایک سفیر ہے۔ اور اللہ کا قاصد ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لطائف و زوائد میں سے ہے۔ غیب کے فوائد و موارد ہیں۔ فتح کی ابتداء اور انجام ہے۔ کشف کے معنی اور اس کی بشارت ہے۔ پس ارواح کے لئے قوت ہے اور جسموں کے لئے غذا اور دلوں کے لئے زندگی ہے۔ اسرار کے لئے بقاء ہے۔ ایک گروہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ مشاہدہ تربیت کے ساتھ سناتا ہے۔ ایک گروہ وہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نعمت اور ربوبیت سے سناتا

ہے۔ ایک گروہ وہ ہے جس کو وصف قدرت سے سنا تا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے سنانے والا اور سامع ہوتا ہے۔ پس سماع سِرّ کو توڑنے اور سِرّ کو کھولنے والا ہے۔ وہ چمکتی ہوئی بجلی اور چمکتا ہوا آفتاب ہے۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ

۱۱۔ ستّر ہزار فرشتے وجد کرتے ہیں اور فرشتوں میں وہ صوفی کہلاتے ہیں

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رونق کے نور سے ستّر ہزار مقرّب فرشتے پیدا کئے ہیں۔ ان کو عرش و کرسی کے درمیان حضورِ انس میں کھڑا کیا ہے۔ ان کا لباس سبز صوف کا ہے۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہیں۔ وہ وجد کرنے والے ہیں۔ عاشق و حیران اور عاجزی کرنے والے ہیں مست ہیں جب سے پیدا ہوئے ہیں۔ رکن عرش سے کرسی تک سخت شیفتگی کی وجہ سے وجد کرتے پھرتے ہیں۔ اور آسمان والوں کے صوفی کہلاتے ہیں۔

نسبت میں ہمارے بھائی ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام ان کے مرشد ہیں جو ان کی رہبری کرتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے رئیس و متکلّم ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کا انیس اور مالک ہے۔ ان پر سلام اور تحیتہ واکرام ہو۔

(حوالہ کتاب بہجتہ الاسرار و معدن الانوار)

آپ نے جو قرآن کی آیات کی رو سے سماع کی فضیلت و قبولیت بیان کی ہیں۔ ان آیات کو جوازِ سماع کے باب میں درج کر دیا گیا ہے۔

۱۲۔ حقیقتِ سماع

یہ سماع جس کا سننا ہے (جائز ہے) جس کے بارے میں اہلِ ایمان بھی اختلاف نہیں کرتے۔ اسکے سننے والوں کے بارے میں یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ وہ صاحبِ عقل اور ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ وہ سماع ہے کہ اس کی حرارت کی برودت (ٹھنڈک) سے متاثر ہو کر آنکھوں سے اشک باری کا سبب بنتی ہیں۔ کبھی یہ آنسو حزن و ملال کے آنسو ہوتے ہیں۔ کہ حزن و ملال میں حرارت ہے۔ کبھی یہ ذوق و شوق کے آنسو ہوتے ہیں۔ اور شوق بھی (مزاجاً) گرم ہے۔ بس جب ان صفات سے متصف سماع، اس صاحبِ دل پر اثر آفرین ہوتا ہے جو یقین کی برودت سے مملو اور پُر ہے تو اس تصادم سے آنسو ٹپکنے اور

بہنے لگتے ہیں۔ اور جب دل میں سماع کا نزول ہوتا ہے تو وہ نزول دو طرح کا ہوتا ہے۔ اگر وہ نزولِ خفیف ہے تو اس کا اثر جسم پر ظاہر ہوتا ہے اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ

ترجمہ:- (اس کلام کے اثر سے) ان لوگوں کی جلدوں کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔

(پارہ ۲۳ سورہ الزمر آیت ۲۳)

حضرت زید بن انعم رضی سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرات فرمائی۔ قرآنِ پاک سن کر تمام حاضرین پر رقت طاری ہوگئی۔ اس وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحابِ کرام رضی سے کہ رقت کے وقت دعا کو غنیمت جانو۔ یعنی جب رقت طاری ہو تو دعا مانگا کرو۔

جناب امِ کلثوم رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بندے کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہوجائیں۔ تو اس وقت اس بندے سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح سوکھے درخت سے سوکھے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

اور یہ بھی حدیث شریف میں درج ہے کہ جب بندے کے جسم پر اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونگٹے کھڑے ہوجائیں تو

اللہ تعالیٰ اس بندے پر دوزخ حرام کردیتا ہے اور یہ وہ
تمام امور ہیں۔ جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ
اس میں اختلاف کی گنجائش ہے۔

تشریح : اور یہی قرآن مجید اور حدیث شریف اشعار
کی شکل میں جو جس زبان کو جانتا ہے۔ اسی زبان میں
لحن کے ساتھ پڑھتا ہے۔ تو اس کے قلب میں رقت
پیدا ہوتی ہے۔ اور رقت قلب کی وجہ سے کسی کی آنکھوں
میں آنسو آجاتے ہیں۔ اور کسی کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے
ہیں اور کوئی وجد کرنے لگتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس
تشریف لائے اس وقت دو کنیزیں آپ کے پاس گا
رہی تھیں۔ اور دف بجا رہی تھیں۔ اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ردائے مبارک اوڑھے ہوئے
لیٹے تھے۔ ان لونڈیوں کو گاتے اور دف بجاتے پاکر
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو جھڑکا۔ اس
وقت سرکارِ دو عالم نے روئے مبارک سے چادر
ہٹا کر فرمایا " ان دونوں کو چھوڑ دو (مت جھڑکو) آج

عید کا دن ہے۔

سماع کا مطلق انکار نہیں کرنا چاہیئے

سماع کا مطلقاً (بالکل) انکار ممنوع ہے۔ کیونکہ بغیر کسی صراحت کے سماع کا انکار تین حال سے خالی نہیں ہوگا۔ اوّل۔ یہ کہ منکرِ سماع سنن و اخبار سے واقف نہیں ہے۔ یا وہ اپنے نیک کاموں پر مغرور ہے۔ یا وہ ایسا مُردہ دل ہے اور بدذوق ہے کہ اپنی مردہ دلی اور بدمذاقی کی وجہ سے اس کا انکار کر رہا ہے۔ اور اب ہم ان تینوں باتوں کے وجوہ انکار کا ایک ایک کرکے جواب دیتے ہیں۔

اگرچہ پہلی صورت یہ ہے یعنی وہ آثار و اخبار سے ناواقف ہے تو انکار کرنے والے کو وہ حدیث پڑھنا چاہیئے۔ جو ہم اس سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی پیش کر چکے ہیں۔ اور دیگر آثار و اخبار جو اس سلسلے میں موجود ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض لوگوں کو رقص (وجد) کرنے کی اجازت دی تھی جیسے مسجد نبوی میں حبشیوں کا رقص کرنا اور حضرت عائشہ رضؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس رقص کا دیکھنا۔ لیکن یہ اسی وقت ہے کہ رقص

کرنے والے کی حرکات اور اس کی جنبش ان مکروہات سے پاک ہو جن کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ فرمایا کہ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ (یعنی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے) تو یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ خوب اچھلے اور کودے (وجد کیا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر طیارؓ سے جب یہ فرمایا کہ تم خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہو تو وہ بھی کمال مسرت سے خوب اُچھلے اور کودے (وجد کیا)، نیز آپؐ نے حضرت زیدؓ بن حارثؓ سے فرمایا اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا (تم ہمارے بھائی اور ہمارے مولا یعنی غلام ہو) تو یہ بھی خوشی سے اچھلنے لگے (وجد کرنے لگے)۔

دوسری صورت اور وجہ انکار یہ ہے کہ منکر کو اپنے نیک کاموں پر فخر و غرور ہے اس لئے وہ سماع کا منکر ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تسلیم ہے تم اپنی عبادت کے باعث مقرب بارگاہِ الٰہی ہو تو ذرا غور کرو کہ تم کو یہ درجہ اُس لئے حاصل ہوا کہ تمھارے اعضاء عبادت میں مشغول رہے اور اگر تمھارے دل کی یہ نیت نیک نہ ہوتی تو تمھارے جوارح یعنی ہاتھ و پاؤں کو اس عمل (وجد) کی بھی قدر نہ ہوتی اس لئے کہ تمام اعمال نیتوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ (اِنَّمَا الاعمال بِالنِّیات)

ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی ہے یعنی عملوں کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اس نیک نیتی کی بنا پر تم اللہ تعالیٰ کی طرف امید و بیم سے دیکھتے ہو۔ بس اسی طرح جب کوئی صوفی یا درویش شعر سنتا ہے تو وہ اس شعر کے مفہوم پر غور کر کے اپنے پروردگار کی طرف شادی (خوشی)، یا غم یا عاجزی اور نیازمندی کے ساتھ دیکھتا ہے اسی تاثر سے اس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بے چین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب درویش (صوفی) کسی پرندے کی آواز سنتا ہے اور وہ دلکش آواز اس کو پسند آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت اور قدرت پر غور کرنے لگتا ہے۔ کہ معبود برحق نے اس پرندے کا گلا کتنا اچھا بنایا ہے اور اس کو کس طرح آواز نکالنے پر قابو دیا ہے۔ اور کس طرح یہ اچھی آواز اس کے گلے سے نکل رہی ہے اور کانوں تک پہنچ رہی ہے بس اسی فکر میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کے ذکر میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح جب وہ کسی خوش گلو شخص کی آواز سنتا ہے تو اس وقت اسی قسم کے تصوّرات اور خیالات اس کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس وقت اس کا دل ذکرِ حق میں مشغول ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک نیک اور صالح شخص کا واقعہ ہے جو یہاں
بیان کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں سمندر کے
کنارے جدہ کی ایک مسجد میں معتکف تھا ایک روز
میں نے اس مسجد کے ایک گوشہ میں لوگوں کو شعر خوانی
میں مصروف پایا۔ اور ان کی یہ شعر خوانی مجھ کو بہت
ناگوار معلوم ہوئی۔ اور میں نے دل میں کہا کہ یہ کیسے لوگ
ہیں جو اللہ کے گھر میں شعر خوانی کر رہے ہیں۔ اسی روز
رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا اور
میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی گوشہ میں تشریف فرما ہیں اور
آپ کے پہلو میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تشریف رکھتے
ہیں۔ اور کچھ اشعار پڑھ رہے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم توجہ سے اشعار سن رہے ہیں۔ اور اپنا
دست مبارک سینۂ اقدس پر اس طرح رکھے ہوئے
تھے جیسے کوئی وجد کی حالت میں ہو۔ یہ دیکھ کر میں نے
اسی عالم میں اپنے دل میں کہا کہ مجھے ان لوگوں کو برا
نہیں سمجھنا چاہئے تھا۔ جو دن کے وقت گوشۂ مسجد
میں شعر سن رہے تھے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ اشعار پڑھ رہے ہوں اور حضورِ اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم سماعت فرما رہے ہوں۔ اور اسی عالم رویا میں، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اشعار سماعت فرما رہے ہیں کہ "یہ حق۔ باحق یا "حق از حق" ہے۔

سماع کے منکر کے جذبات مُردہ ہیں

کبھی کبھی سماع کا انکار ایسا شخص کرتا ہے جس کا دل مردہ ہے۔ اور اس کی طبیعت جامد ہے۔ یعنی اس میں رونق سماع ہی نہیں۔ تو اس وقت کہا جائے گا کہ وہ اس نامرد شخص کی طرح ہے۔ جو لذّت جماع سے نا آشنا ہے۔ گویا وہ ایک نابینا ہے جو حُسن وجمال کی رعنائیوں سے بیگانۂ محض ہے۔ اور جو شخص نا آشنائے رنج وغم ہے وہ رنج وغم اور استرجاع یعنی "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" کو کیا جانے۔

حضرت شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ کا قول

حضرت شیخ ابوطالب مکیؒ اپنی تصنیف "قوت القلوب" میں فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص مطلقاً اور مجملاً سماع کا منکر ہے تو اس طرح وہ ستر صدیقین

کا منکر ہے۔ اگرچہ ہم کو اس بات کا علم ہے۔ اس صورت انکارِ سماع سے ہم قاریوں اور عابدوں کے دلوں سے نزدیک ہو جائیں گے وہ عابد و قاری جو سماع کے منکر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم اس سے انکار نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ ہم ان قاریوں اور عابدوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور ہم نے اپنے اسلاف اور حضرات تابعین سے سماع کے سلسلے میں جو کچھ سنا ہے اس کا اُن لوگوں کو علم نہیں ہے۔ اور اوپر جو کچھ کہا گیا ہے یہ حضرت ابوطالب مکیؒ کا قول ہے۔ جن کو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اقوال و آثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بہت زیادہ علم تھا اور اس علم کے ساتھ اس مسئلے میں انہوں نے اجتہاد سے بھی کام لیا ہے۔ اور اس مسئلے کی انہوں نے صحیح حقیقت معلوم کی ہے۔

(حوالہ کتاب عوارف المعارف باب ۲۲ سماع کی فضیلت)

حضرت عبدالحق صاحب محدث دہلوی

سماع کے متعلق اس سے قبل بھی آپ کے حوالے اس کتاب میں موجود ہیں لیکن تسلسل کی وجہ سے کچھ حوالے یہاں پھر پیش کئے جا رہے ہیں۔

بعض عرفاء فرماتے ہیں کہ سماع ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو تجلیاتِ صفات کے اہل اور ارباب وجد میں سے ہیں۔ جن پر احوالِ مختلفہ اور صفاتِ متبا ئنیہ کا گذر ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جن پر ذات کی تجلی ہوتی ہے۔ اُن کا مقام سب سے بلند وارفع ہے۔ اباحت کے قائل حضرات کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کی جماعتِ کثیرہ جن میں عشرہ مبشرہ کے بھی کچھ حضرات شامل ہیں اور تابعین و تبع تابعین و اتباع تبع اور دیگر علماء محدثین و علماء دین کا جمِ غفیر جو صاحبان زہد و تقویٰ اور ارباب علم و عبادت ہیں۔ ان سے غنا اور اس کا سماع مروی ہے۔ اور انہوں نے ان سے اس باب میں اتنی روایات و حکایات بیان کی ہیں۔ جو بہت کافی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا سماع غنا میں مشغول ہونا مستفیض و مشہور ہے اور ان کو جن فقہاء و حفاظ اور اربابِ تواریخ نے دیکھا ہے اسے نقل کیا ہے۔

اُن کے زمانے میں اُن کے چچا حضرت علی مرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے اور وہ جمیلہ کے گھر جاتے۔ جو بہترین گانے والی تھیں۔ اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ ان کے سوا اور کسی کے لئے اپنے گھر میں غنا نہیں کرونگی۔ اور وہ ان کے لئے گاتیں اور اس نے چاہا کہ ان کے گھر میں آکر ان کو سنائے اور

اپنی قسم کا کفّارہ دے دے ۔ تو انہوں نے اسے منع کر دیا۔
کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے ہمسایہ بتاتے
ہیں وہ گاتی تھیں اور ان کے لئے بربط بجاتی تھیں ۔
(حوالہ کتاب مدارج النبوت حصہ اوّل)

حضرت امام ابو یوسفؒ

حضرت امام ابو یوسفؒ شاگرد امام اعظم سے
منقول ہے کہ وہ اکثر ہارون رشید کی محفل میں ہوتے
تھے اور ہارون رشید کی محفل میں غنا ہوتا تھا۔ آپ
سنتے اور اثر پذیر ہوتے تھے ۔ امام مالکؒ سے غنا کا
مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے شہر
میں علماء کرام کو اس کا منکر نہیں پایا (آپ ہمیشہ مدینہ
منورہ میں رہتے تھے) اس کا منکر وہی ہے جو اندھا
جاہل اور عراقی ہے اور جس کی طبیعت مردہ ہے۔ اسی
طرح امام غزالیؒ نے اس میں نقل فرمایا ہے ۔ اور
امام قشیریؒ استاد ابو المنصور اور قفال وغیرہ سے
اس کی اباحت کی حکایت کی گئی ہے ۔
حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں
مروی ہے کہ وہ سماع میں تشریف لاتے تو سماع میں
انکی کمر سیدھی ہو جاتی تھی ۔ کیونکہ کبر سنی کی وجہ سے

ان کی کمر جھک گئی تھی۔ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم، فقیہ، حنفی اور حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص تھے۔

حضرت یونس بن عبدالاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعیؒ سے اہل مدینہ کا سماع کی اباحت کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں حجاز کے کسی ایسے عالم سے واقف نہیں جس نے سماع کو مکروہ جانا ہو۔ البتہ انہیں جانتا ہوں جنھوں نے اس کی تعریفیں کی ہیں۔

(حوالہ مدارج النبوت حصہ اوّل)

حضرت میر عبدالواحد بلگرامیؒ

آپ اپنی کتاب سبع سنابل میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں گانا اور قوالی بکثرت ہوا کرتی تھی۔ اگرچہ گانا اور قوالی تمام خواجگان چشت قدس اللہ ارواحہم کا طریقہ اور روش ہے۔ مگر آپ کے زمانے میں اس کا بہت چرچا تھا اور حضرت امیر خسروؒ نے فنون موسیقی میں کچھ اور ہی بات پیدا کر دی تھی۔ اور ایک نیا اسلوب اسے دیا تھا۔ حالانکہ حضرت امیر خسروؒ کمال تقویٰ اور دیانت

سے آراستہ اور کثیر در کثیر علم وفن سے پیراستہ تھے۔
اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ
اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا
کہ دنیا سے کیا لائے ہو تو میں امیر خسروؒ کو حاضر کر دوں گا۔
کہ اس مردِ سلیم کو حاضر لایا ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام

ایک درویش نے ایک درویش کو بتلایا کہ جس روز
حضرت سلطان المشائخ کے یہاں مجلسِ سرود وسماع
ہوتی ہے۔ اس روز حضرت خضر علیہ السلام تشریف لاتے
ہیں اور جوتوں کی نگہبانی فرماتے ہیں۔ وہ شخص قوالی والے
دن آپ کی خانقاہ میں حاضر ہو گیا۔ حضرت خضر علیہ السلام
سے ملاقات کی اور ان سے خوب فیض حاصل کیا۔

میری جان سماع میں جائے

ایک روز حضرت مخدوم شیخ فرید گنج شکرؒ اللہ تعالیٰ
کی بارگاہِ قرب میں مسرور تھے اسی حالت میں آپ نے
ارشاد فرمایا " بابا نظام الدین " اس وقت جو مانگنا
چاہتے ہو مانگ لو۔ آپ نے دین پر استقامت طلب

کی۔ حضرت مخدوم شیخ فریدؒ کے پردہ فرمانے کے بعد آپ کی خانقاہ میں جب کبھی گانا یا قوالی ہوتی اور حضرت سلطان المشائخ پر رقت و کیفیت طاری ہو جاتی تو آپ افسوس کرتے کہ میں نے اپنے پیر دستگیر سے دین کے کام میں استقامت چاہی۔ یہ کیوں نہ مانگا کہ میری جان سماع میں جائے۔

منقول ہے حضرت سلطان المشائخ کو پوربی پُردہ (ایک قسم کا گانا) بہت پسند تھا۔ ایک مرتبہ بعض حاضرین نے دریافت کیا کہ حضرت مخدوم پوربی پردہ بہت سنتے ہیں اور یہ آپ کو بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا "ہاں صحیح ہے" ہم نے ندائے "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" اسی پُردہ میں سُنی تھی۔

نقل ہے کہ امام شمس الآئمہ کرگانی نے شیخ المشائخ مودود چشتی قدس سرہٗ سے فرمایا کہ اے شیخ ہم فقہ کی روایت نہیں کرتے اور نہ مسئلہ شرعی سے بحث کرتے ہیں۔ ہم آپ سے آپ ہی کے اصول کے مطابق سوال کرتے ہیں کہ آپ کی کیا رائے ہے

سماع بہتر ہے یا نفل نماز؟

شیخ نے فرمایا کیا اصطلاحِ سلوک کے موافق سوال

کرتے ہیں؟ عرض کیا" ہاں" شیخ نے فرمایا: آپ علماء دین سے ہیں خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اگر کوئی شخص "دوگانہ نماز" خلوص قلب سے ان شرائط و ارکان کے ساتھ ادا کرے جو وارد ہیں۔ تو صرف قبولیت کی امید ہوتی ہے۔ اللہ چاہے تو قبول فرمائے اور چاہے تو رد فرمائے۔ شیخ الائمہ نے فرمایا" بیشک" شیخ نے فرمایا کہ اس میں قبولیت کا احتمال ہے۔ جبکہ السماع جذبۃ من جذبات الحق سماع حق کی کششوں میں سے ایک ہے کشش۔ وہ یقیناً" مقبول" تم خود عقلمند اور بات کی تہہ تک پہنچنے والے ہو۔ خود انصاف کرلو۔ نظر میں تو یہ بات صحیح اور درست ہے اس لئے نماز دوسرے اعمال جوارح کی مانند ہے۔ اور ردّ و قبول کے ما بین ہے۔ سماع و وجد عطیہ خداوندی اور بخشش ہے۔ اگر بعض بخشش عمل کا نتیجہ ہیں۔ اور بعض احسانِ محض۔ لیکن سماع عین عنایت ربانی اور مقبولیت صمدانی ہے۔ اور اس میں عدم قبول کا شائبہ بھی نہیں۔

(حوالہ کتاب سبع سنابل)

حضرت خواجہ ممشاد دینوریؒ

حضرت خواجہ ممشاد دینوریؒ سے حکایت ہے کہ انہیں خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ تو آپ نے اجتماع سماع کے متعلق خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں البتہ "قرآن شریف سے شروع کرو اور قرآن شریف پر ختم کرو۔"

حضرت امام یوسفؒ

حضرت امام یوسفؒ سے روایت ہے کہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے روبرو سماع کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا۔ مجھے یہ پسند ہے۔ میرا کوئی قرض خواہ ہوتا۔ اور وہ میرا پیچھا کرتا اور مجھ پر قسم کھالیتا کہ وصول کر کے مانونگا اور مجھے ایسی جگہ پہونچا دیتا جہاں سماع ہو رہا ہو۔ تو میں سماع میں مشغول ہو جاتا اور قرض خواہ کو بھول جاتا۔

حضرت خواجہ علو دینوریؒ

یہ اپنے مرشدانِ برحق کا عرس کرتے اور عرس کے روز سماع سنتے۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت شیخ کے عرس کے روز سماع سنتے ہیں۔ اس میں کیا راز ہے؟

شیخ نے فرمایا۔ کہ ہمارے پیغمبر مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نیز ہمارے مشائخ نے سماع سُنا۔ آج عرس کا روز ہے۔ آج ہمارے مشائخؒ کو وصالِ حبیب نصیب ہوا ہے کہ "الموت جسرٌ یُوصِل الحبیب الی الحبیب" موت ایک پُل ہے جو حبیب کو حبیب تک پہونچاتا ہے۔ ہم اپنے شیخ کے وصال کی خوشی میں سماع سنتے ہیں۔ کہ جس طرح وصال دوست نے ان کی دستگیری کی۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے صدقے میں ہماری بھی دستگیری کرے۔ (آٹھویں سیر)

حضرت شیخ ابواحمد چشتیؒ

حضرت شیخ ابواحمد چشتیؒ تک کسی نے یہ بات پہونچائی کہ ایک مجتہد فضیل کہتا ہے کہ سماع مطلقاً نہ سننا چاہیئے یہ سُن کر شیخ نے فرمایا کہ اللہ تو ڈھکی چھپی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اگر ابواحمد کوئی بدعت کرتا ہے تو اسے سزا دے ورنہ فضیل مکیؒ کو ادب کی توفیق دے۔

اسی وقت سرخ ہوا کا ایک تیز جھونکا فضیل مکیؒ پر گزرا۔ کہ اس کی ناک بیٹھ گئی اور بینس ہوگئی۔ اطبا جتنا علاج کرتے فضیل مکی کا مرض اتنا ہی بڑھتا جاتا۔ فضیل مکیؒ نے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی۔ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ تو عرض کیا کہ آقا

دعا فرمائیے کہ مجھ سے یہ بینس کی تکلیف جاتی رہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم شیخ ابو احمد کے سماع کا انکار کیوں کرتے ہو۔ اور اس کے سماع کا انکار اس کے مشائخ کے سماع کا انکار ہے۔ اور ان کے مشائخ کے سماع کا انکار" ہمارے سماع کا انکار ہے" اور جو شخص مشائخ دین و ملّت کا انکار کرتا ہے۔ یہی دیکھتا ہے جو تم نے دیکھا ہے۔ اگر اس مصیبت سے خلاصی چاہتے ہو۔ تو شیخ ابو محمد کی مجلس سماع میں صدق دل سے حاضر ہو جاؤ۔ فضیل مکی شیخ ابو محمد کی مجلسِ سماع میں حاضر ہوئے۔ اور سماع کا انکار دل سے دور کیا۔ فوراً ہی جیسے تھے۔ ویسے ہی تندرست ہو گئے۔ جب شیخ سماع سے فارغ ہوئے اور ان کی نظر فضیل مکیؒ پر پڑی تو فرمایا۔ اے فضیل! سماع اور اہل سماع کے مقامات کو دیکھا؟ کہا کہ ہاں دیکھا اور روبرو دیکھا۔ جو سماع حضرت کا معمول ہے وہ خالقِ کائنات تبارک و تعالیٰ کے اسرار میں سے ہے۔ ہم جیسے عوام النّاس کو اس پر اطلاع نہیں۔

(حوالہ کتاب سبع سنابل۔ دوسرا سنبلہ، ساتواں سنبلہ، آٹھویں و دسویں سیر)

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحبِ سماع تھے اور سماع میں وجد کرتے تھے۔ اور اکثر فرماتے تھے کہ وجد دل کا ایک راز ہے۔ کہ جب اس میں تحریک ہوتی ہے تو انسان پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ اور سماع دردِ الٰہی ہے۔ جس نے اس کو سچائی کے ساتھ سنا وہ حق تک پہونچ گیا۔ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے خلیفہ ہیں اور آپ کا وصال ۴ محرم ۱۱۱ھ میں ہوا۔

حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو سماع بہت مرغوب تھا۔ اور کسی وقت بھی گریہ وزاری کی وجہ سے آنسو خشک نہیں ہوتے تھے۔ آپ کا وصال ۷ صفر ۱۷۷ھ میں ہوا ہے۔

حضرت شیخ خواجہ فضیل بن عیاض قدس سرہ

آپ سماع کو پسند فرماتے تھے اور صاحبِ کرامت وعظمت بزرگ تھے۔ اور تین تین چار چار روز کے بعد افطار کرتے تھے اور پانچ سَو ۵ رکعت نماز روزانہ پڑھتے تھے اور دو ۲ قرآن شریف روزانہ تلاوت فرماتے تھے۔

آپ کا وصال ۳ ربیع الاوّل ۱۸۷ھ کو ہوا۔

حضرت شیخ ممشاد علو دینوری قدس سرہٗ

(بعض کتابوں میں نام علی دینوری لکھا ہے) آپ کا ذکر سبع سنابل کے آٹھویں سیر میں بھی آچکا ہے۔ تسلسل کے لئے یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔

سماع کو آپ پسند فرماتے تھے۔ اور اپنے مشائخ کا عرس اہتمام سے کرتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت سماع میں کیا اسرار ہے جو آپ اس قدر پسند فرماتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اس کے اسرار تو میں بیان کرنے پر قادر نہیں۔ سمجھنے کے لئے یوں سمجھ لو کہ جب رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ اور سارے اولیاء کرامؒ، بزرگان عظامؒ نے سماع کو درست سمجھا ہے تو میں بھی ان کی سنّت پر گامزن ہوں۔ "سماع" اسرار الٰہی میں سے ایک سرّ ہے جو ہر شخص کے سمجھنے کے لائق نہیں۔ اگر سماع کا راز لوگوں پر روشن ہو جائے تو پھر سماع کے بغیر لوگوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی چین نہ ملے۔

ظاہر میں لوگ سمجھتے ہیں کہ صوفیاء کرام قوالوں کا گانا سن کر وجد کر رہے ہیں لیکن صاحب حال وجد کو دراصل آوازِ قدسی پر بےخودی طاری ہوتی ہے، آپ کا

وصال ۱۴ محرم ۲۹۹ھ میں ہوا ہے۔

حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی قدس سرہٗ

حضرت سماع کے بہت شوقین تھے کسی عالم شرع نے ان پر اعتراض نہیں کیا۔ ان پر جب کیفیت طاری ہوتی تو در و دیوار جنبش میں آجاتے۔ اگر ان کی مجلس سماع میں کوئی بیمار شریک ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے صحت یاب کر دیتا۔ آپ نے فرمایا کہ سماع کے دوران اسرار الٰہی ظاہر ہوتے ہیں۔ اور دل آئینہ کی طرح روشن ہو جاتا ہے اہل سماع اس لئے روشن ضمیر ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابو احمد چشتی قدس اللہ سرہٗ

آپ کو سماع بہت ہی مرغوب تھا۔ صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر سات سو کفار مشرف بہ اسلام ہوئے اور آپ کی محفل میں اکثر حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہٗ تشریف لایا کرتے تھے اور آپ کی مجلسِ سماع میں شریک ہوتے تھے آپ کا وصال جمادی الآخر ۳۵۵ھ میں ہوا اس سے قبل آپ کا ذکر کتاب سنابل کے حوالے میں بھی آچکا ہے۔

حضرت شیخ ابو محمد چشتی قدس سرہٗ

ایک دن آپ کے والد ماجد حضرت ابو احمد چشتی سماع سن رہے تھے۔ اور قوال اشعار پڑھ رہے تھے۔ عالم وجد و کیف میں آپ کی نظر کیف اثر حضرت ابو محمد پر پڑی آپ نے پکارا چلے آؤ۔ حضرت ابو محمد چشتی مدہوش مجلس سماع میں شریک ہو گئے۔ اور دیر تک کیف و ذوق میں رہے۔ پھر بے خود ہو کر گر پڑے، سات روز تک ان پر وہی عالم کیف و وجد طاری رہا۔ نماز کا وقت ہوتا تو قوال رک جاتے۔ اور آپ نماز ادا کرتے۔ پھر مجلس سماع شروع ہو جاتی اور آپ پر بے خودی طاری ہو جاتی۔ سات روز تک یہ حالت دیکھ کر آپ کے والد ماجد نے قوالوں کو خاموش ہو جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابو محمد چشتی کو ہوش آگیا۔ قوالوں کو خاموش دیکھ کر آپ نے آسمان کی طرف نظر کی۔ اور فرمایا "قولو! قولو" بس اسی دم عالم غیب سے نغمہ کی آواز آنے لگی۔ اور حضرت ابو محمد چشتی پھر سماع میں مشغول ہو گئے اور حاضرین بھی اس آواز کو سن کر مکیف ہوئے۔ یہاں تک کہ متواتر تین یوم تک اسی طرح آسمان سے نغمہ کی آواز آتی رہی اور ابو محمد چشتی سماع فرماتے رہے۔ پھر ہوش میں آئے تو اپنے والد ماجد یعنی شیخ کے قدموں کو چوم کر فرمایا

کہ حضرت! جو فتح یاب سماع میں ہوتا ہے۔ کسی شغل سے میسّر نہیں آتا۔ سو برس تک بھی اگر کوئی شخص ریاضت شاقہ اور مجاہدہ کرے تو اس مرتبہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ جو اسے ایک مرتبہ کے سماع میں حاصل ہوتا ہے۔ حضرت ابو احمد چشتی نے فرمایا کہ اے ابو محمد! سماع رازِ سربستہ ہے۔ اسے پوشیدہ ہی رکھنا چاہیئے۔ بیچارے عوام اس کی تاب نہیں لا سکتے۔ اگر میں سماع کے راز کو ظاہر کر دوں تو ساری دنیا سماع میں مبتلا ہو جائیگی اور دنیا والے اللہ سے سوائے سماع کے اور کسی نعمت کے طلب گار نہیں ہوں گے۔ آپؒ کا وصال ۴ ربیع الثانی ۱۱ ۴سمہ ھ میں ہوا۔

حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی قدس اللہ سرہٗ

سماع کی حالت میں حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ کی پیشانی مبارک سے ایک ایسا نور ظاہر ہوتا۔ جو آسمان تک منور کر دیتا۔ اور آپؒ کے سماع پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ حضرت خواجہ ابو بکر شبلی قدس سرہٗ العزیز اکثر آپ سے ملنے کے لئے تشریف لاتے۔ اور جب آپ کے چہرۂ مبارک پر نور دیکھ لیتے تب سماع فرماتے۔ اور وجد میں آتے۔ لوگوں نے آپ سے

پوچھا کہ اے شیخ! کہ آپ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی کو دیکھ کر کیوں سماع فرماتے ہیں آخر کیا راز ہے؟ آپ نے فرمایا "لوگو"، تم کیا جانو کہ خواجہ ناصر الدین کے دیدار سے شبلی اپنے مطلوب حقیقی تک پہونچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے الطاف وکرم سے اسقدر نوازا ہے جو حد بیان میں نہیں آسکتے (خواجہ ابو یوسف چشتی کا لقب خواجہ ناصر الدین ہے)

سماع کی برکت

ایک مرتبہ ایک شخص نے خواجہ ابو یوسف چشتی سے پوچھا کہ اے حضرت اگر سماع اسرار الہٰی ہے تو حضرت جنید بغدادیؒ جو سید الطائفہ ہیں اور قطب وقت ہیں کیوں اس سے تائب ہو گئے۔ آپ نے جواب دیا کہ حضرت ابو بکر شبلیؒ جو ان کے خلیفہ اور صحبت ہیں۔ وہ تو برابر میری محفل سماع میں شریک ہو کر سماع سنتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ نے چونکہ احوال اور اخوانِ سماع میں دشواری محسوس کی اس لئے توبہ کر لی اور جس کو اخوانِ سماع میسّر نہ ہوں۔ بلاشبہ ان کو سماع سے توبہ کر لینا ہی مناسب ہے۔ "قسم ہے اللہ" کی اگر حضرت جنید بغدادیؒ میری مجلس میں شریک ہوتے تو ہرگز توبہ نہ

کرتے۔ اے عزیز! سماع سے جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ سنو سال کی عبادت سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ آپ کا وصال ۱۲ ؍رجب ۵۹ھ میں ہوا۔

حضرت خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہٗ

حضرت خواجہ مودودی چشتیؒ کو سماع کا بہت زیادہ شوق تھا۔ اور آپ کی مجلس سماع میں علماء اور مشائخ بہت بڑی تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ اور چھوٹے اور بڑوں کے لئے انواع و اقسام کے نفیس اور لذیذ کھانے مہیّا کئے جاتے۔ مجلس کا آغاز اور اختتام کلام پاک سے ہوتا۔ حضرت خواجہ کبھی دوران سماع اتنا رونے کہ سب پر گریہ طاری ہوجاتا اور اکثر لوگوں کے سامنے سے غائب ہوجاتے اور دیر کے بعد نمودار ہوتے حاضرین میں سے ایک مرتبہ ایک شخص نے دریافت کیا حضرت! حالت سماع میں آپ لوگوں کے درمیان سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اس میں کیا راز پوشیدہ ہے۔ آپ نے جواب دیا عزیز من! صاحبِ سماع محبوب کا نورانی لباس جب زیب تن کرلیتا ہے اور سب سے بیگانہ ہوکر اس کے ساتھ یگانہ ہوجاتا ہے اور محبوبِ حقیقی اپنی کشش سے اسکو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اپنا لباس

پہنا کر اپنا جیسا بنا لیتا ہے۔ پھر وہ عام لوگوں کو کس طرح نظر آئے گا۔ جن کی آنکھیں نور معرفت سے روشن ہیں وہی اس مقام کو پا سکتے ہیں۔ اور سماع کے بارے میں تفصیل کے ساتھ بیان بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر شمہ بھی بیان کروں تو لوگ مجھے دار پہ کھینچ دیں گے اور جب ہمارے پیروں نے سماع کے راز کو پوشیدہ رکھا۔ تو پھر میں ایسا کم حوصلہ نہیں ہوں کہ ان کے راز کو پوشیدہ نہیں رکھوں اور فاش کر دوں۔

علماء بلخ سے مباحث

حضرت خواجہ مودود چشتیؒ جب بلخ کے نزدیک پہونچے۔ تو وہاں کے عوام۔ جن میں علماء امراء و مشائخ اور اکابرین شامل تھے۔ آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے۔ اور بہت عزت و احترام سے آپ کو شہر لائے اور ان کی خدمت گزاری میں مصروف ہو گئے۔ شہر کے علماء نے کہا کہ نواحِ چشت سے ایک شخص اپنے ہزاروں بدعتی مریدوں کو لیکر یہاں آ گیا ہے۔ خود تو سماع و سرود سنتا ہی ہے۔ اب اس شہر کے لوگوں کو بھی ورغلانا چاہتا ہے۔ ہم لوگوں کو اسے موقع نہیں دینا چاہیئے۔ ضروری ہے کہ اس کا امتحان لیا جائے۔ اگر اس سے علم الدنی

حاصل ہے۔ اور اپنی کرامت کی نشانیاں ہم پر ظاہر کرتا ہے تو خیر ورنہ اسے الزام لگا کر شہر بدر کر دیا جائے اس منصوبے کے ساتھ جمعہ کے روز تقریباً چار سَو علماء اور مفتیانِ بلخ کی جامع مسجد میں جمع ہوئے۔ حضرت خواجہ بھی نماز جمعہ ادا کرنے آئے ہوئے تھے۔ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد مخالفین کی جماعت حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کے گرد جمع ہو گئی۔ آپ سے سوالات کئے۔ جب ہر سوال کا تسلّی بخش جواب مل گیا تو پھر اعتراض اٹھایا "سماع سننے پر"

حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ جب ہمارے پیران سلاسل نے جو علوم ظاہری و باطنی میں کمال رکھتے تھے۔ اور کبھی کوئی فعل خلاف شرع نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے سماع کو بدعت نہیں سمجھا۔ بلکہ اس کے پابند رہے اور خاصکر حضرت ابراہیم بن ادہم قدس اللہ سرہٗ جو کہ تم لوگوں کے بھی شیخ اور مقتدا ہیں۔ اور تم لوگ ان کی ذات بابرکات پر فخر کرتے ہو۔ سماع سنتے رہے اور کبھی منع نہیں کیا اور ہم تو ان کے مرید اور عقیدتمند ہیں اور ان کی پیروی کو فرض عین سمجھتے ہیں تو ہم کسطرح سماع سے باز آئیں۔ ان لوگوں نے کہا۔ اے شیخ! حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کاملین روزگار اور مجتہدین میں تھے۔ وہ سماع سنتے تھے تو اکثر ہوا میں معلق رہ کر کبھی لوگوں

کو دکھلا دیتے تھے اگر تم ان کی پیروی کرتے ہو تو تم ان ہی کی طرح ہوا میں اڑ کر دکھلاؤ۔ ابھی وہ لوگ بول رہے تھے کہ حضرت خواجہ ہوا میں اڑ کر بلند ہوئے اور پرند کی طرح بجلی کی سی تیزی کے ساتھ ادھر اُدھر پرواز کرنے لگے۔ پھر آپ نیچے تشریف لائے۔ اس مجمع میں تقریباً دس ہزار آدمی تھے۔ سب حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ لیکن مخالفین پھر بھی نہ مانے۔ آپ کا وصال ماہ رجب ۵۲۷ھ میں ہوا۔

حضرت شیخ حاجی شریف زندنی قدس اللہ سرہ العزیز

سماع کے آپ بہت شوقین تھے آپ کی مجلسِ سماع میں مشائخ اور علماء بھی شریک ہوتے تھے اور کسی بھی عالم نے محفل سماع پر اعتراض نہیں کیا۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ حافظ قرآن تھے اور ہر دن اور ہر رات کو ایک ایک قرآن ختم کر لیتے۔ اور آپ صاحب سماع بھی تھے۔ آپ کا قیام جب بغداد میں تھا تو خلیفۂ وقت نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کو سماع سے منع کیا۔ اور کہا کہ سماع جائز ہوتا تو سید الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادی رح قدس اللہ سرہ

سماع ترک نہیں فرماتے ۔ خلیفہ چونکہ سلسلہ سہروردیہ سے تعلق رکھتا تھا ۔ اس لئے بعض علما کرام اور فقہا خلیفہ کے موافق تھے ۔ آخر میں خلیفہ نے حکم دیا کہ جو کوئی سماع سنے گا اس کو دار پر چڑھایا جائے گا ۔ اور مجلس سماع میں گانے والے قوال کو قتل کر دیا جائے گا ۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے جب یہ حکم سنا تو فرمایا سماع اسرار الٰہی میں سے ایک راز ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے ساتھ ہے ۔ اس کو پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا ۔ کسی کی مجال ہے کہ مجھ کو سماع سے روک دے ۔ میں تو اللہ تعالیٰ عزوجل سے دعا گو اور امیدوار ہوں کہ قیامت تک ہمارے مریدین اور فرزندان سماع سنتے رہیں اور کوئی شخص اہلِ سماع پر فتحیاب نہ ہو سکے ۔ خلیفۂ وقت سلسلہ سہروردیہ میں مرید ہے اس لئے اس پر حرام ہو گا ۔ لیکن ہمارے پیروں نے سماع سنا ہے اگر میں اس سے توبہ کروں اور ان کی پیروی نہ کروں ۔ تو میں زیاں کار سمجھا جاؤں گا ۔

مباحثہ کی دعوت

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا یہ جواب جب خلیفہ کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو بلوا بھیجا

کہ دربار میں آکر علماء کرام سے مباحثہ کریں۔ اگر علماء کرام سماع کے قائل ہوجائیں تو میں اپنا حکم واپس لے لونگا دربان جب حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے پاس پہونچا توآپ نے اسی وقت استخارہ کیا۔ اور روانہ ہوگئے۔ اور خلیفہ کے دربار میں پہونچے۔ خلیفہ نے تمام متبحر علماء کرام کو مباحثہ کے لئے جمع کیا تھا۔

معترضین کا انجام

حضرت خواجہؒ جیسے ہی دربار میں پہونچے۔ خلیفہ پر ایک ہیبت طاری ہوگئی۔ اور وہ وہاں سے اٹھ کر کنارے چلا گیا۔ اور علماء کرام بھی حضرت خواجہ کے جمال وجلال کی تاب نہ لاکر لرزہ براندام ہوگئے۔ اور اپنا سارا علم بھول گئے۔ یہاں تک کہ حروف ہجی بھی یاد نہیں رہا۔ بس پردہ خلیفہ نے بڑی ہمت دلائی اور تحریص وترغیب دلاکر ان کو تقویت دی۔ لیکن ان کے منہ پہ مُہر لگ گئی تھی۔ آخر ان لوگوں نے خلیفہ سے عرض کیا۔ اے امیر المومنین ہم لوگوں کا سارا علم نسیاً منسیاً ہوگیا۔ اور ہم خواجہ عثمان ہارونیؒ کی صورت دیکھ کر سب کچھ بھول گئے ہم کو ان کے ساتھ مباحثہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ پھر سارے علماء کرام اور فقہائے کرام

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا کہ اے خواجہ ہم لوگوں کی کیا مجال ہے جو سماع کو حرام بتائیں اور ہم لوگوں پر رحم فرمائیں۔ ہم لوگوں نے نے اپنی ساری زندگی تحصیل علم میں صرف کی ہے۔ اس وقت ہم لوگ بالکل کورے ہیں۔ ہمارا علم ہم لوگوں کو واپس کر دیں۔ اور اسے سلب نہ کریں۔

سماع کے متعلق حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی تشریح

حضرت خواجہؒ نے فرمایا۔ نادانو! تم لوگ سماع کی قدر کیا جانو۔ سماع کے لئے اخوان کی شرط ضروری ہے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کو چونکہ اخوان کی فراہمی مشکل ہوئی اس لئے انہوں نے اس کو ترک کر دیا۔ اگر وہ میرے زمانے میں ہوتے تو ہرگز سماع ترک نہ فرماتے۔ اور میرے لئے حضرت جنید بغدادیؒ کا سماع ترک کرنا حجت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ہمارے پیروں نے تو برابر سُنا ہے کسی نے بھی ترک نہیں کیا۔ اور مجھے تو ان ہی لوگوں کی پیروی کرنا لازم ہے۔ اور کیوں نہیں ان لوگوں کی متابعت کریں۔ علاوہ ازیں حضرت خواجہ شبلیؒ جو حضرت جنید بغدادیؒ کے جلیل القدر خلیفہ ہیں۔ حضرت ابو یوسف چشتی کی مجلس سماع میں اکثر شریک ہوتے تھے اور

حالتِ سماع میں نعمتوں سے مالا مال ہوئے۔ فضیل مکیؒ نے ایک مرتبہ ابو احمد چشتی کے زمانے میں سماع پر اعتراض کیا تھا۔ اس کی سزا بھگتنے کے بعد اس نے توبہ کی تھی۔ کیا تم لوگوں کو بھی حصولِ بلا کی تمنا ہے اور چاہتے ہو کہ چشتیوں کے برہان ظاہر کئے جائیں۔

ان لوگوں نے بہت ہی آہ و زاری کے بعد عرض کیا کہ حضرت اس سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہو گی، جو ہم لوگوں پر گزری ہے۔ ہم لوگوں نے برہانِ چشتیہ کا کافی مزا چکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اب رحم فرمائیے۔

پھر حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور جو علم سلب ہوا تھا سب کو واپس کر دیا۔ خواجہ کی توجہ خاص سے عرش سے فرش تک روشن ہو گیا۔ اور سب نے خواجہ کی خدمت اختیار کر لی۔ اور خلیفہ نے فرمایا کہ خواجہ عثمان ہارونیؒ کو سماع سے نہیں روکوں گا۔ اور پھر خواجہ صاحب اپنے کاشانہ پر واپس آئے۔ اور قوالوں کو طلب کیا اور سات روز تک محفل سماع سنتے رہے۔ اس کے بعد بغداد چھوڑ کر چلے گئے۔ بغداد سے روانہ ہوتے وقت آپ نے فرمایا تھا کہ اب یہاں (بغداد) میں سلسلۂ سہروردیہ کے ذریعہ محفلِ سماع ہو گی۔

اختلاف سماع تو حضرت جنید بغدادیؒ کے وصال کے

بعد شروع ہوگیا تھا کیونکہ آپ کا وصال ۲۹۷ھ میں ہوا ہے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے بعد زیادہ ہوگیا جس کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا وصال یہاں سے جانے کے بعد مکہ شریف میں ۵ شوال ۶۱۷ھ میں ہوا ہے۔

سماع میں اختلاف کیسے ہوا؟

جب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو حکم شاہی ملا کہ سماع بند کر دو اور جو محفل سماع سُنے اسکو دار پہ چڑھا دو اس لئے حکم شاہی سے کوئی محفلِ سماع نہ پڑھنے والا تھا اور آپ کے ساتھ نہ کوئی سُننے والا تھا اس لئے محفلِ سماع آپ کے یہاں بند ہوگئی۔ اسی لئے جن ایّام میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا قیام بغداد میں تھا تو لوگوں نے آپ کی مخالفت کی۔ یہاں تک کہ دربارِ شاہی میں آپ کی طلبی ہوئی اور آپ کو کامیابی ہوئی۔ جس کی تفصیل اوپر درج ہے اور آپ کے بغداد سے جانے کے بعد اختلاف میں اور شدّت ہوگئی۔ ایک طبقہ جو حکومت کا پروردہ تھا اس نے کہا کہ سماع حرام ہے اس لئے اس کی اجازت نہیں۔ ایک طبقہ نے کہا کہ یہ حلال اور جائز ہے کیونکہ حضرت جنید بغدادیؒ نے خود نہیں بند کیا۔

بلکہ حکم شاہی سے بند کرا یا گیا۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ نے بغداد چھوڑ دیا لیکن محفل سماع بند نہیں کی ہے۔ اگر سماع حرام ہوتا تو بند کر دیتے۔ ایک طبقہ نے میانہ روی اختیار کی جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں تحریر فرمایا ہے کہ کچھ لوگ مزامیر کے ساتھ محفل سنتے ہیں اور پھر آپ نے محفل سماع کے آداب بھی لکھے ہیں، اس لئے یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ کے نزدیک مزامیر کے ساتھ محفل سماع حرام نہیں پھر ایک وقت ایسا آیا کہ آپ نے خود سماع سنا۔ یہ سب تذکرے اس کتاب میں مناسب موقع و محل کی نوعیت سے درج ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ کے قدم کی برکت سے ہندوستان میں اسلام کی روشنی اور اس کی تعلیم پھیلی۔ کفر و ضلالت کی تاریکی دور ہوئی۔ ستر برس تک آپ برابر باوضو رہے۔ آپ جس پر نظر ڈال دیتے تھے ولی کامل بن جاتا تھا۔ آپ اکثر استغراق میں رہتے تھے۔ اور آنکھیں بند رکھتے تھے۔ صرف نماز کے وقت کھولتے تھے۔ آپ کی مہربانیوں سے فاسق تائب ہو جاتے تھے۔ آپ حافظ قرآن، عالم دین اور صاحب ع

تھے۔ ہر دن اور ہر رات ایک ایک قرآن ختم فرماتے تھے۔ ہر ختم قرآن کے بعد غیب سے آواز آتی کہ اے! معین الدین میں نے تیرا ختم قرآن قبول کر لیا۔ آپ سماع کے شوقین تھے اور اکثر سماع سنتے۔ علماء اور فقہاء میں سے کسی نے بھی آپ کے سماع پر اعتراض نہیں کیا۔ آپ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ صبح کی نماز اکثر عشاء کے وضو سے پڑھتے۔ صرف شام کے وقت ایک مرتبہ مثقال کے برابر سوکھی روٹی پانی سے بھگو کر حلق سے فرو کر لیتے۔ پیوند لگا ہوا صاف کپڑا پہنتے۔ آپ کے حالات اور واقعات اکثر کتب سیر مشائخ عظام میں منقول ہیں۔ آپ کا وصال ۶ رجب ۶۳۳ھ میں ہوا۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ دونوں حضرات ملکر کئی کئی روز تک مسلسل سماع سنتے رہے۔ سلطان شہاب الدین کو اسکی خبر ہوئی تو اس نے منع کرا بھیجا تو حضرت خواجہ نے کہلا بھیجا کہ اے سنگدل! تو سماع کا مرتبہ کیا جانے۔ تیرے لئے حرام ہے، لیکن ہمارے لئے مباح ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے جو ہر شخص کو عطا نہیں ہوتی۔ جس کو

یہ نعمت عطا ہوتی ہے۔ وہی اس کی قدر جانتا ہے۔
سلطان یہ جواب سنکر بہت برہم ہوا۔ اور قسم کھائی
کہ اگر میں نے دوبارہ سُنا کہ یہ لوگ سماع سننے سے باز
نہ رہے تو دار پہ کھینچ دوں گا۔ یا عین القضاتؒ کی طرح
جلا دوں گا۔ کسی نے یہ بات حضرت خواجہ کو بھی سنائی۔
انہوں نے جواب دیا۔ "جب رہے گا تب دار پر کھینچے گا یا
جلائیگا۔ پھر اسی ماہ سلطان خراسان چلا گیا۔

سلطان شمس الدّین التمش کی حاضری

سلطان التمش بادشاہ ہوکر حضرت خواجہ کی قدمبوسی
کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ اے سلطان
اللہ تعالیٰ نے تجھ کو سلطنت دہلی کی بادشاہت عنایت
فرمائی۔ تجھے لازم ہے کہ اپنے فرائض دیانتداری سے
بجا لائے۔ فقراء اور مساکین کی روزی کا معقول انتظام
کرے۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تجھ کو بڑے مرتبے پر پہونچائیگا
سلطان نے اسے قبول کیا اور رخصت ہوا۔

خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی کی کرامت

شہر دہلی میں قاضی صادق اور قاضی عماد دو دانشمند

حضرت خواجہ کے سخت مخالف تھے۔ ان لوگوں نے سلطان سے شکایت کی کہ خواجہ قطب الدینؒ اور حمید الدین ناگوری دن رات سماع سنتے رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ محفل شرع کے خلاف ہے۔ خواجہ قطب الدین کے ابھی ڈاڑھی بھی نہیں نکلی ہے پھر یہ سماع سننا کیا معنی رکھتا ہے۔ سلطان شمس الدین نے کہا کہ میں خود تو منع نہیں کر سکتا تم لوگ جا کر منع کر سکتے ہو چنانچہ یہ دونوں حضرات خواجہ کی خانقاہ میں آئے اتفاق سے اس وقت سماع ہو رہا تھا۔ قاضی حمید الدین وجد میں تھے اور حضرت خواجہ دست بستہ کھڑے تھے۔ قاضی عماد نے خواجہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ امرد کو محفل سماع میں حاضر نہیں ہونا چاہیئے۔ حضرت خواجہ نے اپنا دست مبارک پھیرتے ہوئے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا۔ فوراً چہرے پر ڈاڑھی نکل آئی۔ لوگ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ لیکن ان دونوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ واپس چلے گئے اور پھر سلطان سے یکایک ڈاڑھی نکل آنے کا قصہ بیان کیا (امرد اس نوجوان کو کہتے ہیں جسکی ڈاڑھی نہ نکلی ہو) حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ قدس اللہ سرہٗ العزیز نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو سترہ سال کی عمر میں خلافت و اجازت دی تھی اسلئے ان کے چہرے پر ڈاڑھی نہیں تھی نو عمری کا زمانہ تھا۔

قاضی ومفتی کی سماع سے مخالفت

بادشاہ تو خواجہ کا معتقد تھا ہی۔ اور ڈاڑھی والی کرامت سن کر اس کا اعتقاد اور بڑھ گیا۔ اور اس نے ان دونوں کو سمجھایا کہ یہ حضرات صاحب سماع اور اہل حال ہیں۔ ان بزرگوں سے نہ الجھو۔ ورنہ نتیجہ برا نکلے گا۔ لیکن دونوں مصر رہے۔ اور کہا کہ ہم لوگ شریعت کے پابند ہیں۔ جب تک ان لوگوں کو سماع سے نہ روک لیں گے۔ چین سے نہ بیٹھیں گے۔ سلطان شمس الدین التمش رح نے کہا اگر تم روک سکتے ہو تو روک لو۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم لوگ ان کو سختی سے منع کریں گے۔ تو وہ کہیں گے کہ تم روکنے والے کون ہوتے ہو۔ نہ قاضی نہ مفتی۔ اگر ہم لوگوں کو قضا اور صدارت کا منصب سونپا جائے۔ تو ہم روک دیں گے۔ پس سلطان نے قاضی صادق کو قضا کا اور قاضی عماد کو صدر جہانی کا منصب مرحمت فرمایا۔ یہ دونوں ناحق شناس گھر آئے۔ اور فوراً خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کو کہلا بھیجا کہ ہم لوگ قاضی اور صدر جہانی کے منصب پر متعین ہوئے ہیں۔ تم دونوں عدالت میں

آکر جواب دو۔ یا تو سماع کے جواز کو ثابت کرو یا تائب ہو جاؤ۔ یہ پیغام سنتے ہی خواجہ کی معجز فشاں زبان سے برجستہ نکل گیا کہ معلوم ہوتا ہے ان ناعاقبت اندیشوں کو جلد زمین کے نیچے جانا ہے۔ قاضی حمید الدینؒ نے گھبرا کر خواجہ کے دہن مبارک پہ ہاتھ رکھ دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اب کیا ہو سکتا ہے تیر کمان سے نکل چکا۔ دعا قبول ہو چکی پھر جواب میں کہلا بھیجا کہ کل ہم لوگوں کے پیر کا عرس ہے ایک مرتبہ اور سننے کا موقع دیا جائے۔ پھر کل تمام علماء کو جمع کریں میں دلائل پیش کروں گا۔ اگر سماع درست ہوگا تو ہم لوگ سنیں گے ورنہ توبہ کریں گے قاضی اور مفتی دونوں راضی ہو گئے۔ کل تک مہلت اور دیدی۔ لیکن قلعہ کے شرقی اور جنوبی دونوں دروازوں پر جہاں خانقاہ تھی سنو سنو آدمی پہریدار بیٹھا دیئے اور اعلان کر دیا کہ کوئی آدمی ان کی مجلس سماع میں حاضر نہ ہو۔ حضرت خواجہ کے خادم شیخ مبارکؒ نے آکر عرض کیا کہ قاضی اور مفتی شہر نے قلعہ کے دروازوں پر پہرہ لگا دیا ہے کہ کوئی آدمی مجلس سماع میں شریک نہ ہو۔ پھر مہمانوں کے لئے لنگر کا کھانا کس لحاظ سے پکایا جائے۔ قاضی حمید الدینؒ نے فرمایا کس کی مجال ہے جو آنے والوں کو روک دے تم اور

دنوں سے دوگنا کھانا تیار کراؤ۔ خواجہؒ نے فرمایا۔ افسوس قاضی صادق اور مفتی عماد کو اپنی جان کی پرواہ نہیں ہے۔ جلد ہی وہ یہاں سے رخصت ہو جانا چاہتے ہیں۔ خادم شیخ مبارکؒ حسب ہدایت کھانا تیار کرانے میں لگ گئے۔ اسی روز شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاؤ الدینؒ زکریا ملتانیؒ مشرقی دروازے سے اور حضرت جلال الدین تبریزیؒ جنوبی دروازے سے داخل ہوئے اور سارے پہریدار اندھے ہو گئے۔ کسی کو پتہ نہ چلا سماع میں اتنا مجمع ہوا کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔

قاضی و مفتی کا اظہار ندامت

قاضی صادق اور عماد بہت حیران ہوئے۔ اور جب انہیں معلوم ہوا کہ مجلس سماع میں بہت بڑا مجمع ہوا ہے۔ کہ آدمیوں کو سانس لینے کی جگہ نہیں ہے تو وہ دونوں غصہ کو ضبط نہ کر سکے اور بہت بڑی جمعیت کے ساتھ بے باکانہ اس جگہ پہونچ گئے۔ جہاں کہ محفل سماع ہو رہی تھی اور ارادہ کیا کہ آج زبردستی روک کر رہیں گے۔ حضرت خواجہ اس وقت سماع میں محو تھے۔ اور قاضی حمید الدینؒ ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور سارا مجمع رو رہا تھا۔ قاضی حمید الدین کی نظران دونوں

پر پڑی۔ انہوں نے زور سے کہا وہیں رُکے رہو بدبخت دونوں اسی جگہ کھڑے رہے۔ لاکھ غصہ میں ان لوگوں نے کوشش کی کہ آگے بڑھ کر روکیں لیکن پیر ستون کی طرح ایک جگہ جم گئے تھے۔ ذرا نہیں ہلے۔ جب تک خواجہؒ محو سماع رہے۔ وہ لوگ جمے کھڑے رہے۔ جب حضرت خواجہؒ کو افاقہ ہوا تو انہوں نے ان دونوں کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ آپ لوگ رخصت ہو لو۔ لیکن رخصت ہونے سے پہلے سماع کی بھی لذّت لے لو کہ حسرت دل میں باقی نہ رہے۔ اتنا کہنا تھا کہ دونوں رونے لگے اور وجد میں آگئے۔ پھر ہوش میں آئے تو کہنے لگے۔ اللہ کی قسم ہم لوگ سماع کے راز سے آگاہ نہ تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔ خواجہؒ نے فرمایا کہ اب اس اقرار سے کیا حاصل جب وقت گذر چکا۔ توبہ سے کیا فائدہ۔ اب بھی تم سماع کا راز کیا جانو۔ مجھ سے پوچھو۔ اگر میں تفصیل سے بتاؤں تو سارے لوگ سماع کے فریفتہ ہو جائیں گھر واپس آنے پر اسی رات دونوں کا انتقال ہو گیا۔ حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ کا انتقال سماع میں اس شعر پر وصال ہوا ہے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را — ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

آپ کی تاریخِ وصال ۱۴ ربیع الاوّل ۶۳۵ھ

سماع کا بغداد شریف میں پھر آزادی سے شروع ہونا

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات
میں حکم شاہی سے آپ نے سماع بند کر دیا تھا
چونکہ آپ کو اخوان میسّر نہ تھے۔ اور خلیفہ بغداد کے
ڈر سے کوئی بھی قوال سماع سنانے والا نہ تھا۔
اس کا مقصد یہ نہیں کہ سماع بالکل بند ہوگیا تھا
جیسے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت
جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں سماع سنتے
تھے۔ جیسا کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ
کے واقعات میں ہے کہ آپ کو حکم شاہی ملا کہ
سماع بند کر دیں۔ اور جو قوال خواجہ کے یہاں پڑھنے
جائے اسے قتل کر دیا جائے۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے
آپ نے کچھ غلام خریدے جو خوش الحان تھے
ان سے سماع سنتے رہے پھر آپ کو جب دربار
میں طلب کیا گیا تو سارے علماء کا علم ختم ہوگیا۔ کوئی
بھی آپ سے اس ضمن میں کوئی گفتگو نہ کر سکا۔ بلکہ
معافی مانگی۔ آپ نے بغداد چھوڑتے وقت کہا
تھا کہ اب یہاں سلسلۂ سہروردیہ کے ذریعہ ہی محفل
سماع پھر شروع ہوگا۔ اس سلسلے میں حضرت حمید الدین ناگوریؒ

رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کی وجہ سے محفلِ سماع پھر اسی طرح بغداد میں شروع ہو گئی اور حکم شاہی ہو گیا کہ محفل سماع پر کوئی پابندی نہیں۔

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

دہلی سے کچھ دنوں کے لئے آپ بغداد چلے گئے اور بغداد پہونچ کر اپنے ایک مرید کے یہاں قیام کیا۔ یہ مرید روحانیت میں کامل ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ہی خوشحال تھے۔ ان کے مکان میں چالیس کمرے تھے سب اپنے پیر کے لئے کھول دیئے، لیکن ایک کمرے کو بند رکھا۔ حضرت قاضی حمید الدینؒ نے دریافت کیا کہ کمرے کو کیوں بند رکھا ہے۔ مرید نے جواب دیا حضرت اس کمرے میں ایک "نے نواز" ہے (بانسری بجانے والا) خلیفہ وقت کے خوف سے میں نے اس کو چھپا رکھا ہے کیونکہ اگر خلیفہ کو اس کی خبر ہو جائے تو اس کو دار پہ کھینچ دیگا حضرت قاضیؒ نے فرمایا کہ میں سماع کا دلدادہ ہوں۔ تم ڈرو نہیں۔ اس کو لیکر آؤ۔ نے نواز جب حضرت قاضیؒ کی خدمت میں آیا۔ تو آپ نے اس کو نے بجانے کا حکم دیا اور خود سماع میں مشغول ہو گئے۔

مقدمہ میں سماع کے حق میں دلائل

شہر کے لوگوں کو جب اس کی خبر ہوئی۔ تو لوگوں نے مفتی کے پاس مقدمہ دائر کیا۔ بغداد شہر میں اس وقت نشات سو مفتی تھے۔ ان لوگوں نے حضرت قاضی حمید الدینؒ کو بلا بھیجا کہ کمرۂ عدالت میں آکر جواب دیں۔ اگر وہ اپنے دلائل سے سماع کو جائز ثابت کر دیں گے تو ٹھیک ہے ورنہ دار پر چڑھنے کے لئے تیار رہیں۔ بلانے والا جب آیا تو قاضی مجلس سماع میں تھے اس پر ہیبت طاری ہو گئی۔ سماع سے فارغ ہونے کے بعد حضرت قاضیؒ نے فرمایا کہ سماع ہر شخص کے لئے حرام نہیں ہے۔ جن کے لئے احوال کا میسر آنا مشکل ہے۔ ان کے لئے حرام ہے۔ اور جس سے عنایت ایزدی تقدس بکام ہے حلال ہے (اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پاکیزہ سماع حلال ہے) پھر اس آدمی سے کہا کہ قاضی اور مفتیان شہر کو کہہ دو کہ کل تمام علماء کو جمع کر کے رکھیں۔ میں حاضر ہونگا۔ اس نے جا کر سارا ماجرا بیان کر دیا۔ ادھر انہوں نے اپنے مرید کو کہا کہ کل قاضی شہر اور تمام مفتیوں کو مدعو کرو۔ اور پھر بہتر قسم کے مزامیر شہر سے اکٹھا کر کے ایک جگہ رکھ دیئے اور اس پر پردے ڈال دیئے۔ دوسرے دن

جب حضرت حمید الدین ناگوریؒ کے مرید کی دعوت پر شہر کے مفتی اور قاضی سب جمع ہوئے۔ تو ان لوگوں نے پوچھا کہ حمید الدین ناگوریؒ کہاں ہے جس نے سماع کا فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ قاضی حمید الدین ناگوری نے فرمایا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ اور بیشک میں سماع سنتا ہوں۔ اور اس کو مباح کہتا ہوں۔ علماء کی روایت کے مطابق میں دل کا مریض ہوں اور درد کی دوا سماع ہے۔ بقول حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہ اگر پیاسے کو شدت کی پیاس اور اس شدت تشنگی میں پانی نہ ملے اور اس کی جان جا رہی ہو تو شراب پی لینا مباح ہے۔ اس کے بعد حضرت قاضی حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اتنے دلائل دیئے۔ اور واضح اور براہین لائحہ پیش کیے کہ مفتیان شہر کو تسلیم ہی کرنا پڑا اور سبھوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ قاضی حمید الدین کے دلائل قوی ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں سچ ہے۔

مخالفین کی سماع میں شرکت

پھر ان لوگوں نے کہا کہ آپ صاحب ولایت ہیں کوئی ایسی برہان یعنی دلیل پیش کیجیے کہ ہم لوگ

بھی سماع کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً مزامیر کی طرف اشارہ کیا۔ اشارہ کرنا تھا کہ ان میں سے ہر ایک بیک وقت خود بخود بجنے لگے۔ حضرت قاضیؒ پر وجد طاری ہو گیا اور انہوں نے علماء کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے نا اہلو! مجلس سماع میں چلے آؤ۔ حضرت قاضیؒ کی زبان سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ سب کے سب سماع میں شریک ہو گئے اور دیوانہ وار وجد کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب افاقہ ہوا تو وہ سب قاضی صاحب کے قدموں پر گر کر معافی کے طلب گار ہوئے۔ حضرت قاضیؒ نے فرمایا کہ بُرھانِ چشتنیہ کا اندازہ تو تم لوگوں کو اب ہو گیا ہو گا پھر بھی سماع کو مباح نہیں کہتے ہو۔ سبھوں نے سماع کے مباح ہونے کا اقرار کیا۔ پھر قاضی حمید الدینؒ بغداد سے روانہ ہو کر دہلی واپس آ گئے۔

اور بغداد شریف میں پہلے کی طرح سماع پھر آزادی سے شروع ہو گیا۔ حضرت حمید الدین ناگوریؒ خلیفہ حضرت شہاب الدین سہروردی کے ہیں لیکن آپ کے وصال کے بعد آپ کو خلافت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے بھی ملی ہے حوالے کیلئے سیر الاقطاب دیکھئے

(حوالہ سیر الاقطاب ختم ہوا (حوالہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے شروع ہوتا ہے)

سر تاج الاولیاءؒ حضرت خواجہ فریدالدّین گنج شکر مسعود اجودھنی چشتی رحؒ

آپ نے فرمایا کہ اہل سماع جو سماع میں بے ہوش ہو جاتے ہیں وہ اسی الست بربکم کی ندا کے سبب۔ جو انہوں نے عالمِ ارواح میں سنی تھی۔ پس یہ وہی بے ہوشی ہے جو اس روز سے اب تک ان میں پائی جاتی ہے۔ جوں ہی دوست کا نام سنتے ہیں حرکت، حیرت، ذوق اور بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ معرفت کی وجہ سے ہے۔ یعنی جب تک دوست (اللہ) کی شناخت نہ ہو خواہ ہزار سال عبادت کرلے اسے طاعت میں ذوق حاصل ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ طاعت کس لئے کرتا ہے۔ اور یہ طاعت ہی مقصود ہے۔ جو اہلِ علم، اہلِ سلوک، اہلِ عشق اور طبقاتِ مشائخ نے فرمایا ہے۔ نیز قرآن مجید میں حکم ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ترجمہ:۔ جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ لیکن اہلِ سلوک اس کے یہ معنی کرتے ہیں لیعبدون اسے یَعْرِفُوْن یعنی اس سے مراد دوست کی شناخت ہے جب تک پہلے تجھے اس کی شناخت نہ ہوگی، تو ہرگز طاعت و عبادت کا ذوق نہیں پائے گا۔ مفسرِ اعظم حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ نے بھی لِیَعْبُدُوْن کے

معنی لِیَعْرِفُوْن بیان فرماتے ہیں۔
اس واسطے عشق مجازی میں جب تک آدمی کسی کو
دیکھ نہیں لیتا اس کا عاشق نہیں ہوتا۔ اور جب تک اسکے
دوستوں سے دوستی نہیں کرتا اسے آشنائی حاصل
نہیں ہوتی۔ پس طریقت و حقیقت میں بھی یہی
حکمت ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی شناخت حاصل
نہیں ہوتی۔ یا جب تک اس کا اولیاء سے تعلق پیدا
نہیں کیا جاتا ہرگز ہرگز طاعت و عبادت کا ذوق حاصل
نہیں ہوتا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ الست
بربکم کی ندا سے بھی شناخت ہی مقصود تھی۔ یعنی
جب تک اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانے گا۔ اطاعت میں
ذوق پیدا نہیں ہوگا۔ بعد ازاں محمد شاہ نامی گویا جس
نے حضرت اوحد کرمانیؒ کے روبرو سرود گایا تھا۔
اس روز مع یاروں کے حاضر خدمت ہوا۔ حکم ہوا بیٹھ
جا۔ شیخ جمال الدینؒ ہانسوی اور شیخ بدرالدینؒ غزنویؒ
حاضر خدمت تھے۔ حکم ہوا سماع شروع ہو۔ سماع
شروع ہوا تو شیخ الاسلام اپنی جگہ سے اٹھے اور
وجد کرنے لگے۔ چنانچہ سات دن اور رات رقص
(وجد) کرتے رہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو
نماز ادا کرتے اور پھر سماع میں مشغول ہو جاتے
ساتویں روز ہوش میں آئے۔ اس وقت قوال

یہ غزل گا رہے تھے۔

ملامت کردن اندر عاشقی راست
ملامت کہ کند آں کس کہ بینا است
نہ برتر دامنے را عشق زیب
نشانِ عاشقی از دور پیدا است
نظامی تا توانی پارسا باش
کہ نورِ پارسائی شمع دلہاست
(حوالہ کتاب راحت القلوب)

حضرت خواجہ نظام الدّین محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہی نے فرمایا جو آواز موزوں ہے وہ کس طرح حرام ہو سکتی ہے شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والشرع والدّین قدس سرہٗ العزیز سماع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سماع ایک سِرِّ حق ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ

جب حیوانی خصلتیں جو ذاتِ عالم میں ہیں اس کی ذات سے مبدّل ہو جاتی ہیں اور انسانی خصلتیں اسکے دل پر

غالب آتی ہیں تو عشق کا غلبہ ہوجاتا ہے اور ہیبت سے جنبش شروع ہوجاتی ہے۔ اس وقت باطنی اسرار کا کشف اسے حاصل ہوجاتا ہے، جس کے ذوق سے وہ وجد کرنے لگتا ہے۔

اس کے بعد ایک آدمی نے کہا کہ قوال حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا کچھ کہو۔ جب قوال نے سماع شروع کیا تو مولانا محمد مساوی رح اور مولانا بدرالدین رح اٹھ کر رقص کرنے لگے۔ ظہر کی نماز سے لیکر عصر کی نماز تک وجد کرتے رہے اور جب سماع ختم ہوا تو نمازِ عصر کا وقت تھا۔ وضو کر کے نماز ادا کی گئی۔ پھر خواجہ صاحب جماعت خانہ میں بیٹھے۔ مولانا منہاج الدین رح، مولانا قیام الدین رح اور عزیز صاحبان حاضرِ خدمت تھے۔ کمال نامی قوال نے پھر سرود شروع کیا۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رقص (وجد) کرنے لگے۔ اور رونے لگے۔ جس کا اثر حاضرین پر بھی ہوا۔ جب سماع ختم ہوا تو سارے عزیزوں نے خواجہ صاحب کی قدمبوسی کی۔ عصر کی نماز سے لیکر تہجد کی نماز تک، خواجہ صاحب وجد کرتے رہے۔ اور جب نماز کا وقت ہوتا تو وضو کر کے نماز ادا کر لیتے اور پھر سماع و وجد میں مشغول ہوجاتے

(حوالہ کتاب مفتاح العاشقین مجلس ۸)

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ قدس اللہ سرہ العزیز بڑے عالم و فاضل اور جلیل القدر مشائخ ہوئے ہیں۔ آپ کے اہلِ سماع ہونے کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ آپ سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ ہیں۔ جو اہتمام کے ساتھ محفل سماع سنتے تھے۔

(حوالہ کتاب مقابیس المجالس)

حضرت شاہ نعمت اللہ سہروردی ملتانیؒ

آپ فرماتے ہیں کہ عارف کامل کے لئے سماع غرض ہے اور سچّے طالبان خدا کے لئے مفید اور سنّت مشائخ ہے۔

(حوالہ کتاب مقابیس المجالس)

حضرت شیخ فخر الدینؒ عراقی سہروردی

آپ حضرت ذکریا ملتانیؒ کے مرید اور داماد ہیں آپ

سماع سنتے تھے اور آپ نے ملتان میں رہ کر غزلیں بھی لکھیں اور حضرت زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ بھی سماع سنتے تھے اور آپ کا ذکر "قاضی و مفتی کی سماع سے مخالفت" کے عنوان میں ہو چکا ہے۔

حضرت شیخ سعدی شیرازی سہروردی

آپ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ ہیں سماع کے دلدادہ تھے۔ آپ کے یہ اشعار آپ کے شوق سماع پر دلالت کرتے ہیں

مکن عیب درویش حیران و مست — کہ غرق است ازاں مے اندپا و دست
نہ بینی شتر را بہ حدائے عرب — کہ چونش برقص اندر آرد طرب
شتر را چو شور طرب در سر است — اگر آدمی را نباشد خر است

جب اونٹ حدی کی آواز سے مست ہو جاتا ہے۔ تو اگر آدمی پر اثر نہ ہو تو گدھا ہے۔

(حوالہ کتاب مقابیس المجالس)

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ ابو سعیدؒ اپنے مریدین کے ہمراہ آپ کے یہاں مہمان ہوئے۔ کھانے سے فارغ ہو کر حضرت

ابو سعید نے محفل سماع کی فرمائش کی آپ نے قوالوں کو
اجازت دی ۔ اور جب قوال چٹکیاں بجا کر اشعار پڑھ
رہے تھے تو حضرت ابو سعیدؒ نے کہا کہ اب کھڑے ہونے
کا وقت آگیا ہے ۔ حضرت ابو الحسن خرقانیؒ نے تین مرتبہ
اپنی آستین جھٹک کر اس زور سے زمین پر پاؤں مارا
کہ خانقاہ کی دیواریں تک ہل گئیں اور حضرت ابو سعیدؒ
نے گھبرا کر عرض کیا ۔ کہ بس کیجئے کیونکہ مکان گرنے کا
خطرہ ہو گیا ہے اور زمین و آسمان آپ کے ساتھ وجد
کر رہے ہیں ۔ اس وقت آپ نے فرمایا ۔ سماع صرف
اسی کے لئے جائز ہے جس کو آسمان سے عرش تک
او زمین سے تحت الثریٰ تک کشادگی نظر آتی ہو ۔ اور
اس سے تمام حجابات ختم کر دیئے گئے ہوں ۔ پھر
لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر تم سے کوئی جماعت
یہ سوال کرے ۔ کہ تم لوگ اس طرح رقص (وجد) کیوں
کرتے ہو تو جواب دینا ۔ کہ گزشتہ بزرگوں کی اتباع
میں ۔ جن کے ابو الحسنؒ جیسے مراتب تھے ۔ پھر حضرت
ابو سعیدؒ نے رخصت ہوتے ہوئے احتراماً آپ کی
چوکھٹ کو بوسہ دیا یعنی آستان بوسی کو اپنے لئے فخر
تصور کرتا ہوں ۔ آپ کا وصال ۴۲۵ھ میں ہوا ہے
(حوالہ کتاب تذکرہ اولیا ، باب ۷۷)

حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندیؒ

حضرت خواجہ محمد پارساؒ سلسلۂ نقشبندیہ کے اکابر مشائخ میں سے ہیں۔ اور حضرت بہاؤالدین نقشبندی قدس اللہ سرہ کے خلیفہ اعظم تھے۔ آپؒ کا مقام اس قدر بلند ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤالدینؒ نے آپ کو برزخ کا لقب عطا فرمایا تھا۔ یاد رہے کہ برزخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں ایک بزرگ تھے۔ جو مستجاب الدعوات تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے دعاء منگوایا کرتے تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اویس قرنیؓ کو بھی اپنی امت کا برزخ فرمایا تھا۔

حضرت خواجہ محمد پارساؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے عاشق کے دل میں ایک مسرت رکھی ہے اور گوہر امانت پیدا کیا ہے۔ کہ آواز دلکش اس کو ہلا دیتی ہے۔ آدمی کے دل میں وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ اس میں اس کو کچھ اختیار نہیں، اس کو وجد کہتے ہیں۔ اگر ایسے وقت میں اس کو مکاشفہ ہوا اور راگ کے الفاظ اس کے منہ سے نکلیں تو یہ ایک احوال لطیف ہوتا ہے۔ اس کو "نقد وجد" کہتے ہیں۔ وجد میں اس کا دل ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسے چاندی آگ میں پڑنے سے۔

اور تمام کدورتیں جاتی رہتی ہیں جو بہت ریاضتوں سے بھی دور نہیں ہوتیں۔

مولانا حضرت عبدالرحمن جامی نقشبندی

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی کا شمار اکابر مشائخ نقشبندیہ میں ہوتا ہے۔ آپ سماع کے بڑے شائق تھے اور اکثر مجالس سماع منعقد کیا کرتے تھے۔ مثنوی یوسف اور زلیخا لکھتے وقت جو آپ کی حالت ہوتی تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ پر ایسا حال طاری ہوتا تھا جس میں سماع کے سوا کوئی دوسری چیز میری معاون ثابت نہیں ہوتی تھی آپ کو بے حد ذوق سماع تھا۔

حضرت مولانا خواجگی اور مولانا ہیبدی نقشبندی رح

ان دونوں حضرات کا شمار اکابر مشائخ نقشبندیہ میں ہوتا ہے اور یہ حضرت عبیداللہ احرار رح کے خلیفہ اور مولانا محمد قاضی رح کے خلیفہ ہیں۔ اپنے مریدین کو ذکر جہری اور سماع سننے کا حکم دیتے تھے اور بعض کو رقص (وجد) و سرود کا بھی حکم دیتے تھے۔

حضرت مجدّد الف ثانی رضؓ نقشبندی

حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی قدس اللہ سرہ العزیز بڑے پابند شریعت تھے۔ مولوی نعیم الدینؒ اپنی کتاب معمولات مظہریہ میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں شکایت کی۔ کہ خواجہ ابوہاشم کسمیؒ جو آپ کے خلیفہ اور جامع مقامات امام ربّانی ہیں سماع سنتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ تجھے ان سے کیا کام۔ وہ مرتبہ کمال پر پہونچ چکے ہیں۔ جب میں ان کے حال سے تعرض نہیں کرتا تو کسی اور کی کیا مجال کہ ان کے حال پر معترض ہو۔

حضرت سیدنا امیر ابوالعلیٰ نقشبندی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب انفاس العارفین میں فرماتے ہیں۔ کہ سلسلہ ابوالعلائی کے بانی مبانی سماع سنتے تھے۔ اور بڑے ذوق وشوق سے سماع سنتے تھے۔

(مندرجہ بالا حوالہ جات کتاب مقامِ گنج شکر کے ہیں)

حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت شیخ عبد الحئیؒ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سکونت پذیر ہو گئے تھے - وہاں آپ کو قوال میسر نہ آئے - لیکن منکر سماع نہیں - آپکی اجازت سے آپ کے سلسلے میں کثیر تعداد میں لوگ سماع سنتے ہیں - اگر کسی کو نزلہ زکام اور کھانسی ہو تو دودھ اس کو موافق نہیں آتا تو یہ دلیل نہیں کہ دودھ اچھی چیز نہیں - اسی طرح آپ کے سلسلے میں اگر کوئی سماع نہیں سنتا تو یہ کوئی دلیل نہیں -

حضرت شیخ عبد الحئی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ چشتیہ ابو العلائیہ کے کامل ترین بزرگ ہوتے ہیں - آپ فرماتے ہیں کہ جب ہم مکہ مکرمہ گئے تو حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے کہا "کہ ہمیں صابریہ و نظامیہ سلسلے کی بہت آرزو ہے، حاجی صاحب نے فوراً ہی جواب دیا "ہم نے آپ کو اجازت دی" ان سے اور ہم سے یوں معاملہ ہوا - حضرت امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ بہت کامل بزرگ تھے - جو طریقہ سلف صالحین کا تھا -

بس وہی ان کا مسلک تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لیکر جناب حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک اس سلسلۂ شریفہ کے تمام پیران طریقت نور ہی نور تھے۔ لیکن بعد والوں کا کوئی ذکر آپ نے نہیں فرمایا۔

(حوالہ کتاب سیرت فخر العارفین حصہ اول صفحہ ۶۵)

حضرت علامہ سید سعید احمد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی کی شخصیت اسقدر ارفع واعلیٰ ہے کہ آپ کو سب قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آپ کے علم، آپ کی قابلیت وصلاحیت کا سب کو اعتراف ہے۔ آپ کی تصنیف کردہ کتاب "اثبات سماع" کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

خلاصۃ الکلام

عبارات فقہائے سے لکھا جا چکا ہے کہ ضروریات شرعیہ کے لئے غنا اور آلات غنا کا استعمال جائز ہے اور لہو ولعب کے لئے ناجائز ہے۔ اب بتانا یہ چاہتا ہوں کہ ضروریات شرعیہ کون کون سی باتیں ہیں۔ اور لہو ولعب کیا چیزیں ہیں تاکہ حلت وحرمت کا فرق بیّن

ہو جائے - رقت قلب - نکاح - برات - ولیمہ - ختنہ - عرس - جہاد - قدوم مسافر - عیدین - اعلان شاہی - اعلان صوم، قطع فصل - وقت حدی - قطع سفر - تسکین طفل - گھوڑ دوڑ - وقت تولد - وقت کشتی وغیرہا من ضروریات شرعیہ اور لہو ولعب جیسے آواز رقاصہ کی یا عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف - کلام فحش - مدح فساق وغیرہا من خرافات الواہیات -

پس غنا صوفیہ میں چونکہ رقت قلب اور عشق الٰہی و معرفت باری کی صفات حسنہ پائی جاتی ہیں - اس لئے وہ قطعاً حلال و جائز ہیں - اور اس کے علاوہ جن گانوں میں صفات لہو و تغافل طاعات اللہ سے پایا جائے وہ سب ناجائز و حرام ہیں - رہی تحقیق آلات غنا کی تو وہ ہم اپنے بیان میں پہلے واضح کر چکے ہیں اور ثابت کر دیا ہے کہ معازف و مزامیر میں دف داخل ہے - اس لئے وہ بھی ایک آلۂ لہو ہے اور دف کا بجانا جائز ہے - لہٰذا معازف و مزامیر مطلقاً حرام نہیں ہوں گے ورنہ دف بھی حرام ہو گا اور یہ باطل ہے -

آئمہ اربعہ سے معازف و مزامیر اور دف کے درمیان کوئی فرق منقول نہیں اور از روئے لغت بھی دف معازف و مزامیر میں داخل ہے - جیسا کہ بحوالہ کتب ہم نے ثابت کر دیا ہے - لہٰذا اسخویلاً جملہ آلات غنا اسمیں شامل ہوئے اور اس کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں پائی گئی

پس جائز ہوئی اصل غنا مزامیر کے ساتھ۔
البتہ حرام ہوگی عوارضات کی وجہ سے جن کا بیان اوپر گزرا اور سنا غنا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے خلفاء راشدین نے۔ صحابۂ کبار و تابعین نے آئمہ اربعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے۔ آئمہ اثنا عشریہ نے۔ چار سو چالیس مشائخ نے دو ہزار اولیاء اللہ نے۔ ایک سو بیس فقہا نے ایک ہزار علماء نے، لاکھوں کی تعداد میں عامۃ المسلمین نے جیسا کہ ابن ہمام مکیؒ نے اپنی تصنیف جواز سماع میں نقل کیا ہے۔ نیز حدیث صحاح ستہ سے بھی ہم نے سماع کو ثابت کر دیا۔ چاروں اماموں کے مذہب سے قولاً فعلاً ثابت ہوا۔ اب اللہ کی پوری طرح حجت قائم ہوگئی اور اس کے بعد جو کوئی انکار کرے گا جواز سماع کا اس کا قول مردود ہوگا۔
اس قدر تفصیل بیان کرنے کے بعد غالباً کسی انصاف پسند و منصف مزاج کے دل میں جواز غنا کے متعلق کوئی شک و شبہ نہ رہا ہوگا۔ اگر خدانخواستہ اب بھی کوئی شک باقی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد صدق دل سے دعا کریں اور بارگاہ حق میں پوری طرح رجوع کر کے صراط مستقیم کے منکشف ہونے کی التجا کریں۔ سورۃ فاتحہ بہت خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھا کریں۔ اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں۔ کہ ان نفوس قدسیہ کے پاس بیٹھنا

برسوں کی عبادت سے افضل ہے۔ اہل معرفت کی صحبت کے فیوض و برکات سے انشاء اللہ العزیز شیطانی وسوسہ سے نجات حاصل ہوگی۔

شقاوتِ ازلیہ

اگر شقاوتِ ازلیہ کی وجہ سے اہل دل کی صحبت بھی موثر نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور کریں کہ صوفیائے کرام پر زبان طعن کھولنے سے باز رہیں اور اس مسکین گروہ کو برا بھلا کہہ کر اپنے اوپر غضب الٰہی کو حلال نہ کریں۔ اہلِ اسرار کے اسرارِ مخفیہ کا ہر شخص کی سمجھ میں آجانا ضروری نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے غور سے سمجھ کر پڑھا کریں اور سمجھیں کہ باوجودیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر اور اولوالعزم رسول اور کلیم اللہ ہیں مگر حضرت خضر علیہ السلام کے اسرار مخفیہ سمجھنے کے لئے حضرت خضر علیہ السلام سے اسرار مخفیہ کی بار بار تشریح چاہتے تھے۔ حالانکہ حضرت خضر علیہ السلام کے نبوت میں بھی اختلاف ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ اور اہل اللہ کے رازوں کو سمجھنا بڑا مشکل امر ہے۔ چہ جائیکہ جنہیں

استنجا کرنے کی تمیز نہ ہو وہ اہل اللہ کی شان میں گستاخیاں کریں ۔

البتہ دنیا میں جہاں حقیقتاً اہلِ معرفت ہیں وہاں جھوٹے مکار بھی ہیں، لیکن بلا کسی شرعی دلیل کسی کو مکار کہنا اور تیر ملامت کا ہدف بنانا کیونکر جائز ہوسکتا ہے ۔ اس لئے آخرت سے خائف ہو کر اہلِ تصوف کی شان میں بے ادبی سے بچنا چاہیئے ۔

(مندرجہ بالا حوالہ کتاب اثبات السماع، از حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی کا ہے)

سماع کے متعلق اشارات

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وجد کرنا اور آپؐ کے ساتھ چار سنو؟ صحابہ کرام کا وجد کرنا ایسی مستند اور صحیح حدیث ہے جس کا انکار نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ تسلیم کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام سے کون افضل ہے جو اس کا انکار کرے نیز جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ شریف تشریف لے گئے تو دف بجا کر بچیوں نے آپؐ کا استقبال کیا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سنا اور آپ کے ساتھ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی

تھے اور جو صحابہ کرام استقبال کے لئے آئے تھے وہ بھی تھے۔ مندرجہ بالا دونوں حدیثوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی کہ صحابہ کرام کی کثیر جماعت نے دَف کے ساتھ کلام سنا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک لڑکی نے منّت مانی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس آجائیں گے تو دَف بجاؤں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اجازت دی کہ گانے گائے اور دَف بجائے وہ دَف بجانے اور گانے میں مشغول ہو گئی۔

اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے وہ دف بجاتی رہی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ آئے وہ بجاتی رہی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آئے، وہ باز نہ آئی، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو لڑکی نے دَف اپنی سرین کے نیچے دبا لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اے عمر! تم سے شیطان ڈرتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر لڑکی نے دَف بجانا بند کر دیا یہ کوئی بات نہیں۔ اسلئے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

سے درجات میں بلند نہیں۔ اسلئے دف پر کلام سنا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود سُنا۔ اس کی تشریح علامہ سید احمد سعید کاظمی نے جواب ۶ میں کر دی ہے۔ اور یہ حدیث مشکوٰۃ شریف فضائل عمر میں درج ہے۔

اسی سلسلے میں یہ ایک اور حدیث شریف ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک لونڈی کچھ گا رہی تھی اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی جب لونڈی کو ان کے آنے کا علم ہوا اور ان کی آہٹ سنی تو وہ بھاگ گئی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسّم فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے دریافت فرمایا یا رسول اللہ آپؐ نے کیوں تبسّم فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایک لونڈی کچھ گا رہی تھی۔ اس نے جب تمہاری آہٹ سنی تو بھاگ گئی۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں ہلوں گا جب تک کہ وہ بات نہ سُن لوں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُنی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لونڈی کو بلایا۔ تو وہ گانے لگی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمرؓ سنتے رہے اسی طرح بہت سے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسی ہی روایتیں بیان کی ہیں۔ (حوالہ کتاب کشف المحجوب)

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں سے واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور خلفاء راشدین نے دف کے ساتھ کلام سنا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بربط یعنی ستار پر گانا سنتے تھے جس کا ذکر مدارج نبوت میں درج ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عمر کا گانا سننا اور آپ کے شاگرد حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی سماع سنتے تھے۔ یہ دونوں حضرات شاگرد خاص ہیں اور ان سے زیادہ کون فقیہہ ہے۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے خود گانا سُنا۔ اور حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سارنگی پر گانا سننا اور وجد کرنا ثابت ہے۔ اُس زمانے میں جو باجا تھا وہ بجایا جاتا تھا اور اِس زمانے میں جو باجا ہے وہ بجایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعات میں درج ہے کہ آپ جھانجھ، ستار وغیرہ پر کلام سنتے اور پڑھتے تھے۔

شاہد یعنی گواہ سماع کے جائز ہونے کے ثبوت و دلائل کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

سب کے لکھنے سے کتاب کی ضخامت بہت بڑھ جائیگی ثبوت کے لئے دو معتبر گواہ کافی ہیں ۔ اور نہ ماننے والوں کے لئے تو سارے جہاں کے ثبوت مہیا کر دو تو پھر بھی نہ مانیں گے ۔

جب کسی قاضی یا مجسٹریٹ کے سامنے دو آدمی کسی بات کی شہادت دیتے ہیں پھر قاضی یا مجسٹریٹ انکی شہادت پر فیصلہ کرتا ہے ۔ اگر ابر آلود موسم میں دو معتبر آدمی اس بات کی شہادت دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو اس بات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر چاروں امام داتا صاحب لاہوری ۔ حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رض ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رض ۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رض ۔ حضرت بابا فرید گنج شکر رض حضرت نظام الدین محبوب الہٰی رح اور موجودہ دور کے عالم اور بزرگ علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رح تک کی شہادت موجود ہے کہ سماع مزامیر کے ساتھ جائز ہے ۔ اور ان بزرگوں کی کتابوں کے حوالے بھی مناسب موقع و محل کی نوعیت سے اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں ۔

لاؤڈ اسپیکر

لاؤڈ اسپیکر ایک آلہ ہے اس پر اذان دی جاتی ہے۔ اور مساجد میں نماز پڑھائی جاتی ہے۔ قرآن شریف کی تلاوت کی جاتی ہے۔ میلاد شریف اور نعت خوانی ہوتی ہے۔ قوالی ہوتی ہے۔ جلسہ وجلوس میں تقاریر بھی ہوتی ہیں۔ اور فواحشات کے گانے بھی ہوتے ہیں لاؤڈ اسپیکر جب حرام نہیں تو اور باجے کیسے حرام ہو سکتے ہیں آخر وہ بھی آواز کو مدد دینے کے لئے استعمال ہوتے ہیں، جیسا کہ لاؤڈ اسپیکر آواز کو مدد دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگر بندوق سے شکار کھیلا جائے۔ جہاد میں رائفل استعمال کیا جائے تو یہ جائز ہے اور اسی بندوق و رائفل سے کسی کا ناحق قتل کیا جائے تو یہ ناجائز ہے۔ اس لئے کسی آلہ کا کوئی قصور نہیں اگر استعمال کرنے والے نے جائز جگہ استعمال کیا تو یہ فعل جائز اور ناجائز جگہ استعمال کیا تو یہ فعل ناجائز ہے۔ آلہ کا جائز اور ناجائز میں شمار نہیں ہوگا۔ اسی طرح محفلِ سماع رضاء الہی کے لئے ہوتی ہے تاکہ اللہ اور رسول کی محبت پیدا ہو تو اس میں جو باجہ یعنی مزامیر استعمال ہوتے ہیں وہ کیسے حرام ہوئے۔ حضرت علامہ شامی حنفی کی کتاب درالمختار کا حوالہ اس کتاب میں درج ہے ملاحظہ فرمائیں۔

فروعی مسئلہ

جس کو سماع کی پوری معلومات نہیں ہوتی ہے جب
ان سے کوئی سماع کے متعلق کچھ دریافت کرتا ہے تو یہ
کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ یہ فروعی مسئلہ ہے ہم اس مسئلے
میں نہیں پڑتے، اگر یہ مسئلہ فروعی ہوتا تو جن اکابرین
ملت کی کتابوں کے حوالے محفل سماع کے لئے اس
کتاب میں درج ہیں وہ کبھی بھی اس مسئلہ کو اپنی کتابوں
میں اہمیت کے ساتھ درج نہ کرتے۔ اور حضرت
علو دنیوری کا قول ہے اگر سماع کا راز لوگوں پر روشن
ہو جائے تو پھر سماع کے بغیر ایک لمحہ کے لئے لوگوں
کو چین نہ ملے۔ جیسا کہ حضرت ابو محمد چشتیؒ نے فرمایا
جو فتح یاب سماع میں ہوتا ہے وہ کسی شغل میں میسّر
نہیں۔ سو برس تک بھی اگر کوئی شخص ریاضت شاقہ
اور مجاہدہ کرلے تو اس مرتبہ پر نہیں پہونچ سکتا جو اسے
ایک مرتبہ کے سماع میں حاصل ہوتا ہے۔ اگر کسی کو
معلومات سماع نہیں تو سچ بول کر اور صحیح بات بتا کر
یہ کہہ دیں کہ سماع کے متعلق ہماری پوری معلومات نہیں ہیں۔

دستور عالم

جب کوئی کسی ملک میں جاتا ہے تو اس ملک

کے قانون کے مطابق وہاں رہائش اختیار کرنی پڑتی ہے اگر اس ملک کے خلاف کوئی کام کرے تو اس ملک کے قانون کے تحت وہ مجرم ہے۔

حضرت خواجہ معین الدّین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو ولیٔ ہند مقرر کیا اور ہندوستان کی ولایت آپ کے سپرد کی اب کوئی کسی سلسلے کا ہو، اس کو حضرت خواجہ معین الدّین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے محفلِ سماع کا جو طریقہ ہے اس کی مخالفت کرنا درست نہیں اور رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی عطا کردہ روحانی قوت وتصرف سے ہندوستان میں دین و اسلام پھیلا۔ ہندوستان و پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری ملّتِ اسلامیہ جو بزرگوں سے وابستہ ہیں وہ حضرت خواجہ معین الدّین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اجمیری کی بلند و بالا شخصیت سے واقف ہیں۔ چونکہ حضرت خواجہ معین الدّین چشتی رح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولی ہند مقرر کیا۔ خواجہ پر اعتراض گویا نعوذ باللہ رسول اللہ پر اعتراض ہے۔ بخاری شریف جلد سوئم میں حدیث شریف ہے کہ جو اللہ کے کسی ولی کی مخالفت کرتا ہے یا برا کہتا ہے اللہ اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہے، اس لئے بزرگوں کو برا کہنے سے بچو۔

ہندو پاک میں رہ کر خواجہ کی مطابعت میں محفل سماع سننا چاہیئے۔ جتنے بھی سلاسل اور اہلِ طریقت ہندوستان اور پاکستان میں ہیں۔ وہ خواجہ کے ملک میں رہ کر خواجہ سے بغاوت کیوں کرتے ہیں۔ محفلِ سماع نہیں سنتے تو نہ سنیں لیکن اعتراض بھی نہ کریں۔

زبانی دعویٰ

زبانی دعویٰ تو سب کرتے ہیں کہ ہم اللہ کو چاہتے ہیں ہم رسول اللہ کو چاہتے ہیں۔ جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے۔ جب اسکا ذکر ہوتا ہے تو دل میں خوشی ضرور بالضرور ہوتی ہے، یہ کیسی محبت ہے کہ ذکرِ محبوب ہو اور اس سے گریز و نفرت۔ جب کسی کو کسی سے محبت صادق ہوتی ہے تو اسکا ہر ذکر اس کو محبوب ہوتا ہے۔ جس طرح پروانہ روشنی دیکھ کر پہونچ جاتا ہے اور اپنی جان قربان کردیتا ہے۔ اسی طرح ذکرِ محبوب سن کر اہلِ محبت پہونچ جاتے ہیں اپنے محبوب کے ذکر سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور زبانی دعویٰ کرنے والے بیٹھے تاویلیں پیش کرتے ہیں اور سارا اعتراض صوفیوں کی محفل سماع پر ہوتا ہے۔ لیکن گھر میں جو گانا سنتے ہیں اس پر نہیں۔ بعض لوگ یہ حیلہ تراشتے ہیں کہ ہم قادری ہیں، ہم نقشبندی ہیں، سہروردی

ہیں۔ درست، مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سُنا۔ خلفاء راشدین نے سُنا۔ چاروں امام نے سُنا۔ ان سلسلوں کے بزرگوں نے سُنا، کیا آپ اپنے بزرگوں سے زیادہ قابل ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ کی طبیعت جامد ہے اور ذوق سماع نہیں۔ خود نہیں سنتے تو نہ سنیں لیکن بلاوجہ اعتراض کر کے اپنے آپ کو اولیاء کرام کے مخالفین میں شمار نہ کرائیں۔

اخوان اور قوال

جیسا کہ کتابوں میں درج ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو اخوان اور قوال دونوں نہیں ملے اس لئے آپ نے پہلے تو سماع سنا ہے لیکن بعد میں نہیں سُنا۔ کیونکہ حکم شاہی تھا کہ جو کوئی قوال قوالی کے لئے جائے اس کو دار پر چڑھا دیا جائے اور جو قوالی سننے جائے اس کو بھی، اس لئے آپ کے پاس اخوان یعنی ہم مشرب اور قوال دونوں ڈر کی وجہ سے نہیں آئے، لیکن آپ کے خلیفہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی کی محفل سماع میں جا کر سماع سنتے تھے۔ اسی طرح حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی اپنے وطن اودھ گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کی خاطر سماع کا انتظام کیا۔ چونکہ آپ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی

کے خلیفہ ہیں۔ آپ دہلی کے قوالوں کا کلام سننے والے تھے اس لئے آپ کو وہ محفل سماع پسند نہیں آئی جو آپ کے آبائی وطن میں لوگوں نے آپ کی خاطر منعقد کی تھی۔ کیونکہ دیہاتی قوال تھے۔ نہ پڑھنے کا ڈھنگ صحیح تھا، نہ تلفظ صحیح، نہ کلام اور ساز صحیح۔ اس لئے آپ تھوڑی دیر سن کر گھر واپس آ گئے تو یہ انکار سماع کی کوئی دلیل نہیں۔ یوں تو حالات کے تحت حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ ہجرت کر کے ہندوستان سے مکہ چلے گئے۔ وہاں آپ کو قوال میسّر نہ آئے۔ اس لئے آپ نے مکہ مکرمہ میں قوالی نہیں سنی لیکن وہ منکرِ سماع نہیں تھے۔ آپ کی اجازت سے ہندوستان اور پاکستان میں آپ کے سلسلے کے لوگ محفلِ سماع مزامیر کے ساتھ سنتے ہیں۔ البتہ اسی سلسلے کے چند لوگ نہیں بھی سنتے لیکن چند لوگوں کا محفل سماع نہ سننا۔ نہ سننے کی دلیل نہیں کیونکہ آپ کا سلسلہ ہی چشتیہ ہے۔ اور جو لوگ آپ کے سلسلے میں داخل ہیں اور محفل سماع نہیں سنتے تو یہ شیخ اور سلسلے کے بزرگوں کی نافرمانی ہے۔ اور بزرگوں کی نافرمانی رسول اللہ کی نافرمانی میں شامل ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ ابو احمد چشتی کے ذکر میں ہے کہ فضیل مکیؒ نے بیمار ہونے کے بعد خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ یہ ناک میں جو پینس کی بیماری ہے چلی جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ شیخ ابو احمد کے سماع کا انکار کیوں کرتے ہو۔ اس کا انکار اس کے مشائخ کا انکار ہے۔ اس کے مشائخ کا انکار ہمارے سماع کا انکار ہے

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے پر استقبال کی تفصیل

۱۔ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا	مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
۲۔ وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا	مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعِ
۳۔ اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا	جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

۱ ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا ثنیات وداع کی چوٹی سے

۲ ہم پر اس شخص کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے جس نے اپنی آواز کو خدا کی طرف بلانے کیلئے وقف کر رکھا ہے۔

۳ اے مبارک ذات: جو ہماری طرف سے مبعوث فرمائے گئے اور ایسے امور دیئے کہ جو واجب الاطاعت ہیں۔

اور ترتیب جلوس یہ تھی:۔

گانے والی عورتیں آگے تھیں اور دف بجانے والی لڑکیاں پیچھے، بیچ میں ڈھول بجانے والی لڑکیاں تھیں۔

(حوالہ کتاب "آدم سے پہلے اور آدم کے بعد" صفحہ نمبر ۵۹۹)

اگر استقبال اور گانا بجانا منع ہوتا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت منع فرما دیتے یا مدینہ منورہ پہنچ کر منع کر دیتے کہ یہ ناجائز ہے۔ لیکن آپ نے منع نہ کیا۔

منکرین سماع کے متعلق فیصلے

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دوست کا ذکر سن کر جھوم نہ اٹھے وہ کریم یعنی سخی یا با مروت نہیں ہے۔

۲۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ سے پوچھا گیا کہ سماع کے متعلق اہل علم کا کیا خیال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے علاقہ میں (آپ ہمیشہ مدینہ منورہ میں رہے) اہل علم اس کا انکار نہیں کرتے بلکہ جائز سمجھتے ہیں۔ اس کو برا سمجھنے والے عام لوگ یا تو جاہل ہیں یا عراق کے باشندے ہیں جن کی طبع سخت ہے۔

۳۔ حضرت استاذ الائمہ حضرت ابراہیم سعد مدنی رح آپ استاد ہیں امام شافعی رح کے امام احمد رح کے امام مسلم رح اور امام بخاری رح کے آپ سے ہارون رشید نے دریافت کیا۔ کیا مدینہ میں اس کا کوئی منکر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس کے دل پر اللہ نے مہر لگادی وہی اس کا منکر ہوگا۔

۴۔ حضرت امام شافعی رح ایک جگہ گانا سن رہے تھے۔ اور جب سن چکے تو اپنے ساتھی علامہ یونس بن عبد العلی رح سے کہا کہ کیا تم راگ سن کر خوش ہوئے انہوں نے کہا نہیں اس پر امام موصوف نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ تمہاری حس صحیح نہیں ہے۔

۵۔ حضرت بندار بن حسین رح کا قول ہے جو سماع طیب کو نہیں سنتا اس کی قوت ادراک میں نقص ہے (کتاب اللمع)

۶۔ حضرت داتا گنج بخش لاہوری رح فرماتے ہیں سریلی آواز اور

الحان کی تاثیر علقمندوں کے نزدیک اتنی مسلم اور واضح ہے جس کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ سرود۔ سریلی آواز اور ساز کوئی اچھی چیز نہیں وہ جھوٹ بولتا ہے یا نفاق برتتا ہے یا پھر حِس نہیں رکھتا۔ اور وہ انسان اور صوفیوں کے طبقہ سے باہر ہے۔

۷۔ حضرت امام غزالی رح آپ فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیئے جو شخص صوفیوں کے احوال اور وجد کا منکر ہے دراصل کم ظرفی کے باعث انکار کرتا ہے۔ ایسا شخص معذور ہے کیوں کہ آدمی کے لیئے اس چیز پر ایمان لانا اور تصدیق کرنا دشوار ہوتا ہے جس سے وہ ناواقف ہے۔ اس شخص کی مثال مخنّث کی سی ہے جو مجامعت کی لذت کو باور نہیں کرسکتا۔ کیوں کہ اس کا تعلق تو شہوت سے ہے۔ جب اس میں قوت شہوت ہی پیدا نہیں کی گئ تو وہ اسے کیسے جان سکتا ہے۔ اگر نابینا آدمی سبزہ زار اور بہتے پانی کے نظارے کی لذت کا انکار کرے تو تعجب کی کون سی بات ہے۔ وہ بے چارہ بینائی سے محروم ہے۔

۸۔ حضرت امام غزالی رح کے چھوٹے بھائی احمد غزالی رح آپ فرماتے ہیں کہ حدیث نبوی کی رد سے سماع حلال ہے اور آپ نے یہ بھی لکھا کہ سماع فعلِ رسول ص اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور فعلِ رسول کو حرام کہنے والا بالاجماع کافر ہے۔

۹۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رح آپ فرماتے ہیں کہ سماع کا مطلق انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ سماع کا مطلقاً انکار ممنوع ہے۔ کیوں کہ بغیر کسی صراحت کے سماع کا انکار ان تینوں حال سے خالی نہیں ہوگا۔ اوّل یہ کہ منکر سماع سنن د

اخبار سے واقف نہیں (قرآن وحدیث) یا وہ اپنے نیک کاموں پر مغرور ہے۔ یا وہ مردہ دل اور بد ذوق ہے۔ یعنی مردہ دلی اور بد ذوقی کی وجہ سے انکار کر رہا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ کبھی کبھار سماع کا انکار ایسا شخص کرتا ہے جس کا دل مردہ اور طبیعت جامد ہے۔ یعنی اس میں ذوق سماع ہی نہیں۔ گویا وہ ایک نابینا ہے۔ جو حسن وجمال کی رعنائیوں سے بیگانہ محض ہے۔

۱۰۔ حضرت ابوطالب مکی رح۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سماع کا مطلقاً منکر ہے تو ستر صدیقین کا منکر ہے۔

۱۱۔ حضرت شیخ محمد بن احمد مغربی طیولسی رح

آپ فرماتے ہیں کہ جس کے اندر ذوق سلیم، وسیع المشربی اور درد دل ہو۔ وہی سماع سے لطف اندوز ہو سکتا ہے اور جو اس کو حرام کہتا ہے وہ گدھا ہے اس کو اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس کی مطلق حلت پر اجماع امت ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رض اور عبداللہ بن زبیر رض کے عمل سے واضح ہے۔ اور یہ حضرت علی رض اور حضرت امیر معاویہ رض کے عہد میں صحابہ کو عام طور پر معلوم تھا کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔ اگر حرام ہوتا تو اس پر قطعاً اعتراض ہوتا۔ (حوالہ کتاب فرح الاسماع مطبوعہ الوار محمدی لکھنؤ ماخوذ کتاب اسلام اور موسیقی ص ۲۷۵ اور ص ۲۷۶)

۱۲۔ علامہ عبدالغنی نابلسی کی تشریح

علامہ عبدالغنی نابلسی کی زبان سے کچھ اور بھی سنئیے جو انہوں نے اپنے رسالۂ سماع میں لکھا ہے۔

(ترجمہ) اگر کوئی جاہل یہ کہے کہ ہم تمہاری بیان کردہ تفصیل کو

نہیں مانتے بلکہ اسے اختیار کرتے ہیں جو فقہا نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور انہوں نے باجوں کو حرام لکھا ہے اور وہ تفصیلات نہیں لکھیں ہیں جو تم بیان کرتے ہو۔ تو میرا جواب یہ ہے کہ تم جاہل ہونے کے علاوہ امت محمدیہ کے ساتھ سوئے ظن بھی رکھتے ہو۔ اور تمہارے نہ ماننے سے حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہم نے تمہارے جیسوں کے لیے جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ من گھڑت چیز نہیں۔ لھو کی قید فقہاء کی عبارتوں اور کتابوں میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن اس کے لیے جو اسے سمجھتا ہے اور جو ان کی کتابوں کا فہم رکھتا ہے۔ نیز ان کے مبنائے استدلال سے واقف ہے اور ان قیود کو جانتا ہے۔ جو کتاب و سنت کی روشنی میں مختلف مدارس خیال (مذاہب) کے فروع کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے سے مستنبط ہوئی ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہم نے حنفی اور غیر حنفی فقہا کی جتنی عبارتیں دیکھی ہیں ان میں سماع مزامیر کی حرمت کے ساتھ ہر جگہ لھو کی قید لگی ہوئی ہے۔ ہر فقیہ "ملاہی کا سننا" یا "لھو" کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ ہم یہ تفصیل اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ کسی حنفی یا غیر حنفی کی کتاب فقہ میں لھو کی شرط کے بغیر ہی مزامیر یا طنبورے کی حرمت کا ذکر ہے تو ہم یہی فیصلہ دیں گے کہ کہنے والے کا مقصد وہی باجے ہیں جو لھو کی غرض سے ہوں اور اس کی دلیل وہ قید لھو ہے جو فقہا کی تمام دوسری عبارتوں میں بھی موجود ہے اور اس سلسلے کی تمام احادیث

و روایات میں بھی صراحتہً موجود ہے۔ یہاں تک کہ جن احادیث میں لہو کا ذکر نہیں وہاں شراب اور لونڈیوں وغیرہ کا ذکر ہے اور بعض روایات میں جہاں اس قید کا ذکر نہیں وہاں علمائے حدیث نے دوسری احادیث سے چند مواقع کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے یہ استثنا تقلید ہی کا ثبوت ہے۔ ہماری ان تصریحات کی تائید اس جواب سے بھی ہوتی ہے جو شیخ الاسلام علامہ عبدالرحمٰن آفندی رح (دمشق کے مفتی احناف) نے کسی کے سوال پر دیا تھا۔ ان سے کسی نے مزامیر سننے کے متعلق فتویٰ پوچھا۔ تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اسے ان لوگوں نے حرام سمجھا ہے۔ جن پر ان کے صدق مقال کی وجہ سے کوئی نکیر نہیں کی جا سکتی۔ پس جو شخص اس سے اپنے دل میں کوئی نور معرفت پاتا، وہ ادھر قدم بڑھائے ورنہ شریعت کی مقررہ حدود کے پاس آکر ٹھہر جانا زیادہ باعث سلامتی ہے۔

شیخ الاسلام خیر الدین رملی حنفی نے یہی جواب دیا تھا جیسا کہ ان کی کتاب فتویٰ خیریہ میں مذکور ہے۔ اب ان دو فقیہوں کو دیکھیے جو کہ عالم بھی ہیں اور عامل و متقی بھی، فقہ کے اصول و فروع سے بھی آگاہ ہیں۔ شریعت کے مقصود اور احکام کی بنیاد سے بھی واقف ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں ایسے آخری دور میں ہوئے ہیں جس میں کوئی ایسا صاحب انصاف عالم دین نظر نہیں آتا جو امتِ محمدیہ کے ساتھ حسنِ ظن بھی رکھتا ہو۔ تاہم ان دونوں بزرگواروں نے اس مسئلے کے متعلق جو مفصل جواب دیا ہے اس میں سماع آلات کو اس طرح مطلقاً حرام نہیں کہا ہے۔ جس طرح ان دونوں کے

اکثر ہم عصر نادان و تنگ نظر متفقہین نے کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تفصیل و تقلید کے موقع پر اطلاق کو باقی رکھنا غلطی ہے۔ ان دونوں نے انصاف سے کام لیتے ہوئے ہی اشارہ کیا ہے کہ جو مزامیر سے نور معرفت اپنے دل میں پائے وہ اس کی طرف قدم اٹھائے۔ ایسے نور معرفت حاصل کرنے والے دنیا سے مفقود نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ موجودہ دور کے لوگوں کے برخلاف ایسے اصحاب، حال انشاء اللہ قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ ہاں ہمارے دور کے فقہا اپنے زمانے میں اس قسم کے لوگوں کے وجود ہی سے انکاری ہیں اور ان کا جو رتبہ و مقام عند اللہ ہے اس کے منکر ہیں اور اپنی خبیث نیتوں کی وجہ سے دوسروں پر کیچڑ اچھالتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مزامیر کے خلاف حرام بتانے والے کم علموں کا سب سے بڑا استدلال شیخ ابنِ حجر ہیثمی شافعی کا رسالہ "کف الرعاع" جیسی کتابیں ہیں۔ حالاں کہ اس رسالہ میں جہاں مطلق احادیث میں وہاں ایسی حدیثوں اور روایتوں کا بھی ذکر ہے جس میں لھو، شراب اور لونڈیوں کی قید لگی ہوئی ہے۔ اس لیے مطلق احادیث سے بھی یہی تقلید مراد ہوگی۔ ابنِ حجر نے اپنے رسالۂ مذکور میں علماء کے مختلف اقوال بھی درج کئے ہیں کہ بعض اہل علم اس کی حلت کے قائل ہیں اور بعض حرمت کے اور بعض قیود و تفاصیل کے مگر بے علم لوگ اسے نہیں سمجھتے اگر وہ اس رسالہ کے نام ہی پر غور کر لیتے ہیں جو ابن حجر ہیثمی نے لکھا ہے تو ان کے

لیے کافی ہوتا۔ کیونکہ سماع مزامیر صرف رعاع الناس کے لیے حرام ہے یعنی جاہل کمینوں کے لیے ہیثمی کے نزدیک ساری دنیا کمینی اور گری ہوئی نہیں جو سارے لوگوں کے لیے اس کا مطلقاً حرام ہونا ان کا مقصد ہو۔ جو لوگ اسے مطلقاً حرام کہتے ہیں ان سے یہ سوال ہو سکتا ہے کہ ان چڑیوں کی چہک سننا بھی تمہارے نزدیک حرام ہے جو شاخوں پر بیٹھی ہوتی ہیں؟ یہ بھی تو غایت درجے کی مطرب و نغمہ نواز ہوتی ہیں اور انسان کے میلانِ حیوانی میں تحریک پیدا کرتی ہیں۔ اگر وہ اس کا جواب اثبات میں دے (یعنی چڑیوں کی چہک کو حرام کہے) تو ہم اسے صرف جاہل اور مفتری علی احکام اللہ ہی نہیں کہیں گے بلکہ اسے پاگل بھی کہیں گے اور اگر وہ اسے (پرندوں کی چہک کو جائز و مباح بتائے تو ہم کہہ دیں گے کہ تمام قسم کے مطرب و نغمہ نواز آلات و مزامیر کی بھی یہی صورت ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ مزامیر سے تو انسان اپنے ارادہ و اختیار سے آواز میں پیدا کرتا ہے تو ہمارا جواب یہ ہے کہ پرندوں کی چہک سُننے والا بھی اپنے ارادہ و اختیار ہی سے سنتا ہے لہذا جب وہ اس کے لیے حرام نہیں تو یہ بھی نہیں۔

امام عبدالغنی نابلسی رح کی اس طویل عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ جتنی احادیث عناد مزامیر کی مطلق حرمت سے متعلق ہیں وہ دراصل دوسری احادیث سے مقید ہیں جس طرح قرآن پاک میں یہ اصول مسلم ہے کہ:

الایات یفسر بعضها بعضا (ایک آیت خود ہی دوسری آیت کی تفسیر کر دیتی ہے) اسی طرح احادیث کا بھی یہی اصول ہے کہ الاحادیث یفسر بعضها بعضا (حدیثیں بھی ایک دوسری کی مفسر ہوتی ہیں) پس مطلق احادیث کو مقید احادیث کے پہلو میں رکھ کر کوئی حکم لگانا چاہیے ورنہ یہ اس لا تقربوا الصلوٰة جیسا معاملہ ہوگا جس کے بعد وانتم سکاریٰ نہ پڑھا جائے۔ گویا یوں کہیے کہ مطلق طور پر نہ گانا حرام ہے نہ باجا۔ یہ اس وقت حرام ہے جب یہ دوسرے سفلی محرکات کا جز بنے۔ یا غیر ثقہ سوسائٹی میں اس کا غلط استعمال ہو تو یا یہ لھو کے طور پر ہو۔ لھو کا مطلب اوپر گزر چکا ہے کہ اس کا مطلب فرائض و واجبات سے غفلت ہے یا مکروہات میں مبتلا ہونا۔ اگر یہ نہ ہو تو محض دل بہلانے یا غم غلط کرنے کے لیے اظہار مسرت کے لیے تفریحات کے لیے اعلان نکاح وغیرہ کے لیے، گانا بجانا کوئی لھو نہیں، بلکہ سنت ہے، حضور کی بھی، اور صحابہ و تابعین کی بھی اور ان محدثین و فقہاء و فقراء کی بھی جن کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور فقر و درویشی پر تواتر کے ساتھ اجماع امت رہا ہے بلکہ (جیسا کہ ہم زیر نظر کتاب میں شامی اور رملی اور قاضی پانی پتی کا قول لکھ چکے ہیں) بعض اوقات اعلیٰ مقاصد رکھنے والے مخصوص لوگوں کے لیے اس کا سننا مستحبات میں سے ہے۔ امام مالکؒ تو دف کو صحت نکاح کی شرائط میں داخل فرماتے ہیں۔

دیکھیے رسالہ قاضی پانی پتی ص ۸۔

امام عبدالغنی حنفی نابلسی کی ایک تصریح سماع کے سلسلے

میں بہت قابل غور ہے۔ فرماتے ہیں کہ غنا کے مضامین میں زہد ہو یا معین وغیر معین غزل ہو، نغمہ ہو یا نہ ہو، صرف غنا ہو یا صرف ساز، دف ہو یا دیگر مزامیر، دف میں جھانجھ ہو یا سادی دف ہو۔ شادی ہو ولیمہ، عید ہو یا کسی کا استقبال، ذکر و تہلیل کے ساتھ ہو درود کے ساتھ۔ اکیلا اپنے گھر میں ہو یا مسجد میں، اہل علم کا مجمع ہو یا دوسروں کا، بالقصد ہو یا بلا قصد لوگوں میں خاص وقت میں جمع کر کے یا غیر معین وقت میں۔ مردوں کے لیے ہو یا عورتوں کے لیے یا ان میں سے کسی ایک کے لیے ان سب کا نام سماع ہے اور شرع میں سب کا حکم ایک ہی ہے۔ (احقاقِ حق صفحہ ۱۱ مولانا عبدالباری فرنگی محلی)

۱۳۔ حدیث صحاح ستہ سے سماع ثابت ہو گئی۔ نیز، چاروں اماموں کے مذہب سے قولاً و فعلاً غنا ثابت ہوئی۔ اب اللہ کی پوری طرح حجت قائم ہو گی اور اس کے بعد جو کوئی انکار کرے گا جواز سماع کا اُس کا قول مردود ہو گا۔ (حوالہ اثبات السماع علامہ سید احمد سعید کاظمی)

آداب سماع

حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رح نے سماع کے بیان میں آداب سماع جو بیان فرمائے ھیں اس کتاب میں تحریر ہیں۔ وہاں تفصیل سے درج ہیں۔ یہاں پر مختصر طور پر دوبارہ بیان کئے جا رہے ہیں۔

جس محفل سماع میں کوئی شیخ موجود نہ ہو اس محفل سماع میں اہل سلسلہ کو نہیں جانا چاہیئے۔ کیوں کہ ہر محفل سماع اللہ کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ محفل سماع سننے کے لیے

ہے۔ جولوگ ذوق سماع کے لیے محفل کر رہے ہیں وہ سنیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ محفل میں سب لوگ ذوق و محبت سے آتے ہیں اور سنتے ہیں۔ چونکہ اکثریت ان لوگوں میں ان لوگوں کی ہوتی ہے جو کسی کے مرید نہیں ہوتے۔ اور مرید بھی ہیں تو ان کو اپنے شیخ کی پوری صحبت نہیں ہے۔ اس لیے اس محفل سماع میں آداب نہیں ہوتا اور جس محفل سماع میں آداب نہ ہوں وہاں اہلِ طریقت کا جانا بہتر نہیں ہے۔

بہت سے لوگ بزرگوں کا عقیدت و محبت سے عرس کراتے ہیں اور بہت اہتمام اور انتظام بھی کرتے ہیں۔ انتہائی خلوص و محبت سے محفلوں کا انعقاد بھی کرتے ہیں۔ بزرگوں کے نام سے گدی بھی لگاتے ہیں اور وہ طور طریق اور رسمیں ادا کرتے ہیں جو ان کو اہلِ عقیدت نے بتلایا ہے۔

ان کی خلوص اور محبت اپنی اپنی جگہ ہے۔ لیکن اہلِ طریقت جب ان کی محفلوں میں جائیں گے تو وہ اسی طرح کریں گے جس طرح محفل کرانے والے کر رہے ہیں تو اس طرح سے غلط اور غیر ضروری رسمیں ایجاد ہو جائیں گی۔ اس لیے کسی محفل میں چلے گئے ہیں تو آئندہ احتیاط کریں اور دوبارہ ایسی محفل میں نہ جائیں۔ کوئی ایسی بات نہ کہیں اور نہ کریں جس کی وجہ سے محفل کرانے والوں کی محبت اور عقیدت کو ٹھیس لگے یا دل آزاری ہو۔ اکثر محفلوں میں بعض جگہ قوالی کا مقابلہ بھی کراتے ہیں۔ بعض جگہ عورتوں کو بھی گانے کے لیے بلاتے ہیں اور کسی کسی جگہ اسٹیج بنا کر اوپر قوال کو بٹھاتے ہیں اور جو عقیدت مند ہیں وہ فرش پر بیٹھتے ہیں۔ ایسی محفلوں میں اہلِ طریقت کو بالکل نہیں جانا چاہیئے اور جو

جاتا ہے وہ نا اہل ہے۔ اپنے کم علمی کی وجہ سے سلسلے اور بزرگوں کو بدنام کرتا ہے جس کا وہ خود ذمہ دار ہے۔

جو لوگ بزرگوں کا عرس کراتے ہیں انہیں بزرگوں سے عقیدت و محبت ہے۔ یہ لوگ خود سوچیں اور غور کریں کہ یہ بزرگ مرید ہونے کے بعد ہی بزرگ ہوئے ہیں اور اللہ نے ان کو اس قدر بلند و بالا مقام عطا فرمایا کہ آپ لوگ ان بزرگوں کی عقیدت و محبت میں عرس اور محفل کراتے ہیں۔ تو آپ لوگ بھی ان بزرگوں کی محبت کی خاطر جو شیخ یعنی مرشد پسند آئے اس سے مرید ہو جائیں اور بیعت ہو جانے کے بعد پھر شیخ کی موجودگی میں جو عرس اور محفل سماع ہوگی وہ صحیح طریقہ ہوگا اور صحیح طریقے کا فروغ ہوگا اور بزرگوں کی روحیں خوش ہوں گی۔ سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوش ہوں گے اور رسول اللہ کا خوش ہونا اللہ کا خوش ہونا ہے۔

محفل سماع اللہ کی نعمت ہے۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں کئی جگہ اس کا ذکر آچکا ہے۔ اس کو خوب سننا چاہیئے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی بہت جلد محبت پیدا ہوتی ہے کیوں کہ سریلی اور خوش الحانی سے جو کلام پڑھا جاتا ہے وہ قلب پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے جس کی وجہ سے قلب کی سختی بھی جلد دور ہو جاتی ہے۔

محفل سماع میں شیخ کی موجودگی میں فیضان الٰہی بہت زیادہ ہوتا ہے اور اگر کسی کا شیخ دور ہے اور محفل سننے کا شوق ہے تو اپنے سلسلے کے کسی بزرگ کے یہاں محفل سماع سن سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔ اور سلسلے کا بھی کوئی بزرگ جہاں موجود نہیں تو پھر کسی ایسی جگہ پہنچ گیا ہے تو پھر کسی صاحب اجازت

بزرگ کے یہاں محفل سماع سن سکتا ہے اور یہی طریقہ بہتر ہے۔ محفل سماع میں باوضو ہونا چاہیئے۔ اگر کسی وجہ سے وضو نہیں کر سکتا تو تیمم کر لے تو بہتر ہے۔ اگر کسی ایسی جگہ اچانک پہنچ گیا ہے جہاں وضو اور تیمم کرنے کی سردست گنجائش نہیں تو دل میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے۔ کیوں کہ یہ مجبوری ہے۔ لیکن نجاست کی حالت میں محفل سماع کے قریب بھی نہ جائے۔ پاک حالت میں جانا چاہیئے۔ محفل سماع کے دوران جہاں تک محفل سماع کا حدود ہے وہاں حقہ، بیڑی، سگریٹ نہیں پینا چاہیئے۔ بعض بزرگ پان کھاتے ہیں اور اس میں تمباکو ہوتا ہے۔ اگر پان محفل سماع کے دوران نہ کھائیں تو بہتر ہے۔

احتیاط اگر کسی شیخ کی محفل میں جائیں تو اس محفل سماع میں شیخ کا ادب کریں۔ اگر کوئی ایسی بات ہے جو محفل سماع کے منافی ہے تو خاموشی سے اجازت لے کر چلے جائیں۔ کسی کی محفل میں کوئی اعتراض نہ کریں۔ نہ اس کی محفل کا نظم و ضبط خراب کریں۔ آئندہ احتیاط کریں کہ نہ جائیں۔

قوال اگر قوال ٹھیک نہیں پڑھتا یا تلفظ درست نہیں۔ تو اس کو بار بار مت ٹوکو، برا نہ کہو، نہ اس کی دل شکنی کرو۔ اس کو آئندہ مت بلاؤ۔

عورتیں محفل میں عورتوں کے لیے الگ پردہ کا انتظام کرو۔ عورتوں کو مردوں میں مت آنے دو اگر کوئی ایسی عورت ہے جو پردہ نہیں کرتی اور مردوں میں اچانک آگئی ہے اس کو لعنت ملامت نہ کرو بلکہ محبت اور

شفقت سے سمجھا کر عورتوں میں بٹھال دیں اور عورتیں مردوں میں نہ آئیں۔ اگر کوئی ضرورت ہے تو بہتر یہ ہے کہ چھوٹے بچوں اور بچیوں کو بھیج دیں۔

نوعمر بچے

محفل سماع میں بوڑھے، جوان اور بچے بھی آتے ہیں۔ اگر کسی کے ساتھ نوعمر لڑکے بھی ہیں تو ان کو بڑوں کے ادب کا خیال رکھنا چاہیئے اور کوئی ایسی بات نہ کریں جو اصول ادب کے خلاف ہو۔ اور اگر کوئی بزرگ یا عمر رسیدہ آدمی آگیا ہے تو اس کے لیے جگہ خالی کر کے دوسری جگہ بیٹھ جائیں اور ان کو ادب سے اپنی جگہ بٹھال دیں۔

محفل سماع سننے کا اہل

بعض لوگ کہتے ہیں کہ محفل سماع کو وہ سُنے جو محفل سماع کا اہل ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے۔ محفل سماع اہلیت والے ہی کو سننا چاہیئے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئی بچہ ماں کے پیٹ سے اہل پیدا ہوتا ہے۔ یا دنیا میں آکر اہل بنتا ہے۔ وہ اسی دنیا میں آکر اہل بنتا ہے۔ جو بھی یہ کہتا ہے کہ محفل سماع اہل کو سننا چاہیئے وہ شخص جب اسکول میں پہلی بار گیا تو اہل تھا یا نااہل اس کو اپنی حالت یاد ہونی چاہیئے۔

پہلی کلاس سے میٹرک تک اس کے بعد ایم اے تک اور اس سے اعلیٰ تعلیم تک کوئی پیدائشی اہل نہیں ہوتا ہے جس طرح کہ بچے اسکول جاتے ہیں تو ماسٹر ان کو اسکول میں داخل کر لیتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ نااہل

اہل ہوکر اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیتے ہیں۔
اسی طرح شیخ یعنی مرشد سب کو مرید کر لیتا ہے اور جو آتا رہتا ہے اور شیخ کی اطاعت کرتا رہتا ہے رفتہ رفتہ اہل ہو جاتا ہے۔ مگر جو مرید ہونے کے بعد آتا ہی نہیں وہ مرید تو رہتا ہے لیکن اس کے اندر وہ خوبی اور وہ بات پیدا نہیں ہوتی جو صحیح معنوں میں ہونی چاہیئے اور جو شیخ کی موجودگی میں محفل ہوتی ہے صحبت شیخ سے نا اہل۔ اہل بن جاتا ہے۔ اور یہ اہل بن کر فضیلت و معرفت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے اور اس میں بعض بعض اس قابل ہو جاتے ہیں کہ شیخ ان کو اجازت و خلافت سے نواز دیتا ہے۔ پھر وہ خود شیخ بن کر دوسرے نا اہل افراد کو اہل بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ سلسلہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک جاری وساری ہے جو روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ لہٰذا اس بارے میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سماع کا صحیح طریقہ

ہر دور میں بزرگوں نے محفل سماع کے طور طریق لکھے ہیں۔ لیکن سب سے صحیح اور درست طریقہ محفل سماع کا یہ ہے کہ جس کا شیخ جس طرح محفل سماع سنتا رہا ہے یا سنتا ہے اس کو اپنے شیخ کے طریقے کے مطابق محفل سماع سننا چاہیئے اور اپنی طرف سے اس میں کوئی ترمیم و تنسیخ نہ کرنا چاہیئے تاکہ جو بات اوپر سے بزرگوں سے چلی آئی ہے وہ ہمارے بعد آنے والی نسلوں کو بھی محفل سماع کا وہی طریقہ صحیح ملے۔ یہی

محفل سماع کا بہترین اور احسن طریقہ ہے کہ سب اہلِ سلسلہ اپنے اپنے مشائخ کے طریقے پر محفل سماع سنا کریں۔ اور دوسروں کے طریقے پر انگشت نمائی نہ کریں۔

وجد اور رقص کا فرق

دل میں ذکرِ خیر یا اچھے اشعار و کلام خواہ ساز کے ساتھ ہوں یا بغیر ساز کے ہوں۔ ان کے سننے سے دل میں منجانب اللہ محبت کی وجہ سے سرور و کیف پیدا ہوتا ہے اس کو وجد کہتے ھیں۔ اور جس کو وجد ہوتا ہے اس کی مختلف کیفیات ہوتی ہیں۔ کوئی کھڑے ھو کر وجد کرتا ہے۔ کسی کے آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ھیں۔ کوئی آہِ سرد بھرتا ہے۔ کوئی خوش ہو کر تالی بجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ اللہ کی رضا کے لیے ہوتا ہے اور یہ بے اختیاری میں ہوتا ہے۔ بعض لوگ وجد کو بھی رقص کہتے ہیں جس کی تفصیل وجد و حال میں درج ھے۔

رقص

یہ دلی کیفیات ھیں۔ جو انسانی قابو میں ہوتی ھیں۔ کوئی اللہ کے لیے کرے یا دل خوش کرنے کے لیے کرے — کرنے والا اپنی کیفیات کے مطابق رقص خود ہی کرتا ہے۔ نیتوں کا جاننے والا اللہ ہے۔ اس لیے کسی کے دلی کیفیات پر کوئی اظہار رائے نہیں کیا جا سکتا۔

وجد و حال

اللہ تعالیٰ کا نام واجد ہے اور واجد سے وجد ہے۔ اس کو بعض لوگ حال اور بعض لوگ رقص بھی کہتے ھیں۔ وجد اس حال

کو کہتے ھیں کہ اللہ اور اس کے رسول اور اللہ و رسول کے چاہنے والوں کے ذکر سے اور عمدہ اشعار جو خوش الحانی سے پڑھے جاتے ھیں ان کو سُن کر دل میں جو سرور و کیف کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اندر سے محبت کا ایک جوش پیدا ہوتا ہے اس کیفیت کو وجد و حال کہتے ھیں اور جس دل میں جس قدر زیادہ محبت ہوگی اسی قدر اس کے دل میں وجدانی کیفیت زیادہ ہوگی۔

محفل سماع میں صرف تین ذکر ہوتے ھیں۔ اللہ کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر کسی بزرگ کا۔ اس میں صحابہ کرام ہیں۔ اولیاء کرام ھیں یا سلسلے کے کوئی بزرگ یا اس کا خود شیخ۔ اور چونکہ شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنے والا ہوتا ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنے والا ہے وہی اللہ کا چاہنے والا ہوتا ہے۔ مختلف سامعین سے مختلف کیفیات کا اظہار ہوتا ہے جو ان کے مقام اور قلبی واردات کے حسبِ حال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر بعض لوگ حال (وجد) سے بے ہوش ہو جاتے ھیں۔ بعض زمین پر بعض تکیہ پر سر مارتے ھیں۔ بعض کھڑے ہو کر وجد کرتے ھیں۔ بعض گریہ و زاری کرتے ھیں اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ جب کھیل میں کوئی ٹیم کھیل جیت لیتی ہے۔ جیتنے والی ٹیم میں کوئی ہنستا ہے کوئی کودتا ہے کوئی ناچتا ہے کوئی مسکراتا ہے۔ سب کی ایک جیسی کیفیت نہیں ہوتی جو انسانی اختیارات سے باھر ھیں۔

اسی طرح جب کسی گھر میں کوئی میت ہو جاتی ہے

تو بعض صدمہ سے بے ہوش ہو جاتے ھیں اور بعض رو رو کر حالت خراب کر لیتے ھیں۔ بعض محبت میں آہ سرد کھینچتے ھیں اور بعض کی آنکھوں میں آنسو تک نہیں آتے۔ یہ اپنے اپنے دلوں کی کیفیت ہے۔ اس لیے محبت اور غم کا کوئی کلیہ قاعدہ نہیں۔ یہ دلی جذبات خود بخود آشکار ھو ہو جاتے ھیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وجد فرمایا تو آپ کے ساتھ چار سو صحابہ کرام تھے۔ اور سب نے وجد کیا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشیوں کا وجد مسجد میں دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے فرمایا کہ "تم مجھ سے ہو اور میں تم سے" اس خوشی میں آپ نے وجد کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ تم صورت اور سیرت میں میری طرح ھو۔ اس پر آپ نے بھی خوشی میں آکر وجد کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارث رضؓ سے فرمایا کہ تو میرا مولا (یعنی غلام) ہے اور بھائی بھی۔ تو انہوں نے بھی خوشی میں آکر وجد کیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضؓ سے فرمایا کہ تم مجھ سے خَلق اور خُلق میں مشابہ ہو تو انہوں نے کمالِ مسرت سے خوب وجد کیا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحؒ محفل سماع میں وجد کرتے تھے۔ جب حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحؒ نے وجد کیا تو خانقاہ کی دیواریں تک ہل گئیں اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ نے جب وجد کیا تو اڑ کر اپنے مدرسہ میں پہنچ گئے۔

وجد اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتا ہے اور یہ نعمت الٰہی ہوتا ہے اور جس خوش نصیب کو اللہ نے یہ نعمت عطا فرمائی ہے اس کو بہت خوش ہونا چاہیئے اور جس کو وجد پیدا نہیں ہوتا اس کو دل سے سختی دور ہونے کی دعا اللہ سے مانگنی چاہیئے اور بکثرت ذکر الٰہی خالص رضائے الٰہی کے لیے کرنا چاہیئے تاکہ قلب صفا ہو کر اس میں محبت الٰہی پیدا ہو اور قلب کی سختی دور ہو جائے۔

وجدانی کیفیت اور حال میں کھڑے ہونا

بعض حضرات کا خیال ہے کہ محفل سماع میں جب وجدانی کیفیت پیدا ہو تو سننے والے کو ضبط کرنا چاہیئے اور حال یعنی وجد کے لیے کھڑا نہیں ہونا چاہیئے۔ اور بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ جو لوگ حال کرتے ہیں وہ مغلوب الحال ہیں اور مغلوب الحال ہونے کی وجہ سے وجد کرتے ہیں۔ اور کامل لوگ وجد نہیں کرتے بلکہ سکون سے سنتے ہیں۔

چونکہ جتنے بھی سلاسل ہیں ان کے سلسلے کے بزرگوں کا اپنا طریقہ ہے اور بوقت سماع بزرگوں پر مختلف قلبی کیفیات کا ورود ہوتا ہے۔ وہ اپنی دلی کیفیات کو خود جانتے ہیں۔ ہم کو کسی بزرگ پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ ہمارے لیے سب قابل احترام ہیں۔ بزرگوں سے التماس ہے کہ اب آپ کے سامنے جو تحریری ثبوت موجود ہیں ان کا بغور مطالعہ فرما کر خود فیصلہ فرمائیں کہ سب بزرگ

غالب الحال ھیں یا مغلوب الحال۔ یا جو لوگ اس قسم کے غلط سوالات کرتے ھیں کیا وہ ان بزرگوں سے زیادہ قابل ھیں جن کے حوالے یہاں دیئے جارھے ھیں۔ اس تذکرۂ وجد کا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجد فرمایا تو چار سو صحابہ کرام رضؓ نے آپ کے ساتھ وجد کیا۔ ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضؓ کرام نے کھڑے ہو کر وجد کیا تو اب ان سے بڑھ کر اور کون سی دلیل سنت کی چاھیئے۔ وجد کے بیان میں اس سے قبل کافی دلائل تحریر کئے جاچکے ھیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ'۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ۔ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے وجد کیا یہ تو سب خاموش نہیں ہوئے۔ کیا خیال ہے کہ مغلوب الحال ہیں یا غالب الحال ھیں۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضؓ وجد کی حالت میں اڑ کر مدرسہ میں چلے گئے۔ آپ نے ضبط نہیں کیا۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحؒ نے عصر کی نماز سے وجد کیا اور تہجد کی نماز تک وجد کرتے رہے۔ اور نماز کے وقت نماز بھی پڑھتے رہے۔ انہوں نے نہ ضبط کیا اور نہ خاموش رہے۔

مکتوبات قدسیہ ۱۴۹ مکتوب میں ہے کہ سماع میں ذوق و شوق حاصل ہونا مردانِ خدا کا مطلوب و مقصود ہے کہ جب یہ ذوق و شوق حاصل ہو تو طالب کو چاھیئے اس سے فائدہ اٹھائے اور وجد و حرکت میں آجائے تاکہ

ذوق وشوق میں اضافہ ہو۔ اگر کوشش کر کے اپنے آپ کو باز رکھے گا تو حق تعالیٰ کے ذوق وشوق سے اپنے آپ کو محروم رکھے گا۔ جب وجد آئے تو اس وقت اس حالت کو بند کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ کیوں کہ یہ حرمان عظیم یعنی بڑی بدنصیبی ہے۔ سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بامروت ذکریم نہیں یعنی جس کے دل میں اللہ کی محبت ہی نہیں وہ وجد کیسے کرے گا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ضبط کرنا چاہیئے اور خاموش رہنا چاہیئے وہ اتباع رسول سے گریز کر رہے ہیں۔ ان کو اللہ کا خیال نہیں بلکہ معاشرے کا خیال ہے یعنی وجد کرنے سے لوگوں میں رسوائی اور بدنامی ہوگی کہ وہ محفلِ سماع میں وجد کرتا ہے۔ اس لیے یہ لوگ خود بھی وجد نہیں کرتے اور دوسروں پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ اور اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرتے۔

حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

قبلہ شیخ الشیوخ سلطان العارفین وسلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کو بہت ذوق وشوق تھا۔ اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ جو مشائخ ان کی صحبت میں رہے یا ان کی محفلوں میں آئے وہ سب شاہد ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ محفل سماع میں خاموش نہ رہو۔ جو بھی شعر قوال کا پسند آئے اس کو داد ضرور بالضرور دو۔ بالکل خاموش رہنے سے قوال

کو کیا پتہ کہ اس کا شعر آپ کو پسند ہے یا نہیں۔ اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کا خوب ذکر کرو تاکہ دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جائے۔ جس دل میں اللہ اور رسول کی محبت نہیں ہو گی تو اس دل میں وجدانی کیفیت بھی پیدا نہیں ہو گی۔ اس لیے شیخ کی محبت ٔ اللہ اور رسول کی محبت حاصل کرنے کا پہلا زینہ ہے اور کسی کو وجدانی کیفیت آئے تو اس کو روکنا نہیں چاہیئے۔

حضرت ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ لاہوری

اپنی کتاب ہشت محفل میں فرماتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی محبت چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے اپنے شیخ کی محبت مانگو۔ شیخ کی محبت سے اللہ اور رسول کی محبت دل میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔

مرتبۂ شیخ

(۱) حدیث شریف "الشیخ فِی قومِہ کالنبیّ فِی اُمّتِہ۔" یعنی مرشد اپنی قوم (یعنی مریدوں) میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔

(۲) حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم چاہو تو تمہارے سامنے قسم کھا کر یہ کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو وہی افراد محبوب ہیں جو اس کے بندوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے جذبے کو بیدار کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہوتے ہیں۔

(حوالہ عوارف المعارف باب ۱۰)

وارث انبیاء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔

میری امت کے علماء تبلیغ دین میں بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ علماء وارث ہیں انبیاء کے۔ اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ علماء کرام نے دین کی خدمات دل و جان سے کی ہیں۔ اور آج تک دین کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان میں سب سے افضل وہ ہے جو سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا ہے۔

دور حاضر میں جب کوئی کسی دار العلوم سے علم دین حاصل کر کے عالم دین بن جاتا ہے تو وہ نبی کے علم کا وارث ہو جاتا ہے۔ جس کو سب تسلیم کرتے ہیں۔ کیوں کہ انہوں نے علم دین کی سند حاصل کی ہے۔ لیکن جس نے جتنا علم سیکھا ہے اُسی قدر علم کے وارث ہیں۔ سارے علم کے وارث نہیں۔ اور جس نے جتنا علم سیکھا کتابوں میں پڑھا اور سنا اسی قدر علم کا جاننے والا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ایک لاکھ ۲۴ ہزار صحابہؓ کو علم دین سکھایا۔ ان کو مکمل کرنے کے بعد فرمایا کہ میرے صحابہ کرامؓ مثل ستاروں کے ہیں۔ اس لیے جو بھی ان کی اتباع کرے گا وہ ہدایت پائے گا۔ یہ صحابہ کرام کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصدیق نامہ ہوا کہ سب کے سب عالم دین اور وارث علم رسول اللہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے صحابہ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی پیروی سے اللہ ان سے راضی ہوگیا اور ان کا اس قدر بلند و بالا مقام ہے جو کسی ولی کو بھی نصیب نہیں۔ جو علم قرآن وحدیث صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا یہ سب اس علم کے وارث ہوئے۔ حقیقت میں انبیاء کے صحیح وارث صحابہ کرام رضؓ ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ اور سارے صحابہ کرام رضؓ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عالم دین خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ عالم یعنی صحابہؓ نے جب خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو صحابہ سے افضل کون ہے؟ جو خلیفہ کی بیعت کا انکار کرے۔ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو سارے صحابہ کرامؓ (عالم دین) نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر آپ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو سب نے بیعت کرلی۔ اور آپ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت سیدنا امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ ہوئے۔ ان چاروں خلفاء راشدین کے ہاتھوں پر جن لوگوں نے بیعت کی ان میں صحابہ کرامؓ تھے۔ عالم دین تھے۔ فقیہ تھے۔ محدث تھے حافظ اور قاری تھے غرض کہ ان سب میں علوم دین کے ماہر اصحاب صفہ تھے غرض کہ علوم دین میں ان لوگوں سے زیادہ کوئی بھی علم دین جاننے والا نہ تھا۔ سب ہی نے خلفاء راشدین کے ہاتھوں بیعت کی۔ اب یہ بات بالکل

روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ عالم دین خلیفہ کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہیں اور ان لوگوں نے جو خلیفہ بنالئے ان کی تعلیم آج تک ان سلسلوں کی شکل میں موجود ہیں۔ قادری چشتی نقشبندی سہروردی اور دوسرے تمام سلسلے سب ان ہی سلسلوں کی شاخوں کے نام ہیں۔

مثال ایک ڈرائیور جو کاریں اور مختلف گاڑیوں کے چلانے میں ماہر ہے لیکن جب گاڑی خراب ہو جاتی ہے تو اس کو ٹھیک نہیں کر سکتا دوسرا ایک ایسا ڈرائیور ہے جو گاڑیوں کو چلانا اور ٹھیک کرنا جانتا ہو بہتر اور افضل ہے۔ اس ڈرائیور سے جو صرف چلانا جانتا ہے۔

اس طرح پہلے جتنے بھی علماء کرام ہوئے ہیں انہوں نے عالم دین ہونے کے باوجود کسی نہ کسی خلیفہ یعنی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے جس کی وجہ سے ان کے ظاہر و باطن دونوں درست ہوگئے اور دنیا میں ان کے علم و عمل کی روشنی موجود ہے جس سے اللہ کے بندوں کو آج بھی استفادہ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ جب اکابرین ملت کسی بات کی شہادت دیں تو اس کو ماننا ہی پڑتا ہے۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ وہ جانشین انبیاء ہیں بلکہ درحقیقت انبیاء کے جانشین اولیاء کرام ہیں کیونکہ ان کو علم باطن بھی حاصل ہوتا

ہے اور حضور اکرمؐ کے اوصاف ان میں پائے جاتے ہیں۔
(حوالہ کتاب تذکرۃ الاولیا حصہ دوئم)

حضرت سلطان باہوؒ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اولیاء کرام ہیں۔ (حوالہ کتاب محقق الفقراء کلاں)۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم۔ تا غلام شمس تبریزی نہ شد

صوفی ہی تمام سنت ہائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احیاء کرتا ہے

پس صوفی کے سوائے اور کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے اس سنت کا احیاء کرے کہ وہی عالم باللہ اور زاہد فی الدنیا ہے۔ تقویٰ کو مضبوط ہاتھ سے پکڑے ہوئے ہے۔ (تقویٰ پر استقامت کے ساتھ عمل پیرا ہے) اور صوفی کے سوا اور کون ہے جو اس حالت کے فائدے سے آگاہ ہو۔ کہ وہی یعنی صوفی ہمیشہ کی نیازمندی کو اپنے پروردگار کی جناب میں تمسک اور دست آویز بنائے ہوئے ہے اور اسی کے ساتھ وہ پناہ طلب کرتا ہے اور اس پناہ طلبی اور پناہ جوئی میں روح کا استغراق اور دل کی متابعت محل دعا (جناب باری) میں ہے۔ ہر وقت اس استغراق اور پناہ طلبی۔ جناب باری میں مصروف دعا ہے اور اس طرح اس تدبر کے ساتھ جو صرف اللہ کی طرف سے ہے وہ کینہ (نفاق) وحسد اور تمام اخلاق رذیلہ کے گزند سے محفوظ

اور ماسون ہے تو یہ حال ہے صوفی کا (حوالہ کتاب عوارف المعارف باب ۴)

مندرجہ بالا مضامین سے مشائخ یعنی اولیاء اللہ جن کو صوفی اور مقربین الٰہی بھی کہتے ہیں اور ان کے مقامات اور درجات کا مطالعہ آپ نے کیا کہ اتنے بلند و بالا مقامات کے لوگ بھی سماع سنتے آئے ہیں اور اس دور میں بھی سن رہے ہیں۔ اگر سماع حرام ہوتا تو یہ کیوں سنتے۔

قوال کو رُوپیہ کیوں دیتے ھیں؟

روزانہ کا مشاہدہ ہے کہ جب بھی کسی کے دروازہ پر کوئی فقیر اللہ کے نام پر مانگتا ہے تو اس کو لوگ اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ دیتے ھیں اور بعض کہہ دیتے ھیں بابا معاف کریں۔ جب فقیروں کو دیتے ھیں تو جیب میں چھوٹے سے چھوٹے سکہ کی تلاش ہوتی ہے اور وہ کم سے کم رقم اللہ کے نام پر دیتے ھیں۔ یہ حال ہے اللہ کے چاہنے والوں کا جو روزانہ کا مشاہدہ ہے۔ جب دروازے پر کسی کا دوست آتا ہے تو اس کو دیکھ کر بے حد دلی مسرت ہوتی ہے۔ دوست سے گلے ملتا ہے۔ ہر طرح سے خاطر مدارت کرتا ہے۔ جیسی اس کی حیثیت ہوتی ہے اللہ کے چاہنے والوں سے سوال ہے کہ اللہ کے نام پر کیا خرچ کیا؟ اور دوست کے لیے کیا خرچ کیا؟ بعض لوگ تو دوست پر جان تک قربان کرنے کا دعویٰ کرتے ھیں۔ کافی شہادتیں موجود ھیں کہ دوست کے لیے دوست قربان ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

پاس فرشتے آپ کی آزمائش کے لیے انسانی شکل میں حاضر خدمت ہوئے اور آپ کے سامنے اللہ کے نام کو خوش الحانی سے لیا تو آپ نے اپنی ساری دولت فرشتوں کو دے دی۔ فرشتوں نے جب دوبارہ اللہ کا نام لیا تو آپ نے مویشی بھی دے دیے۔

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا! پھر میرے دوست کا نام لو۔ فرشتوں نے کہا کہ اب آپ کے پاس کیا ہے جو ہم کو دو گے؟ آپ نے فرمایا آپ کے پاس مویشیوں کی دیکھ بھال کروں گا اور آپ کی خدمت کروں گا۔ فرشتوں نے پھر اللہ کا نام خوش الحانی سے لیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو فرشتوں کے سپرد کر دیا جو انسانی شکل میں آزمائش کے لیے آئے تھے۔

فرشتے مال و اسباب اور مویشی ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لے کر چلے۔ کچھ دور جا کر آپ سے معافی مانگی کہ ہم فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت لے کر آپ کی آزمائش کے لیے آئے تھے۔ لہٰذا دولت اور مویشی آپ کو مبارک ہوں۔ آپ آزاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ادا پسند آئی اور آپ کو خلیل اللہ کا خطاب عطا فرمایا۔

جب ایک سائل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ حاجت بیان فرمائی تو آپ ؐ نے فرمایا حضرت ابو بکر رضؓ سے بیان کرو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے میری مدد کریں۔ حضور اکرم ؐ

کے حکم کے مطابق وہ سائل آپ کے پاس گیا تو آپ نے اس کو اللہ کے نام پر دیا۔ سائل وہ رقم لے کر سرکارِ دو عالم ص کی خدمت میں پھر حاضر ہوا۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ رقم اس قدر قلیل ہے کہ اس سے میری حاجت پوری نہیں ہوگی۔ آپ ص نے فرمایا جا کر میرے نام پر مانگ لو۔ سائل نے جا کر نبی اکرم ص کے نام پر پھر مانگا تو حضرت ابو بکر صدیق رض نے اس قدر مال دیا کہ سائل خوش ہو گیا اور سیدھا حضور ص کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی یا رسول اللہ ص آپ کے نام پر تو حضرت ابو بکر صدیق رض نے اتنا دیا کہ میری حاجت سے بھی زیادہ ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ اللہ کے نام پر کم اور آپ ص کے نام پر زیادہ ....

سرورِ دو عالم ص نے فرمایا یہ بات تو خود جا کر سیدنا ابو بکر صدیق رض سے ہی پوچھو کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ سائل پھر ابو بکر صدیق رض کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی حضور جب میں نے اللہ کے نام پر مانگا تو آپ نے کم دیا اور جب میں نے نبی اکرم ص کے نام پر مانگا تو آپ نے بے حد دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے ہم نے اللہ کو جانا اور ان کی اطاعت اور پیروی سے ہمیں سب کچھ ملا۔ جس رسول کی بدولت اللہ کو جانا اسی اللہ کے رسول کے نام پر نہ دیں تو کس کے نام پر دیں۔

(نوٹ :۔ اس روایت کو بعض روایت کرنے والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ سے بھی منسوب کرتے ہیں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر صحابہ کرام رضؓ نے
جنگ بدر۔ جنگ احد میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔
حضرت حسن رضؓ حضرت حسین رضؓ اور ان کے اہل خاندان
نے بخوشی جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت اویس
قرنی رحؒ نے اپنے تمام دندانِ مبارک حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے نام پر شہید کر دیئے۔
اسی طرح جب قوالی ہوتی ہے تو قوال کی آواز یا
شکل پر رقم خرچ نہیں کی جاتی نہ روپیہ دیا جاتا ہے بلکہ
اللہ اور اس کے رسول کے نام پر دیا جاتا ہے۔
اللہ والوں کو صرف اللہ کی رضا چاہیئے۔ وہ صرف
اللہ ہی کو دوست رکھتے ہیں اس لیے قوال کو روپیہ دیتے
ہیں کہ وہ میرے دوست کا نام بار بار لے اور حضور صؐ کا
نام ادب و احترام کے ساتھ خوش الحانی سے ادا کرے۔
یعنی رقم خرچ کرتے ہیں۔ آپؐ کے نام پر جس کی وجہ سے
اللہ کو جانا۔ جیسا کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی مثال ہمارے سامنے
ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر آپ نے بہت کچھ
دیا۔ اس لیے ہر صاحب سلسلہ یعنی مرید اور خادم اپنے
مرشد کے نام پر خرچ کرتا ہے۔ کیونکہ مرشد حضور صؐ کا نائب
ہوتا ہے۔ چنانچہ جو اپنے مرشد کی قدر و منزلت کو جانتا اور
سمجھتا ہے وہ ان کے نام پر روپیہ پیسہ خرچ کرتا ہے۔
کیونکہ مرشد کی تعلیم و تربیت اور حضور صؐ کی سنت ہی کے
ذریعے سے اللہ پاک تک رسائی ہوتی ہے۔ قرآن کا فرمان ہے۔
وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ٥

(ترجمہ) عزت اللہ کے لیے اور رسول کے لیے ہے اور مومنین کے لیے ہے۔ جس طرح ایک شاگرد کسی عالم کی صحبت میں کچھ عرصہ رہ کر علم حاصل کرتا ہے تو وہ بھی عالم بن جاتا ہے۔ یا جو لوگ علماءِ کرام کی صحبت میں رہتے ہیں اور انکی صحبت سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو ان کو علم دین سے واقفیت ہو جاتی ہے۔ پھر ان کا شمار علماءِ دین میں ہو جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح مرید اور عقیدت مند حضرات مشائخ عظام کی صحبت میں بیٹھ کر انکی تعلیم و تربیت سے مستفیض ہو کر اس قابل ہو جاتے ہیں کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت نیز اولیاءِ کرام و بزرگانِ دین کا ادب و احترام رچ بس جاتا ہے۔

جس طرح عالم کی صحبت میں بیٹھنے والے علم میں دوسروں سے ممتاز ہو جاتے ہیں اسی طرح ولیوں اور مشائخ کی صحبت میں بیٹھنے والے اللہ کی محبت میں دوسروں سے ممتاز و افضل ہو جاتے ہیں۔ مرید تو ان سے بھی زیادہ ممتاز اور افضل ہوتے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم کی منزل سے قریب ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ اولیاءِ کرام و مشائخ عظام، اللہ اور اس کے رسول ص کو دل سے عزیز و دوست رکھتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ پاک قرآن کریم میں خود فرماتا ہے کہ اگر تم مجھ کو چاہتے ہو تو میرے محبوب کو چاہو۔ تم ان کو چاہو گے تب میں تم سے محبت کروں گا۔ میری اطاعت کرنی ہے تو رسول ص کی اطاعت کرو۔ اس لیے کہ اولیاءُ اللہ و مشائخ عظام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تو کیا عشق رکھتے ہیں۔ اس لیے جب اللہ کسی سے محبت کرے تو ہم (بندہ) کو بھی اس سے محبت کرنا

لازمی ہے۔ اسی لیے اولیاء کرام اور مشائخ عظام جو اللہ و رسول سے انتہائی عشق رکھتے ہیں ان کی مدح سرائی میں قوال کو روپیہ دیتے ہیں۔

سات دینار جب سرکار دو جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے پوچھا! گھر پر کچھ رقم ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے فرمایا۔ ہاں سات دینار ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نام پر سب خیرات کر دو تاکہ میں اللہ کے سامنے سرخرو ہو جاؤں کہ گھر میں تیری رضا کے لیے کچھ مال چھوڑ کر نہیں آیا۔ یہ ہے نبی آخر الزماں ؑ کی شان۔ اسی تقلید میں اللہ کی رضا، سرکار دو عالم کی محبت اور اپنے مرشد کی محبت میں سرشار ہو کر عاشقانِ رسول اپنا جان و مال سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔ جزاک اللہ تعالیٰ۔ (حوالہ مدارج النبوت)

لوگ قوال کو روپے اسکی شکل و آواز پر نہیں دیتے بلکہ دوست کی محبت یعنی اللہ کے نام پر دیتے ہیں تاکہ جس کو وہ محبوب رکھتا ہے قوال اس کا بار بار نام لیتا رہے اور ان کو دیکھ کر اس کی نقل و پیروی عام سامعین بھی کرتے ہیں۔

قوال کو روپیہ دیتے وقت لوگوں کا ملکر جانا محفل سماع میں جب لوگ قوال کو روپیہ دینے جاتے ہیں تو بعض وقت ایک روپیہ یا چند روپے کئی آدمی لے کر جاتے ہیں جن کو معلومات نہیں وہ طنزیہ کہتے ہیں کہ اتنا وزن ہے کہ ایک آدمی نہیں

اٹھا سکتا۔ کئی آدمی لے کر جا رہے ہیں۔ یہ اپنا خیال ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں ایک دفعہ کعبۃ اللہ میں حجرہ اسود لگانے پر تنازعہ ہوا کہ کون لگائے گا ہر قبیلہ ہر خاندان یہ سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہ طے ہوا کہ جو سب سے پہلے کعبہ شریف میں آئے گا اس کا فیصلہ قابل قبول ہوگا۔

اس دن حضور اکرم ؐ فضل الٰہی سے سب سے پہلے کعبہ میں پہنچ گئے۔ سب قبائل نے آپ کو انتخاب کیا کہ آپ ؐ فیصلہ فرمائیں۔ آپ ؐ نے ایک چادر بچھائی اور چادر کے درمیان میں حجرہ اسود کو رکھ دیا۔ ہر قبیلے کے ایک ایک سردار کو بلایا۔ آپ سب اپنے اپنے قبیلے کے سردار ہیں لہٰذا آپ سب لوگ چادر کو چاروں طرف سے پکڑ کر اٹھائیں تاکہ یہ برکت ہر قبیلے کو مل جائے۔ سب نے چادر کو اٹھایا اور اوپر تک لے گئے۔ پھر حضور ؐ نے اپنے دست مبارک سے اسے اسکی جگہ نصب کر دیا۔ قوم جھگڑے سے بچ گئی اور سب کو سعادت مل گئی۔

ایک بادشاہ نے ایک مسجد تعمیر کرائی اور حکم دیا کوئی دوسرا اس میں رقم نہ لگائے۔ ایک شخص کو اس کی خبر نہ تھی کیوں کہ وہ شہر سے باہر تھا۔ واپسی پر تعمیری کام میں کچھ حصہ اس نے بھی لے لیا۔ مسجد تعمیر ہونے کے بعد بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ایک بہت اعلیٰ محل ہے جو اس نے مسجد تعمیر کرائی اس کے بدلے بادشاہ کے محل کے پاس ایک اور شاندار محل بنا

ہوا ہے۔ بادشاہ نے خواب میں دریافت کیا یہ کس کا محل ہے؟ خواب میں بادشاہ کو بتلایا گیا کہ یہ شخص شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ آپ کے حکم کی خبر نہ تھی۔ واپس جب آیا تو مسجد کے تعمیری کام میں حصہ لیا۔ اس کے بدلے میں اللہ نے اس کو بھی جنت میں محل عطا کیا۔ بادشاہ جب صبح بیدار ہوا تو حکم دیا پوری مسجد کو شہید کر دو اور سب لوگوں کو حکم دیا کہ اس مسجد کی تعمیر میں اپنی اپنی حیثیت کے مطابق سب حصہ لیں تاکہ اللہ جنت میں سب کو محل عطا فرمائے۔ بعد میں جو تعمیری کام رہ جائے گا اس کو میں خود پورا کر دوں گا۔ اسی طرح اہل اور سمجھدار لوگ قوال کو روپیہ دینے جاتے ہیں تو اللہ اور اس کے رسول ؐ کی رضا کے لیے دوسروں کو بھی اس نیکی میں شامل کر لیتے ہیں تاکہ یہ نیک کام اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جا سکے۔

کسی کو نیک کام میں شامل کرنا کہاں منع ہے۔ عملوں کا دارومدار تو نیتوں پر ہے۔ جس کی نیک نیت ہوگی اس کو نیک نیتی کا اجر ملے گا۔

بزرگوں کو دیکھتے ہوئے عوام بھی ایسا کرتے ہیں۔ پھر نقل کرتے کرتے اصل ہو جاتا ہے۔ دلوں کا پھیرنا اللہ کا کام ہے۔ نیکوں کی نقل کے اتباع کے صدقے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اصل بنا دیتے ہیں قادر ہے اگر کوئی تنہا جا کر روپیہ دینا چاہے تو کوئی پابندی نہیں۔ جیسے چاہے دے یہ اس کی اپنی مرضی ہے۔

ہاتھ پاؤں کا بوسہ دینا

بزرگوں کے ہاتھوں کا بوسہ عہد ماضی سے اہل عقیدت ومحبت دیتے آئے ہیں اور موجودہ دور میں بھی یہ بات قائم ہے۔ ملت اسلامیہ میں عام طور سے۔ حدیث شریف کے مطابق حجر اسود کو اور بیوی و بچوں کو بوسہ دیتے ہیں لیکن بیوی اور بچوں سے افضل ماں باپ ہیں۔ ماں کے پیروں کے نیچے جنت اور والد کو قبلہ وکعبہ سے تشبیہ دی گئی ہے اور ماں باپ سے افضل دینی استاد ہیں۔ اس لیئے لوگ مشائخ اور علماء کرام کے ہاتھوں کا بوسہ دیتے ہیں۔ بعض بعض لوگ انتہائی عقیدت ومحبت میں پیروں کا بھی بوسہ دیتے ہیں جس کو دور سے دیکھنے والے یا جن کو علم دین کی پوری معلومات نہیں ہے یہ کہتے ہیں کہ وہ سجدہ کر رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا سجدہ جائز ہی نہیں۔ کوئی بھی شخص اللہ ورسول کے خلاف عمل کر کے اپنا دین وایمان برباد نہیں کرے گا چہ جائیکہ مشائخ جو لوگوں کے ظاہر وباطن کی اصلاح کرتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کوئی عمل کیسے کریں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ سے بندوں کو بہکانے کی اجازت مانگ لی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت دے دی جو حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت وبزرگی کا منکر ہے وہ اولاد آدم کی قدر ومنزلت کیسے کرے گا۔

جس طرح نماز میں التحیات پڑھتے وقت جب اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

پر شہادت کی انگلی اٹھاتے ہیں تو شیطان کو تیر مارنے سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے کیوں کہ یہ اللہ کی توحید کی شہادت دے رہا ہے اور محمد رسول اللہؐ کی رسالت کی شہادت دے رہا ہے یعنی توحید و رسالت کا اقراری ہے۔ جب بندہ اللہ اور رسولؐ کے قریب ہوتا ہے تو بندہ کی عظمت سے اس کو دکھ ہوتا ہے کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے سے ملعون ہوا تو اولاد آدمؑ کی بزرگی یعنی ولایت جو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو عطا ہوئی۔ اس کا شدید مخالف و منکر ہے۔ چونکہ انسانی خون میں بھی گردش کرتا ہے دل کے چاروں طرف گردش کرکے خیالات فاسدہ پیدا کرتا ہے۔ شیطان کو دل میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ دل میں خود موجود ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ بندے کی محبت کی وجہ سے اس کی حفاظت کو ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے اور ابلیس کے یہاں جو بچہ ہوتا ہے اور اس کو بہکانے کے لیے اس کے ساتھ لگا دیتا ہے۔ اس ابلیس کے بچے کو عرف عام میں ہمزاد کہتے ہیں۔ چونکہ ابلیس اور اس کی نسل توحید پر تو قائم ہے۔ لیکن عظمت انسانی کا منکر ہونے کی وجہ سے دل میں خیال فاسدہ پیدا کرتا ہے کہ صرف اللہ کو مان۔ اور کسی کو نہ مان۔ اللہ کا حکم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی نسل میں جتنے بھی برگزیدہ ہیں سب کو مانو۔ یعنی انبیاء کرام۔ صحابہ کرام۔ اولیاء کرام صدیقین، شہداء اور صالحین کو چونکہ مغرور آدمی جنت میں نہیں جائے گا۔ شیطان خود مغرور ہے اور انسانی

خیالات میں مغروریت پیدا کرتا ہے۔ یعنی اپنا جیسا بنانا چاہتا ہے۔
مشائخ یعنی اولیاء اللہ۔ اللہ کے محبوب ہیں اور یہ اپنا جیسا یعنی اللہ کا محبوب بناتے ہیں اس لیے لوگ ان کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیتے ہیں۔ شیطان جو انسانوں کے اندر موجود ہے اسکو تکلیف ہوتی ہے اور بار بار ایسا کرنے سے ،
شیطان تنگ آکر خون کی گردش اور قلب کے چاروں طرف گردش سے ہٹ جاتا ہے۔ کیوں کہ اس کو عظمت انسانی پسند نہیں اور اسطرح آدمی مغروریت سے بچ جاتا ہے۔ پھر وہ خلوصِ دل سے اللہ کی طرف راغب ہو کر اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

اس سلسلے میں احادیث مبارکہ بھی درج کی جارہی ہیں کہ صحابہ کرام رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پیروں کو بھی بوسہ دیتے تھے۔ جب صحابہ کرام نے آپ سے سجدہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ اگر انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے مردوں کو سجدہ کریں۔ اس لیے ملت اسلامیہ میں انسانی سجدہ جائز نہیں۔

۱۔ حدیث شریف :۔ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے کھڑے ہوجاتے اور آپ ؓ ان کے ہاتھ پکڑتے اور چومتے تھے۔ اور انہیں اپنے قریب بٹھاتے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کے پاس جاتے تھے تو آپ کھڑی ہو جاتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا بوسہ دیتیں۔ اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔ (مشکوٰۃ شریف باب مصافحہ و معانقہ)

۲۔ روایت ہے حضرت زارع رضؓ سے کہ وہ عبد القیس کے وفد میں تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سواریوں سے جلد اتر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑنے لگے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر آپؐ کے ہاتھ اور پاؤں چومتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف باب مصافحہ و معانقہ)

۳۔ حضرت صفوان بن عسال نے کہا کہ دو یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو بینات کیا ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ بتلا دیا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جامع بیان سنکر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں کو چوما اور دونوں مقدس پاؤں کا بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف باب الکبائر)

۴۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد کو خبر ملی کہ ان کی بیٹی لونڈی بنا لی گئی ہے تو وہ بہت سا مال و اسباب اونٹوں پر لاد کر اپنی بیٹی کی رہائی کے لیے عازم مدینہ ہوئے۔ راستہ میں دو اونٹ جوان کو بہت پسند تھے مقام عقیق پر گھاٹی میں چھپا دیئے۔ باقی اونٹ اور مال و اسباب لے کر مدینہ پہنچے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ میری بیٹی کو قید کر لائے ہیں۔ یہ تمام مال و اسباب لے لیں۔ اور اسے رہا کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دو اونٹ چھپا آئے ہو وہ کہاں ہیں؟ حارث یہ سن کر حیران رہ گئے۔ اسی وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم چومے اور دل سے ایمان قبول کر لیا۔ (حوالہ تذکار صحابیات)

۵۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت ۱۸ھ کا واقعہ ہے کہ طویل خشک سالی کی وجہ سے اہلِ عرب شدید قحط کی لپیٹ میں آ گئے۔ امیر المومنین نے لوگوں کے مصائب و آلام کم کرنے کے لیے تمام انسانی تدبیریں جو بھی ممکن تھیں وہ اختیار کیں۔ لیکن بارانِ رحمت کے بغیر لوگوں کے مصائب ختم ہوتے نظر نہیں آئے۔ تب ایک دن حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز استسقاء کے لیے لوگوں کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ حضور ص کی حیاتِ طیبہ میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے۔ اب آپ کے وسیلہ سے بارگاہِ الٰہی میں بارش کی دعا کرتے ہیں۔ یہ سن کر وہ بزرگ منبر پر تشریف لائے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اور نہایت عجز و الحاح اور خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں بارش کے لیے دعا کی۔ تمام حاضرین نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ ابھی وہ دعا مانگ کر فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ

صاف شفاف آسمان پر سیاہ بادل چھاگئے اور اس قدر بارش ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گئے۔ یہ بارش صحیح معنوں میں بارانِ رحمت تھی اس لیے لوگ فرطِ مسرت میں بیخود ہو گئے۔ اور بار بار خدا کا شکر ادا کرتے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں چوم چوم کر کہتے ساقیٔ حرمین مبارک ہو۔ ساقیٔ حرمین مبارک ہو۔ (حوالہ کتاب تیرے پراسرار بندے)

مندرجہ بالا حدیثوں سے بات بالکل واضح ہو گئی کہ ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ صحابہ کرام نے دیا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا جو واقعہ اوپر درج ہے اس سے بات اور روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔ ہاتھوں اور پاؤں کا چومنا جائز ہے۔ کیوں کہ نماز استقاء کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ میدان میں کھڑے رہے ہوں گے تو صحابہ کرام نے جھک کر ہی ہاتھ اور پاؤں چومے ہوں گے اب اعتراض کرنے والے حضرات بتلائیں کہ کھڑے ہوئے انسان کا ہاتھ اور پاؤں کیسے چوما جاتا ہے؟ اگر ہاتھ پاؤں چومنا ناجائز ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور صحابہ کرام جو اس نمازِ استقاء میں شامل تھے کبھی بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں کو نہ چومتے اور نہ کسی دوسرے کو چومنے دیتے اور ان سب سے بڑا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی واقعات و دلائل کثیرہ موجود ہیں کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے جس پر اولیاءِ کاملین عمل پیرا ہیں۔

چند حوالے اولیاء کاملین کے درج کئے جا رہے ہیں۔
۶۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلی بار شہر بغداد میں حضرت خواجہ جنید بغدادی کی مسجد میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس وقت معزز مشائخ بھی موجود تھے۔ (حوالہ انیس الارواح) حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ پہلے خراسان جاکر عالم دین ہوئے پھر حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی پائبوسی (قدمبوسی) کی۔
۷۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی پائبوسی کی دولت بغداد میں امام ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں نصیب ہوئی۔ اس وقت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ شیخ داؤد کرمانیؒ شیخ برہان الدین چشتیؒ اور شیخ تاج الدین صفاہانی موجود تھے۔ (حوالہ کتاب دلیل العارفین)
حـ۔ فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت قاضی حمید الدین ناگوریؒ مولاناؒ شمس الدین رح۔ خواجہ محمود رح۔ مولانا علاؤالدین کرمانیؒ۔ سید نورالدین غزنوی رح اور شیخ نظام الدین ابو مؤید اور کئی بزرگ موجود تھے۔

(حوالہ کتاب فوائد السالکین)

۸۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ جب

حضرت فرید الدین گنج شکر کی پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو آپ نے چادر تر کی کلاہ (ٹوپی) جو آپ نے پہن رکھی تھی اتار کر دعا گو کے سر پر رکھ دی۔ (حوالہ کتاب راحت القلوب)

۹۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت صہیب صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پیروں کو چومتے دیکھا ہے۔ حضرت حسام صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ چومے اور قدم بوسی کی۔ (حوالہ فیض البحر عرفان رحمانیہ منصف سید حفیظ الرحمان۔ پشاور)

۱۰۔ جب پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی تو اس وقت مولانا نظام الدین بدایونی رح، مولانا یحیٰی رح۔ شیخ برہان الدین ہالنسوی رح۔ شیخ بدر الدین رح۔ اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش ایک دوسرے کا ہاتھ چومنا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کی سُنت ہے۔ جو شخص تعظیماً مشائخ کے دست مبارک کو بوسہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

پھر فرمایا کہ آثار الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ قسم کھا کر فرماتے ہیں جو شخص کسی بزرگ یا شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دے گا وہ ضرور بخشا جائے گا۔

اس واسطے کہ مشائخ کا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک ہے۔ جو مشائخ کا ہاتھ پکڑتا ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑتا ہے۔ (حوالہ کتاب اسرار اولیاء فصل سولہ (شانزدہم یعنی ملفوظات حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر مسعود اجودھنی)

عمل صحابہ کرام رضہ

۱۱۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ مبارک پر سر رکھ دیتے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو دیکھتے تو بغلگیر ہوکر پوچھتے کہ آپ کیوں اس قدر سویرے آتے ہیں۔ تو آپ رضہ نے عرض کیا کہ اس واسطے کہ سب سے پہلے آپ کا دیدار میں کروں۔ (حوالہ کتاب افضل الفوائد یعنی راحت المحبین ص ۱۹۱) حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چوکھٹ کا بوسہ دیتے تھے۔ (حوالہ کتاب مقام گنجشکر) حضرت ابو سعید رح نے رخصت ہوتے ہوئے حضرت ابوالحسن رح خرقانی کی چوکھٹ کو بوسہ دیا۔ جس کا مطلب یہ کہ آستان بوسی کو اپنے لیے فخر تصور کرتا ہوں۔ (حوالۂ کتاب تذکرۃ الاولیاء)

پیر کے کلام کی تحقیق فقہا سے نہ کرنی چاہیئے،

اگر پیر کوئی بات کہے تو اس کی تحقیق فقہاء سے نہ کرنی چاہیئے۔

اس کی تحقیق اور تفہیم پیر ہی سے کرنا چاہیئے۔
آیت:۔ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔
(ترجمہ) جس بات کو تم نہیں جانتے اس کو اہل ذکر سے دریافت کرو۔
یہ اسی موقع کے لیے آیا ہے۔ اس جگہ اہل ذکر سے مراد اہل مشاہدہ اور اہل معنی ہیں (حوالہ کتاب خاتمہ فقرہ ۹۶) نیز کتاب مشاہدہ حق میں بھی ضرورت شیخ کے تحت یہی مندرجہ بالا ترجمہ ہے۔
یہ ایسی مثال ہے جیسے کچھ بچے ایک ساتھ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد پھر مختلف کام کرتے ہیں۔ ایک فوج میں افسر بن جاتا ہے۔ ایک ڈاکٹر بن جاتا ہے۔ ایک وکیل بن جاتا ہے۔ ایک انجنیر بن جاتا ہے۔ پھر کسی موقع پر سب ایک ساتھ ملیں۔ تو ڈاکٹر انجنیر کا کام نہیں کر سکتا۔ فوج کا افسر ڈاکٹر کا کام نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ فوجی افسر، وکیل، ڈاکٹر، انجنیر سب تعلیم یافتہ ہیں لیکن سب کا کام الگ الگ ہے۔ اس لیے تصوف کا علم، اصولِ طریقت اور مسائل سماع یا اسی نوعیت کے سلسلے کی دوسری باتیں اہل فقہ سے نہ دریافت کریں۔ کیوں کہ وہ کسی شیخ کے مرید ہیں۔ اور نہ سماع سنتے ہیں تو ان کو اس کی حقیقت کا علم نہیں ہے جو علماء کرام کسی شیخ کے بیعت ہیں اور شیخ کی صحبت سے مستفیض بھی ہیں اور سماع بھی سنتے ہیں۔ وہ صحیح علم سے واقف ہیں۔ علماء کرام ہمارے لیے قابل احترام ہیں لیکن جس علم کو وہ نہیں جانتے اس کے متعلق کیسے کوئی رائے قائم کر سکتے ہیں۔ اس لیے مشائخ کا اپنا علم اپنی جگہ ہے اور علماء کا اپنا علم اپنی جگہ۔ ایک دوسرے سے تعرض نہ کریں۔

محفل سماع کے متعلق فتاویٰ

حلال اور حرام کا تصفیہ کرنا

ہمارا کام نہیں ہے۔ نیز حلال و حرام کا تصفیہ کرنا اور حکم دینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں جس کو اللہ اور اللہ کے رسول نے حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جس کو حرام کر دیا وہ حرام ہے۔ جیسا کہ محدثین کی رائے ہیں (۱) امام نووی رح (۲) امام سخاوی رح (۳) امام ابن حجر عسقلانی رح جیسے جلیل القدر کے اقوال درج ہیں کہ سماع قرآن و حدیث کی رو سے حرام نہیں ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ خلفاء راشدین، صحابہ کرام اکابرین امت سب نے سماع سنا۔ اس دور میں جو باجا تھا وہ استعمال ہوتا تھا اور اس دور میں جو باجا ہے وہ استعمال ہوتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحابہ کرام اور اکابرین امت نے سنا تو اب کسی کے فتویٰ کی ضرورت نہیں اور پھر بھی سماع کے ناجائز ہونے کا کوئی فتویٰ لکھتا ہے تو وہ فعل رسول کے خلاف ہے۔ وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ قلاقند۔ رس ملائی۔ رس گلا۔ گلاب جامن۔ سوہن حلوہ۔ برفی۔ پیڑا۔ بالوشاہی۔ امرتی۔ جلیبی وغیرہ وغیرہ سب مٹھائی ہیں۔ جس نے ان مٹھائیوں کو نہیں کھایا وہ ان کی لذت کے متعلق صحیح صحیح کیسے بیان کر سکتا ہے اور جن لوگوں نے کھایا ہے ذرا ان مٹھائیوں کے ذائقوں کو کاغذ پر لکھیں کہ کون کس قدر میٹھا ہے۔ کتنا زیادہ کم ہے اور زبان پر رکھنے کے بعد اس کا ذائقہ کیسا محسوس ہوتا ہے۔ اس کی صحیح صحیح تشریح نہیں ہو

سکتی صرف یہ ہوگا کہ کھا کر دیکھو۔ چکھ کر دیکھو۔ اسی طرح سماع قلبی کیفیات کا نام ہے جو اللہ کی جانب سے قلب میں خود بخود سرور و کیف پیدا کرتا ہے۔ جب سرور و کیف زیادہ ہوتا ہے تو یہ وجدانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور سماع سننے والوں کی مختلف کیفیات ہوتی ہیں۔ جو کتاب میں مختلف مقامات پر بیان ہو چکی ہیں۔ سماع کے لیے اسرار سرور و کیف چونکہ اللہ کی جانب سے قلبی واردات ہیں۔ یہ کاغذ کے صفحات پر نہیں آسکتے اور ان کی صحیح معنوں میں تشریح و وضاحت نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے یہی بات درست اور صحیح ہے کہ مرید ہو کر محفل سماع سن کر خود فیصلہ کریں کہ حلال ہے یا حرام۔ قلبی کیفیات کا اور محبت کا کوئی کلیہ قاعدہ نہیں اس لیے قلب اور قلب کی کیفیات یہ انسانی اختیارات سے باہر ہیں۔ یہ نعمت عطائے الٰہی ہے۔ جس کو وہ عنایت فرمائے وہ خوش نصیب ہے۔ چونکہ اس سے قبل حضرت امام غزالی رح کے چھوٹے بھائی حضرت احمد غزالی رح کا فتویٰ درج ہو چکا ہے۔ نیز منکرین سماع کے متعلق فیصلے کے مضمون کو پڑھیئے۔

انتباہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نے فرمایا کہ اس قوم پر قہر الٰہی کیوں نہ نازل ہو جس کے سامنے جواز غنا کی حدیثیں پیش کی جائیں اور وہ اس کے مقابلے میں قول ابو حنیفہ کا مطالبہ کرے۔ ہم اہل علم اور دینداروں کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ آئندہ اس [illegible] سوچ سمجھ کر قدم اور

قلم اٹھائیں اور اچھی طرح غور فرمالیں کہ غنا کو حرام بتا کر وہ کن اکن ہستیوں کو مرتکب حرام قرار دے رہے ہیں اور ان ہستیوں کو مرتکب حرام قرار دینے کے بعد ایمان کی کون سی رمق ان میں باقی رہ جائے گی؟ (حوالہ کتاب اسلام اور موسیقی صد ۲۹۴، صد ۲۹۵)

مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی دیوبندی کا صاحبِ سماع ہونا

حضرت مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ لیکن سماع مزامیر کے ساتھ خوب سنتے تھے۔ دیوبندی ہونے کے باوجود سماع بڑے ذوق و شوق سے سنتے تھے اور آپ کا وصال اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے عرس کے موقع پر ہوا ہے۔

(حوالہ کتاب مقام گنجشکر صفحہ ۲۱۲-۱۳ طبع چہارم)

حضرت شاہ شہید اللہ فریدی صاحب

آپ کا تعلق حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے سلسلے سے ہے اور اسی سلسلے کے مرید وخلیفہ ہیں۔ آپ کو سماع کا بہت ذوق تھا۔ آپ ہر سال اجمیر شریف کلیر شریف اور پاک پتن شریف عرس کے موقع پر جایا کرتے تھے اور اب بھی آپ کے عرس کے موقع پر سماع مزامیر کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ کا مدفن شمالی کراچی "سخی حسن" قبرستان میں ہے

(حوالہ کتاب مقام گنجشکر صفحہ ۲۲۴ تا ۲۲۶ طبع چہارم)

قوالی

محفل سماع کو قوالی کہتے ہیں جس کی تشریح اور وضاحت اس کتاب "حقیقت سماع" میں کافی ہو چکی ہے جو آپ کے زیر مطالعہ ہے چونکہ محفل سماع کو عرفِ عام میں قوالی کہتے ہیں

اس لئے لفظ قوالی کی کچھ وضاحت کے بعد تھوڑا سا مضمون قوالی یعنی سماع کا مزید یہاں درج کیا جا رہا ہے۔ بعض بعض مضامین دوبارہ بھی آگئے ہیں تاکہ محفل سماع کی تشریح اچھی طرح ہو جائے اور مضمون کا ربط و تسلسل قائم رہے اور سمجھنے میں آسانی ہو۔

قوالی کا تعلق لفظ قول سے ہے قول کے معنی ہیں۔ بات، سخن کہاوت، مقولہ، بیان۔ قول اللہ۔ اللہ کا کہا ہوا یعنی قرآن شریف۔ قولہٗ کے معنی ہیں اس کا کہا ہوا۔ قولہٗ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کا کہا ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا کلام۔ قرآن شریف قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا ہوا یعنی حدیث شریف۔ قرآن شریف اور حدیث شریف جو عربی جانتے ہیں وہ عربی میں پڑھتے ہیں ہر ملک کے باشندے قرآن و حدیث کا ترجمہ اپنی اپنی زبان میں پڑھتے ہیں اور ان ہی قرآن و حدیث سے اخذ کرکے شعرا کرام جو شعرا ہیں اپنی زبانوں میں شعر مرتب کرتے ہیں۔ انکو بھی سب لوگ پڑھتے اور سنتے ہیں چونکہ جو اشعار عرفانی اور حقانی ہوتے ہیں جن سے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اشعار کو جب ساز کے ساتھ پڑھتے تو ان اشعار کی خوش الحانی اور ساز کی آواز سے ایسی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے کہ قلب میں خود بخود سرور و کیف پیدا ہو جاتا ہے ایسی محفلوں کو محفل سماع یا قوالی کہتے ہیں اور ان کے پڑھنے والوں کو "قوال" کہتے ہیں۔ یعنی حقانی اور عرفانی کلام پڑھنے والا۔

۱۔ اسی کتاب میں وہ حدیث شریف درج ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس آئے تو ایک لڑکی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں نے منت مانی ہے جب آپ جہاد سے آئیں گے تو دف بجاؤں گی اور گاؤں گی۔ آپؐ نے اس کو منت پوری کرنے کی اجازت دی اس لڑکی کے گانے بجانے کے دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ پھر حضرت علیؓ آئے پھر حضرت عثمان غنی آئے لیکن وہ لڑکی برابر گاتی رہی۔ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے تو اس نے دف اپنی سرین کے نیچے چھپالی (حوالہ کے لیے اسی کتاب کے باب سماع کے ارشادات دیکھیں)

۲۔ اسی ضمن میں یہ حدیث شریف ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک لونڈی کچھ گا رہی تھی اتنے میں حضرت عمر رضؓ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جب لونڈی کو ان کے آنے کا علم ہوا اور آہٹ سنی۔ تو وہ بھاگ گئی۔ جب حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ حضورؐ آپؐ نے تبسم کیوں فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایک لونڈی کچھ گا رہی تھی۔ اس نے جب تمہاری آہٹ سنی تو بھاگ گئی۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں ہلوں گا۔ جب تک کہ وہ بات نہ سن

لوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی کو بلایا تو وہ گانے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنتے رہے۔

مندرجہ بالا حدیثوں سے یہ بات صاف اور واضح ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور خلفاء راشدین نے دف یعنی مزامیر کے ساتھ گانا سنا۔ اب اہل علم اور سنجیدہ حضرات کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ اس زمانے میں جو باجا تھا وہ بجایا گیا۔ اِس دور میں جو باجا ہے وہ بجایا جاتا ہے۔

۴۔ اسی کتاب میں اس سے قبل بارہ صحاح ستہ کی حدیثیں درج ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دف یعنی مزامیر پر کلام سُنا۔ صحابہ کرام نے سُنا جس میں سے ایک حدیث جامع ترمذی میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو۔ عقد نکاح مسجد میں ہوا کرے اور دف بجایا جائے۔

دف مسجد میں نکاح کے اعلان پر بجانے کی اجازت ہے۔ لیکن اللہ کی حمد و ثناء، نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور منقبت اولیاء کرام، اللہ کا ذکر، اللہ کی نعمتوں کا شکر کرنا دف کے ساتھ کہاں منع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ کا حکم ہے۔

قرآن کا ترجمہ :۔ جس نے رسول کا حکم مانا بے شک

اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (پارہ ۵ سورہ النساء آیت ۸۰)
حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابو مسعود انصاری
رضی اللہ عنہ وہ اور ایک اور صحابی ساتھ بیٹھے تھے وہ
گاتے تھے اور یہ سنتے تھے۔ ایک اور شخص جو موجود تھے۔
انہیں ان کا گانا سننا گراں گزرا اور انہوں نے اعتراض کیا۔
اور کہا کہ آپ لوگ صحابیٔ رسول ہیں اور صحابی ہوکر
گانا سن رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا تم چاہتے تو سنو
اور ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ اور سنو ورنہ چلے جاؤ۔ ہمیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی
ہے کہ ہم سُنیں۔ (حوالہ کتاب مدارج النبوت حصہ
اول صہ ۵۵ باب سماع) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ کا
حکم ہے کہ پھر جب صحابہ کرام کو سننے کی اجازت دی اور اس
سے قبل حدیث درج کی جا چکی ہے کہ خلفائے راشدین
نے بھی سُنا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے
راشدین کی سنت پر عمل کریں۔ حدیث شریف میں ہے کہ
تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت
مضبوط پکڑو۔ اسے دانت سے مضبوط پکڑلو۔ (مشکواۃ شریف
جلد اول باب الاعتصام) جو قرآن اور حدیث نہ مانے اور حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور خلفاء راشدین کی اطاعت و
پیروی نہ کرے وہ جانے اللہ ہم سب پر رحم فرمائے۔ (آمین)
۵۔ اللہ تعالیٰ سے طلب رحم ہے کہ ہماری کوتاہیوں اور
غلطیوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں
معاف فرما۔ اور ہم سے وہی کام لے جس میں تیری رضا

ہے۔ لیکن اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو مرشد کے ذریعے عطا فرمائی ہے اس کے صدقے میں دعا ہے کہ "اے اللہ اپنی محبت اور زیادہ کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول و محبوب بنا۔ آمین ثمہ آمین

قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ ہے۔ اور عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے۔ (پارہ ۲۸ سورہ منافقون آیت ۸)۔ عزت اللہ رسول اللہ اور مومنین کے لیے ہے۔ تو مومنین میں اولیاء کرام یعنی صدیقین کا مقام بہت بلند و بالا ہے۔ قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا۔ جن پر اللہ نے انعام (فضل) کیا ہے یعنی نبیین (انبیاء کرام) صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

جن کی عزت اور قدر و منزلت اللہ کے یہاں ہو ان کے فعل پر نکتہ چینی نہ کریں۔ چونکہ اچھے اور بُرے ہر زمانے میں ہوئے ہیں۔ کسی کی پیشانی پر نہیں لکھا۔ عملوں کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اگر اللہ کے لیے ہے تو نوراً علی نور اور ریا اور مکر ہے تو اللہ جانے۔

۶۔ چند حوالے :۔ ابن نجومی شرح الصمدہ میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت اور تابعین سے سماع ثابت ہے۔ وہ اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ جن میں مندرجہ ذیل صحابہ کی فہرست پائی جاتی ہے۔

صحابہ میں :۔ حضرت عمر رضہ ۔ حضرت عثمان رضہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضہ ۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضہ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ۔ حضرت ابو سعود بلالی رضؓ۔ حضرت عبداللہ بن ارقم رضؓ۔ حضرت اسامہ بن زید رضؓ۔ حضرت حمزہ ابن عمر رضؓ حضرت براء بن مالکہ رضؓ۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضؓ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ۔ حضرت حسان بن ثابت رضؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ۔ حضرت قرضہ بن کعب رضؓ۔ حضرت خوت بن جبیر رضؓ۔ زباع المعوذ۔ معتبرہ بن شعبہ رضؓ۔ عمرو بن عاص رضؓ۔ ربیع رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تابعین میں۔ سعید بن مسیب رحؒ۔ سالم بن عبداللہ بن عمر۔ عبدالرحمٰن بن حسان رحؒ۔ خارجہ بن زید رحؒ۔ تشریح القاضی رحؒ۔ سعید بن جبیر رحؒ۔ عامہ الیشقی رحؒ۔ عبداللہ بن عقیق۔ عطا بن ابی رباح۔ محمد بن شہاب رحؒ۔ زہری بن عبدالعزیز۔

۷۔ حضرت امام ابوالفتح رحؒ کا قول ہے کہ مطلق سماع کو حرام کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استماع غنا ثابت ہے اور ارتکاب حرام کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کفر ہے۔

اور غنا۔ آلات کے ساتھ کے متعلق مشہور احادیث وارد ہیں اس لیے منکر کے فاسق ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

۸۔ امام بن طاہر رحؒ کہتے ہیں کہ غنا مع آلات سنت مطلقہ اور درجہ قربت ہے کیونکہ اس کی نذر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دی ہے۔ اور ایفاء نذر کا حکم دیا ہے۔

۹۔ امام ادفوئی رحؒ کہتے ہیں ممانعت سماع کے متعلق جتنی روایتیں ہیں سب کی سب ضعیف وضعی ہیں اور ناقابل

اسناد ہیں چنانچہ مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ بلکہ تمام ائمہ اربعہ داؤد طاہری، سفیان وغیرہ امام مجتہدین و اصحاب مذاہب متبعہ میں سے کسی نے بھی ان روایتوں کو مستند نہیں مانا۔

۱۰۔ امام ابوبکر بن عربیؒ کہتے ہیں کہ غنا اور آلاتِ غنا کے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں ہے بلکہ سب کی سب موضوعات ہیں۔

۱۱۔ امام ابن طاہرؒ کہتے ہیں روایات ممالعت میں ایک حرف صحیح نہیں ہے۔

۱۲۔ علاؤالدین قزلوی کہتے ہیں کہ ابومحمد بن حزم کا قول ہے کہ حرمت غنا کے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔ بلکہ سب کی سب موضوعات ہیں اور ان کی وضعی اور جعلی ہونے کی قسم کھائی جاسکتی ہے۔

۱۳۔ امام مالک نتوحیؒ کہتے ہیں کہ فاکہانی کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ کی کتاب میں اور نہ سنت رسول میں کوئی حدیث صحیح ملتی ہے جس سے ملاہی۔ آلات غنا۔ رقص کی حرمت معلوم ہو سکے۔

۱۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں متعدد صحابہ کرام رض کا سماع مع آلات ثابت ہے۔ اور ان صحابہ کرام پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

۱۵۔ چنانچہ قاضی شوکانی کہتے ہیں کہ بعض کم علموں اور نادانوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ غنا قطعی دلیلوں سے حرام ہے۔ اور اس کی حرمت گویا اجماعی حیثیت رکھتی ہے تو یاد رہے

کہ اس طرح کا خیال محض افتراء اور جہالت ہے کیا کوئی شخص ماننے کو تیار ہے کہ صحابیوں کی ایک جماعت تابعین اور آئمہ ہدایت فعل حرام کے ارتکاب میں متفق ہو سکتے ہیں؟ معاذ اللہ۔ ایسا خیال باطل حد درجہ فاسد ہے۔ لہٰذا میں نے (قاضی شوکانی) ان نجوم ہدایت کے ناموس کی حفاظت اور ان کے جناب میں معترضین کے اعتراضات کو دفع کرنے کے لیے یہ رسالہ لکھا ہے۔

(مندرجہ بالا حوالہ جات علامہ قاضی شوکانی کی کتاب کے ہیں جن کو رسالہ" ماہنامہ تاج" کراچی بابت ماہ جولائی ۱۹۸۶ء سے اخذ کیا گیا ہے)۔

۱۶۔ حضرت امام ابو حنیفہ رح اور حضرت امام سفیان ثوری رح سے گانے کی بابت دریافت کیا گیا تو دونوں حضرات نے جواب دیا کہ نہ کبیرہ گناہ ہے نہ صغیرہ یعنی سرے سے گناہ ہی نہیں۔
(حوالہ کتاب اسلام اور موسیقی صـ ۲۲۸)

۱۷۔ سماع ایک نعمت ہے اور ان نعمتوں میں شامل ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے اس دنیا میں حلال ٹھہرائی ہیں۔ (حوالہ کتاب اللمع باب ۶۹ صـ ۵۴)

۱۸۔ سماع فیضان الٰہی ہے یعنی سماع حق کا فیضان ہے۔
(حوالہ کتاب کشف المحجوب باب ۳۴ فصل چھٹی)

۱۹۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے محفل سماع سنا۔ اس کتاب " حقیقت سماع " میں درج ہے کتاب بہجۃ الاسرار، معدن الانوار اور تحفہ قادری کا حوالہ۔

۲۰۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی محفل سماع تو پہلے ہی سے

سنتے تھے کیونکہ ان کے پیر حضرت خواجہ عثمان ہارونی بغداد شریف میں رہ کر بھی برابر سماع سنتے رہے۔ حضرت معین الدین چشتی رح نے ازراہِ محبت وعقیدت حضور جناب رسالت مآب کی صلی اللہ علیہ وسلم سے باطنی طور پر سماع کی آلات موسیقی (مزامیر) کے ساتھ اجازت حاصل کی تھی۔ (حوالہ کتاب "مہر منیر" فصل تیسری صف ۱۵۵ سوانح حیات حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ گولڑہ شریف۔ راولپنڈی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نیز صحابہ کرام اور اولیاء کرام نے سماع دف یعنی مزامیر کے ساتھ سنا اور اس کتاب میں کثیر تعداد میں اولیائے کرام مشائخ عظام۔ علماء کرام نیز محدثین۔ فقہا اور دیگر اکابرین امت کی کتابوں کے حوالے پیش خدمت ہیں۔ اگر اب بھی قوالی یعنی محفل سماع کی افادیت واہمیت وحقیقت سمجھ میں نہ آئے تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل وکرم مانگو تاکہ وہ سمجھ کی توفیق عطا کرے۔

جبکہ اللہ کا فرمان ہے کہ میری محبت کا دعویٰ ہے تو میرے رسول کی اطاعت کرو۔ ان سے محبت کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ کا حکم ہے۔ اس سے قبل حدیث شریف درج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری ص اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو اسے دانت سے مضبوط پکڑلو۔ اب کتاب پڑھنے کے بعد محفلِ سماع سننے کا انکار تو نہیں ہونا چاہیئے۔

اگر نہیں سنتے تو اعتراض نہیں ہونا چاہیئے کیوں کہ
فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے کو
حضرت امام غزالیؒ کے چھوٹے بھائی احمد غزالیؒ نے منع
کیا ہے اور ان کا فتویٰ اس کتاب میں درج اور اسی
قوالی کے باب میں حضرت امام ابو الفتحؒ کا قول بھی درج
ہے ۔

مزامیر یعنی آلات :۔ حضرت داؤد علیہ السلام
دس تار والی ستار یعنی بربط پر اللہ تعالیٰ کی مدح
سرائی کرتے تھے اور دف ۔ تار دار ساز ۔ بانسری اور
جھانجھ کے ساتھ اللہ کی حمد کرتے اور ناچتے بھی تھے ۔ اگر
یہ حرام ہوتا تو پیغمبر یہ فعل کبھی نہ کرتے اور آپ کی اتباع
میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے وزیر آصف
بھی گیت گاتے تھے کوئی بھی نبی اللہ کے حکم کے خلاف
نہیں کرتا ۔ اگر ساز یعنی مزامیر حرام ہوتا تو اتنے ساز نبی
کبھی بھی استعمال نہ کرتے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے
راشدین نیز ان کے علاوہ بھی صحابہ کرام کی ایک کثیر جماعت نے
دف یعنی مزامیر کے ساتھ گانا سنا ۔ اور چاروں اماموں نے سنا
ہے اور اگر آلات مزامیر یعنی دف وغیرہ حرام ہوتا تو کبھی بھی صحابہ
کرام اس کو استعمال نہ کرتے ۔ لاؤڈ اسپیکر ایک آلہ ہے اس سے
آواز کو تقویت پہنچتی ہے ۔ اور اذان ، نماز اور وعظ میں استعمال
ہوتا ہے اور یہ جائز ہے ۔ اگر لاؤڈ اسپیکر پر فحش کلام پڑھے یا
گائے جائیں تو یہ حرام اور ناجائز ہے ۔ قرآن شریف کی
تلاوت ۔ اذان اور نماز جائز ہے ۔ آلات یعنی مزامیر حرام

نہیں۔ بلکہ ان کو استعمال کرنے والا۔ جس جگہ اور جیسے کلام پڑھے گا ویسے اس کا یہ اپنا فعل حلال وحرام ہے۔ نہ کہ باجا یعنی آلات حلال وحرام ہیں۔ آلات یعنی مزامیر کی اپنی خود کوئی آواز وحرکات نہیں ہوتے ہیں بلکہ بولنے والی کی آواز ہوتی ہے۔ اس لیے آلات یعنی مزامیر اچھے کلام۔ اچھے مقام پر استعمال ہوتا آیا ہے اس کا استعمال ہوتا رہے گا۔

آپ کا بچہ آپ کی گود میں ہے جب محبت آتی ہے تو اس کا منہ وہاتھ جو بھی آپ کے سامنے آجاتا ہے فرط محبت میں چوم لیتے ہیں۔ ایک گال اگر چوم کر دوسرا گال چومے تو خود فیصلہ کریں کہ یہ فعل کیا ناجائز ہے۔ اسی طرح ایک دف ہے اس کی ایک جانب چمڑا ہے جو بجایا جاتا ہے اگر بجانے والا دو دف رکھ کر بجائے تو یہ حرام نہیں ہوگا۔ کیوں کہ یہ بجانے والے کی اپنی جدت ہے اسی طرح دو دف مل کر ڈھول یا طبلہ بن جاتے ہیں۔ اس لیے یہ بھی حرام نہیں ہوگا اور اس کتاب میں کئی جگہ اس کی تشریح آچکی ہے کہ مزامیر کے ساتھ غنا یعنی محفل سماع حرام نہیں ہے۔ نیز علامہ شامی حنفی رح نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ وہاں مطالعہ کرلیں اور ساز کے ساتھ ریڈیو اور ٹیلیویژن پر گانے آتے ہیں۔ سب سنتے ہیں لیکن کوئی حرام نہیں کہتا۔

اللہ کا ذکر:۔ قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ "سو تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا۔ (پارہ ۲ سورہ البقرہ آیت ۱۵۲)۔

(۲) قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ "وہ عقل مند ہیں جو یاد کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور پہلو پر لیٹے ہوئے (پارہ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۹۰)

(۳) قرآن شریف کا ترجمہ "اور یاد کرو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور پوشیدہ۔ (پارہ ۹ سورہ الاعراف آیت ۲۰۵)

(۴) قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ "یعنی غور سے سنو اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی دل مطمئین ہوتے ہیں یعنی اطمینان پاتے ہیں۔ (پارہ ۱۳۔ سورہ الرعد آیت نمبر ۱۸)

(۵) اللہ تعالیٰ کے ذکر کی بڑی تاکید آئی ہے۔ کھڑے ہوئے۔ بیٹھے ہوئے۔ لیٹے ہوئے۔ گڑگڑا کر اور پوشیدہ جس طرح ہو سکے اس کا ذکر کرتے رہو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہی ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ آپ اگر اللہ کا ذکر تنہائی میں کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کا ذکر تنہائی میں کرے گا اور آپ اس کا ذکر آدمیوں کے مجمع میں کریں گے تو اللہ آپ کا ذکر بہترین مجمع یعنی فرشتوں کے مجمع میں کرے گا۔ اسی لیے اولیاء کرام اور مشائخ عظام اللہ کا ذکر حلقوں کی صورت میں کرتے ہیں۔ نیز محفل سماع کی صورت میں بھی کرتے ہیں اور اپنی گفتگو میں بھی اللہ ہی کا ذکر کرتے ہیں۔

اطاعت مرشد کے ذریعہ۔ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کرتے ہیں تاکہ اپنے مقصود یعنی "اللہ" کا قرب و عرفان جیسی نعمت پاکر اور اس کے ذریعہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول اور محبوب ہوکر اللہ کے انعام یافتہ بندوں میں شامل ہوجائیں۔ صوفی کا مقصود "اللہ" ہے ۔

اللہ کی نعمتوں کا ذکر:- (۱) قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ اور یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہے۔ اور یاد کرو جو اس نے نازل فرمایا تم پر قرآن اور حکمت اور تمہیں اس سے نصیحت فرماتا ہے (پارہ ۲۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۳۱)۔

(۲) قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت جو اس نے تم پر فرمائی ہے (پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳)

(۳) قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب ذکر کیا کرو (چرچا کیا کرو یعنی بیان کیا کرو) (پارہ ۳۰ سورۃ الضحیٰ۔ آیت ۱۱)

قرآن شریف حدیث شریف اور اشعار

محفل سماع میں بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ جس نے کبھی محفل سماع نہ سنی ہو۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔

جس طرح اندھا پھولوں کے رنگوں کی خوبصورتی و رعنائی بیان نہیں کر سکتا ہے اسی طرح جس نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے لیے محفل سماع سنی ہی نہ ہو وہ محفل سماع کی حقیقت سے کسی کو کیسے آگاہی کرا سکتا ہے۔ یہ دلی کیفیات۔ کیف و سرور کاغذ کے صفحات پر نہیں آسکتے۔ یہ تو کسی مرشد سے بیعت ہو کر محفل سماع سننے سے ہی سمجھ میں آسکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے سمجھ کی توفیق مانگیں۔

۱۔ قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ یا ہم تیری ہی پوجا کرتے ہیں۔ تیری سے اشارہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ چونکہ اللہ قادر ہے اور ہر جگہ موجود ہے۔ اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس لیے اس کو قلب میں موجود مان کر اشعار میں۔ قوال اس شعر کی ادائیگی یوں کرے گا۔

" من کے مندر میں بٹھا کر ہم تیری پوجا کریں "

من کے مندر سے مراد دل ہے اور تیری کے سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

۲۔ قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ۔ تم جدھر بھی رُخ کرو وہیں اللہ کی ذات ہے۔ (فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ)

(پارہ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۱۱۵)

قوال اس کو یوں پڑھتا ہے۔

ہے چار سو تو ہی تو اَللّٰہُ اَللّٰہُ

۳۔ آیت کا ترجمہ (صِبْغَةَ اللّٰهِ) ہم پر اللہ کا رنگ چڑھا

ہے اور اللہ کے رنگ سے کس کا خوبصورت رنگ ہے۔ (پارہ ۱ سورہ البقرۃ آیت ۱۳۸)۔ قوال اس کو یوں پڑھے گا۔ یہ اشعار حضرت امیر خسرو کے ہیں۔

رینی چڑھی رسول کی ۔ رنگ مولا کے ہاتھ
جس کا چولا رنگ دیا ۔ اس کے دھن دھن بھاگ۔
رنگ ہے ری ما آج رنگ ہے۔

جب مرید اطاعت شیخ کے ذریعے اطاعت اور محبت رسول کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ یعنی محبت رسول اللہ کا پختہ رنگ چڑھ جاتا ہے اس کو رینی رسول کی کہتے ہیں یعنی اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اطاعت رسول کی توفیق عطا فرمائی اب میرے ظاہر و باطن کو مزید اپنی محبت کے پختہ رنگ میں ایسا رنگ رنگدے پھر تیری محبت کا رنگ نہ اترے اور جس کا چولا یعنی جسم تو نے اپنی محبت سے رنگدیا وہ بہت ہی خوش قسمت ہے۔

۴۔ قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں اور کلمہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ان دونوں صورتوں میں اللہ کو قلب میں موجود تسلیم کرنا ہے۔ کیوں کہ قادر ہے وہ اپنی قدرت سے ہر جگہ موجود ہے۔ اور اللہ کہیں نہیں سماتا۔ لیکن قلب مومن میں۔

اس کو قوال یوں پڑھے گا۔

اہل جہاں کو کیا خبر ۔ مجھ میں ہے کون جلوہ گر

میں کہاں تو، کہاں تو ہے۔ اصل میں راز ہے یہی
اس میں تو سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات ہے۔

۵۔ قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ:۔ "اللہ تعالیٰ اوّل و آخر اور ظاہر و باطن ہے اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا یعنی جو کچھ بھی ہے سب اللہ ہی کا عطا کردہ ہے اور اس کا انحصار اللہ کے فضل و کرم پر ہے جس کو جو چاہے عطا فرمائے"۔ قوال اس کو اس طرح پڑھے گا۔

آپ کو پاتا ہوں تو آپ کو پاتا نہیں
گم کر دیا جاتا ہوں میں یا گم ہو جاتا ہوں میں۔

اس شعر میں پہلے آپ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے کہ جب آپ کو پاتا ہوں یعنی جب تو قادر موجود ہے تو میری کوئی حقیقت نہیں اور تو مجھ کو اپنی محبت میں گم کر دیتا ہے یا میں تیری محبت میں گم ہو جاتا ہوں۔

۶۔ قرآن شریف کا ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر مجھ کو چاہتے ہو یعنی دوست رکھتے ہو تو میرے رسول یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار ہو جاؤ اور جب اللہ کی محبت دل میں ہوگی تب ہی رسول اللہ کی اطاعت کرے گا اور اطاعت وہی کرتا ہے جس کو جس سے محبت ہوتی ہے اسی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب تک اپنے ماں باپ بیوی بچوں اور اپنی جان و مال سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چاہو گے ایمان مکمل نہیں ہوگا۔ تکمیل ایمان کے

لیے رسول اللہ کی محبت شرط اول ہے۔ محبت رسول اللہ میں کثیر تعداد میں اشعار موجود ہیں۔ صرف ایک شعر لکھا جارہا ہے۔

تمہیں دین و ایمان یارسول اللہ

غرض کہ اولیائے کرام۔ مشائخ عظام اکابرین ملت اسلامیہ اللہ کی حمد و ثناء۔ نعت رسول اللہ اور منقبت اولیاء و مشائخ سب سنتے آئے اور سنتے رہیں گے اور اس قدر حوالوں اور شہادتوں کے بعد معلوم ہوا کہ محفل سماع مزامیر کے ساتھ حرام نہیں۔ اگر اب بھی کسی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تو وہ اللہ سے توفیق سمجھنے کی مانگیں اور محفل سماع اللہ کی رضا اور رسول اللہ کی محبت کے لئے سنیں۔ اور یہ خیال رہے کہ اولیائے کرام اور مشائخ عظام نے جس طرح اس سے استفادہ حاصل کیا کریں اسی طرح اللہ اور رسول کی محبت میں سنکر آپ بھی استفادہ حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تیری رضا اور خوشی اور سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی خاطر لکھا ہے کہ حضور اصحابہ کرام اولیاء کرام مشائخ عظام جنہوں نے سماع سنا ہے ان کو برا نہ کہیں اور نہ سماع کو برا کہیں۔

سماع اور گانا بجانا

سماع اور گانا بجانا میں ایسا فرق ہے جیسے زمین و آسمان کے مابین ۔ جس طرح دن کی ضد رات ہے اور نیکی کی ضد برائی ہے ۔ جیسے مسلمان اور کافر دونوں اولاد حضرت آدم علیہ السلام کی ہیں لیکن اعمال کی وجہ سے ایک مسلمان ہے اور ایک کافر ہے ۔ اسی طرح سماع میں بھی ساز بجایا جاتا ہے اور گانا بجانا میں بھی ساز بجایا جاتا ہے ۔

سماع

سماع اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے سنا جاتا ہے تاکہ دل میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہو اور عظمت اولیاء کرام پیدا ہو ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے ۔ کیونکہ اعمالوں کا دار و مدار نیت پر ہے جیسا کہ اس کتاب میں تحریر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام ساز کے ساتھ کلام سنتے تھے اور کوئی بھی نبی کبھی بھی

اللہ کی مرضی کے خلاف نہیں کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دف پر کلام سُنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جو باجا تھا وہ بجایا جاتا تھا اور اس وقت سے لیکر دورِ حاضر تک جیسے جیسے ایجادات ہوئی ہیں ویسے ویسے باجوں میں بھی ترمیم ہوئی ہے۔ لیکن سب کا مقصد اور نیت سماع سننے کی رضاءِ الٰہی ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیاء کرام اور مشائخ عظام برابر تواتر کے ساتھ اللہ کی رضاء کے لئے اور محبت رسول کی خاطر سماع سنتے آئے ہیں اور ابھی سنتے ہیں۔ جسکو جس سے محبت عشق ہوتا ہے۔ اس کا ذکر کوئی بھی کرے، محبت وعشق کرنے والا اسکو بہت غور سے سُنتا ہے۔ بعض اوقات انہماک اسقدر زیادہ ہوتا ہے کہ محویت حد درجہ بڑھ جاتی ہے جو بے اختیاری ہے۔ اسی لئے سماع اہلِ محبت کے قلب و ذہن کا سکون ہے۔ قلب و ذہن کی فرحت تازگی کے ساتھ ساتھ روحانی قوت کو تقویت ہوتی ہے۔

چند حوالے :-

(۱) سماع ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جو

اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیئے اس دنیا میں حلال ٹھہرائی ہیں۔ (کتاب اللمع)

(۲) سماع حق کا فیضان ہے جو دلوں کو حق کی طرف ابھارتا ہے۔ (کشف المحجوب)

(۳) یہ سماع جن کا سننا جائز ہے۔ جس کے بارے میں کسی بھی اہلِ ایمان کو اختلاف نہیں ہے۔ اسکے سننے والوں کے بارے میں فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ وہ صاحبِ عقل اور ہدایت یافتہ ہیں۔

(عوارف المعارف باب ۲۲)

گانا بجانا

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے بے پناہ محبت ہے ان کی ہدایت کے لیئے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کو دنیا میں مبعوث فرمایا کہ میرے بندوں کو راہ ہدایت تبلاؤ۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو شیطان یعنی ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے مردود وملعون بارگاہِ الٰہی ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ سے قیامت تک بندوں کو بہکانے کی اجازت طلب کی جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دیدی۔ لیکن اللہ کے برگزیدہ یعنی چنے ہوئے بندوں کو نہیں بہکا سکے گا۔

حوالہ ۱ :- جب حضرت داؤد علیہ السلام چنگ

رباب ۔ بانسری اور مشکک جیسے کئی ساز پر قدرت رکھتے تھے تو خلائق ان کے سننے کے لئے ٹوٹ پڑتی تھی اور وہ تمام خطرات اور ہوا و ہوس سے دور ہو گئے تھے ۔ ابلیس کی ذریات ابلیس سے فریادی تھی کہ ہمارے وسوسے ڈالنے اور بہکانے کا کاروبار بنی آدم کے ساتھ جاری نہیں ہے اور نہ آئندہ ہی امید نظر آتی ہے ۔ کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایسے راگ پیدا کر لئے ہیں کہ اس سے لوگ از خود رفتہ اور مدہوش ہو گئے ہیں اور ان لوگوں تک ہماری رسائی نہیں رہی ہے کہ ان کے دلوں میں وسوسے ڈال سکیں اور ان لوگوں کو بہکا کر اپنے راستے پر لا سکیں ابلیس اپنی ذریات کی یہ باتیں سن کر بڑا گھبرایا اور اس نے محسوس کیا کہ اس طرح اولادِ آدم میرے پنجے سے نکلی جا رہی ہے ۔ اور بالکل نکل جائے گی ۔ اس لئے کم بخت نے بھی اسی طرح کے آلات موسیقی اور باجے بنائے اور اہلِ ہوس حسن پرست اور لذت اٹھانے والوں کو اپنے راستے پر لایا ۔

(حوالہ کتاب خاتمہ فقرہ ۴۹)

مندرجہ بالا حوالہ پڑھنے کے بعد آپ خود فیصلہ کریں کہ ابلیس نے نبی کی مخالفت میں گانا بجانا شروع کیا تاکہ لوگوں کو نبی کے پاس جانے سے روکے ۔

تاکہ نبی سے دور رہ کر گمراہ ہو جائیں۔ جو نبی سے دور رہا ہے وہ ہر قسم کی گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے جو اللہ کے دین سے روکے وہ گانا بجانا کہاں درست ہے۔

حوالہ ۲ : جب مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی تبلیغ شروع کی تو کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو گئے ان دشمنوں میں نصر بن حارث بھی شامل تھا۔ صحابہ کرام اپنے ساتھ ان لوگوں کو لایا کرتے تھے جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنکر مسلمان ہو جائیں چونکہ نصر بن حارث کا مکان سر راہ تھا اس لئے وہ ان لوگوں کو روک لیتا تھا جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے ان کے لئے اپنے قہوہ خانے میں قصے اور کہانیوں کی کتابیں خرید کر رکھ دی تھیں تاکہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارکہ میں نہ جائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو اس قدر دشمنی زیادہ ہو گئی کہ اس نے ایران سے ایک گانے والی عورت منگوائی اور اس کے گانے کا انتظام اپنے مکان (قہوہ خانہ) میں کرتا تھا۔ اور لوگوں کو گانا بجانا کی طرف متوجہ کرتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے روکتا تھا جیسکے

سلسلے میں قرآن شریف کی یہ آیت کریمہ وارد ہوئی ہے۔
آیت: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ ترجمہ:۔ اور کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو بیوپار کرتے ہیں غافل کر دینے والی باتوں کا تاکہ بھٹکاتے رہیں راہ خدا سے بے خبر ہو کر۔
(پارہ ۲۱ سورہ لقمان آیت ۶)

جو گانا بجانا اللہ کی راہ سے بھٹکائے وہ کہاں درست ہے
(اثبات سماع و مقام گنجشکر)

مندرجہ بالا دونوں حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی اس وقت سے لیکر آج تک طوائف زنخے یا اسی قسم کے جتنے بھی گانے بجانے والے ہیں انکا مقصد و مدعا لوگوں کے خیال کو فاسد کرنا ہے۔ جس سے ذہن و خیال پراگندہ ہو کر خیالات شہوانیہ پیدا ہوں ایسے گانوں سے ہمیشہ اچھے لوگ نفرت کرتے آئے ہیں اور ایسے ہی گانوں کی دین میں ممانعت ہے اور ہمیشہ اولیأ کرام۔ مشائخ علمائے کرام۔ ایسے گانے بجانے کی سختی سے مخالفت کی ہے اسی لئے شروع میں جو تحریر ہے کہ سماع اور گانا بجانا میں زمین و آسمان کا فرق ہے سماع رضائے الٰہی کے لئے ہے گانا بجانا مخالفت الٰہی یعنی دین میں رکاوٹ ڈالنے کیلئے ہے تو دونوں کس طرح برابر ہو سکتے ہیں اسی لئے اہل علم کو چاہیئے کہ سماع اور عام گانے بجانے کا فرق لوگوں کو بتلائیں تاکہ لوگوں کو صحیح حقیقت حال سے آگاہی ہو۔

غنا

عملوں کا دارومدار نیّت پر ہے ۔ جس طرح بیانِ سماع میں یہ بات واضح ہو گئی کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں سماع کہیں بھی حرام نہیں ہے ۔ اِسی طرح جو غنا دین سے روکنے کے لئے کیا جائے یا خیالات فاسدہ پیدا کرنے کے لئے کیا جائے قرآن اور حدیث میں اس کے حلال اور جائز ہونے کا بھی کوئی ثبوت نہیں ۔ کیونکہ بزرگوں کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی جو غنا اللہ کے لئے یعنی اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے وہ جائز ہے اور جو اللہ کی رضا کے لئے نہ ہو وہ جائز نہیں ۔

چونکہ بعض بزرگوں نے اپنی کتابوں میں لفظ غنا ہی استعمال کیا ہے جائز اور ناجائز کی تشریح کر دی ہے جیسا کہ سماع اور غنا کے بیان میں فرق بھی واضح ہو گیا ہے ۔ جس غنا کی برائی قرآن و حدیث میں آئی ہے اسکی بنیاد ہی برائی ہے ۔ کتاب اثبات سماع کے حوالہ جات پیش خدمت ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ (سورہ لقمٰن پ ۲۱ رکوع ۱۰ آیت ۶)

ترجمہ :۔ اور بعض لوگوں میں سے وہ ہے جو خریدتا ہے لہو حدیث (لغو باتوں) کو تاکہ اللہ تعالٰے کے راستے سے لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کرے اور اس کو مخول کی ہوئی چیز بتائے ایسے لوگوں کے واسطے نہایت ذلت و خواری کا عذاب ہے ۔

مفسرین کرام نے اس آیت سے حرمت غنا ثابت کی ہے ۔ نیز بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی اسی طرح منقول ہے

لہٰذا ثابت ہوا کہ غنا حرام ہے۔
جواب نمبر ا۔ اس آیت سے مطلق غنا کو حرام ثابت کرنا سخت لا علمی اور جہالت ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کے ساتھ غنا کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (بخاری و مشکوٰۃ ص ۱۹۰)
نیز دوسری حدیث میں جو الغناء مشکوٰۃ ص ۲۷۳ سے اخذ کی گئی ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ایک جاریہ تھی انصار سے ہیں نے اس کا نکاح کرایا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے عائشہ کیا تم غنا نہیں کرتیں، یعنی گاتی نہیں۔ انصار کا یہ قبیلہ غنا کو بہت پسند کرتا ہے۔ پس ثابت ہوا غنا مطلق حرام نہیں۔ رہا یہ شبہ کہ مفسرین نے اس جگہ لہو الحدیث سے مراد غنا لیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے وہ غنا، غنا مذموم ہے جو فسق و فجور پیدا کرے اور لہو عجب کے لئے ہو۔ مفسرین کے لئے غناء صوفیاء مراد نہیں۔
جواب نمبر ۲۔ اس آیت کی شان نزول تفاسیر میں اسطرح مرقوم ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوت الی الحق فرماتے تھے اور حضرت آدم و نوح و ابراہیم علیہ السلام وسلیمان بن داؤد و یوسف بن یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصائص سناتے تھے۔ اور بندگان خدا کو قہر و غضب الٰہی سے خوف دلانے کے لئے قوم عاد، ثمود، شداد، نمرود، فرعون و ہامان کے واقعات بیان فرمایا کرتے تھے۔
مکّہ معظمہ میں ایک شخص نضر بن حارث رہتا تھا جو حضورؐ کا سخت دشمن تھا۔ اس نے آپکی تبلیغی کامیابی دیکھ کر اس راہ میں رکاوٹ پیدا کرنی چاہی اور فارس چلا گیا۔ وہاں سے شاہان فارس کے جھوٹے اور لغو واقعات خرید لایا۔ مکّہ میں آکر لوگوں کو بہرام گور،

اسفند یار، رستم وسہراب وغیرہ کے لایعنی اور مہمل قصّے سنانے شروع کر دیئے۔ لوگوں کو رغبتِ اسلام کم ہونے لگی۔ اور اسکی طرف میلان شروع ہوا۔ حتیٰ کہ اس کے گرد انبوہ کثیر جمع ہو جاتا۔ حضورؐ کے پاس بجز چند مومنین ومخلصین کے عامۃ الناس نہ آتے۔ اللہ تعالےٰ نے اس خبیث کی مذمت فرمائی۔ اور یہ آیت نازل فرمائی کہ جو شخص ایسے غلط قصّوں کو اس لئے خرید لایا ہے کہ مخلوق الٰہی کو راستہ حق سے گمراہ کرے۔ ہم نے اسکے لئے سخت ذلت وخواری کا عذاب تیار کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں اس لہو الحدیث کی مخالفت کی گئی ہے جو لوگوں کو اللہ کے راستے سے گمراہ کرے۔ جیسا کہ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ اس پر شاہد ہے۔ بالفرض یہاں لہو الحدیث سے غنا ہی مراد ہو تو وہی غنا مراد ہو سکتی ہے جو کہ لوگوں کو راہِ ہدایت سے گمراہ کرنے والی ہو۔ ایسی غنا کو ہم بھی حرام مانتے ہیں۔ صوفیاء کرام کی غنا میں گمراہی نہیں پائی جاتی بلکہ اس سے رقتِ قلب پیدا ہوتی ہے اور عشقِ الٰہی بڑھتا ہے۔ لہٰذا مطلق غنا کی حرمت ثابت نہ ہوئی۔

جواب نمبر ۳۔ اس آیت میں لہو الحدیث فرمایا گیا ہے۔ لہو کھیل کو کہتے ہیں اور حدیث بات کو اور شرعاً نہ مطلقاً نہ لہو حرام ہے نہ بات۔ تیر اندازی گھوڑوں کا دوڑانا کشتی لڑنا یہ سب لہو کے اقسام ہیں۔ مگر یہ سب شرعاً جائز ہیں۔ قرآن وحدیث سب کلام اور باتوں پر مشتمل اور حدیث میں داخل ہیں۔ مگر کسی مسلمان کے نزدیک نعوذ باللہ منہا قرآن وحدیث کی باتیں ناجائز ہوں گی۔ پس معلوم ہوا کہ نہ ہر حدیث ناجائز نہ ہر لہو حرام اس لئے آیت کریمہ میں مطلق لہو حدیث کی ممانعت نہیں بلکہ وہی لہو حدیث جو اگلی قید لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ سے مقید ہو مراد ہے۔ اور اسکی حرمت میں کسی کو کلام نہیں۔

جواب نمبر۴ ۔۔ لہو الحدیث سے اگر غنا مراد لی جائے تو اس میں اس طرح کلام جاری ہو گا ۔ اسلئے کہ غنا ۔۔ گانے کے ہیں ۔ اور اس کے بعض اقسام بالاتفاق جائز نہیں ۔ مثلاً حسن صوت الحان ،

۔۔۔۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور پرندوں کی خوش الحانی یہ تینوں چیزیں غنا ہیں لیکن ان کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں ۔ اسی واسطے حدیث میں وارد ہوا ۔ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ (رواۃ بخاری) جس نے قرآن کے ساتھ غنا کیا وہ ہم میں سے نہیں ۔ پس ثابت ہوا کہ مطلق غنا کسی طرح حرام نہیں ہو سکتی ۔

جواب نمبر۵ ۔ لہو الحدیث کی دلالت غنا کے مفہوم پر قطعی نہیں ۔ بلکہ شان نزول جو تحریر کی گئی ہے اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ لہو الحدیث سے شاہان فارس کے غلط قصے مراد ہیں ۔

پس لفظ کی دلالت اپنے معنی پر چونکہ قطعی نہیں اسلئے حرمت قطعیہ ثابت نہ ہوئی ۔ بلکہ آیت کریمہ میں اگر بجائے لہو الحدیث کے معنی لفظ غنا بھی ہوتا تب بھی مطلق غنا کی حرمت ثابت نہ ہوتی ۔ اسلئے کہ آگے لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ کی قید موجود ہے جو اسکو خاص کر رہی ہے ۔ نیز احادیث میں جواز غنا کا ثابت ہونا بھی اس امر کے معارض ہے ۔ پس غنا سے بھی بعض افراد کو مخصوص کرنا پڑتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ علم مخصوص بعض قطعی نہیں ہوتا ۔ بہر حال اس دلیل سے نہ حرمت قطعیہ ثابت ہوئی نہ مطلقاً غنا حرام ہوئی ۔ والحمد للہ ۔

جواب نمبر۶ ۔ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کریمہ میں لَيَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ فرمایا ۔ اس کے معنی ہیں خرید لاتا ہے لغو باتوں کو اور ظاہر ہے کہ جو شئے موجود مرئی اور حال شرع ہو نہ ہو

اس کی خرید و فروخت کسیطرح معقول و مقصود نہیں ہو سکتی۔ پس لہو الحدیث سے غنا مراد ہو تو وہ چونکہ صرف آواز ہے نہ کوئی شے موجود نہ حال شرعی۔ اسلیئے اس کا خریدنا کسی طرح ممکن نہیں۔ لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ نضر بن حارث جو غلط اور جھوٹے قصے شاہان فارس کے خرید لایا تھا وہی مراد ہیں۔ وہاں خریدنا بھی صادق آتا ہے اور لہو الحدیث یعنی لغو باتیں بھی موجود ہیں۔ پس لہو الحدیث سے غنا مراد لینا الفاظ قرآن سے بہت بعید ہے۔ اگر غنا سے مراد آلاتِ غنا ہے تو یہ قول اسلیئے باطل ہوگا کہ لغت عرب میں لہو الحدیث کسی باجے کا نام نہیں۔

اصل یہ ہے کہ لہو الحدیث سے وہ باتیں مراد ہیں جو موجب ضلالت و باعث غوایت ہیں جب کسی بات میں گمراہی نہ ہو تو وہ لہو الحدیث میں داخل ہو کر منہی عنہ نہیں ہو سکتی۔ اسلیئے کہ علت نہی وہ موجب حرمت و ضلالت و گمراہی ہے۔

جب وہ مرتفع ہوئی تو حکم بھی جاتا رہا۔

جواب نمبر ۷ ۔۔ حرمت قطعیہ بغیر نہی قطعی کے ثابت نہیں ہوتی۔ اور نہی کی تعریف کتب اصول میں اسطرح لکھی ہے کہ النہی ھو قول القائل لغیرہٖ علی سبیل الاستعلاء لا تفعل نہی وہ قول ہے قائل کا اپنے غیر کے لئے حکماً کہ مت کر اور نہی کا صیغہ منہیات شرعیہ میں جمع کے ساتھ نازل ہوا۔ یہاں جب نہی تو جمع یا مفرد ہونا کیا بہر حال آیت کریمہ میں چونکہ غنا کی ممانعت میں نہی کا صیغہ وارد نہیں ہوا۔ اس لئے اسکو حرام کہنا اور حرمت قطعیہ کا دعویٰ باطل ہے۔

جواب نمبر ۸ ۔ مفسرین کرام نے کلمۂ لہو الحدیث میں بہت اختلاف کیا ہے اور ہر ایک نے اپنی اپنی تحقیق کے موافق معنی لکھے ہیں۔

تفسیر عرائس البیان میں لکھا ہے کہ لہو الحدیث سے مراد علم فلسفہ، علم طبعی، علم ریاضی، علم کیمیا، علم فنون ہیں یہ علوم لہو الحدیث اسلئے ہیں کہ خیر سے روکتے ہیں۔

تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ سخن بیازی وسخن فریب دہندہ و مشغول کنندہ یعنی اختیار کنندہ فسانہ ہے۔ اعتبار افسون اور ہنسانے والی باتیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اپنی تفسیر عباسی میں فرماتے ہیں کہ لہو الحدیث باطل باتیں ہیں۔ اور کتب افسون و نجوم وحساب وموسیقی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ لہو الحدیث سے شرک مراد ہے۔

ابن قتادہ وابن ہمام مکی نے فرمایا کہ لہو الحدیث ہر وہ بات ہے جو خیر سے روکے اور اسی قول پر اکثر مفسرین کا اتفاق ہے۔ کلمہ لہو الحدیث میں اتنے احتمالات پائے گئے ہیں تو وہ اپنے مفہوم پر قطعی بالدلالۃ نہ رہا اور حرمت قطعیہ اس آیت کریمہ سے غنا کی حرمت ثابت نہ ہوئی واللہ اعلم۔

مندرجہ بالا حوالہ کتاب اثبات السماع حضرت علامہ سید احمد شاہ صاحب کاظمی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے لیا ہے جو آپ نے ۱۳۵۷ھ میں تصنیف فرمائی۔

حوالہ نمبر۱۔ آیت لہو الحدیث کے ضمن میں ایک حوالہ اور پیش خدمت ہے کیونکہ نضر بن حارث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت دشمنی رکھنے کے باعث شاہان فارس کے قصے منگوا کر لوگوں کو پڑھنے کو اپنے گھر میں دیتا تھا تاکہ لوگ رسول اللہ ؐ کے پاس نہ جائیں اسکو پڑھیں اور اسکی دشمنی یہاں تک ہی محدود نہ رہی بلکہ دین میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے ایک ایرانی مغنیہ بھی اپنے گھر پر منگوائی

تاکہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ جائیں اور آپ صلعم کی نصیحت سن کر مسلمان نہ ہوں۔

حوالہ نمبر ۲۔ قرآن مجید میں یہ جو لہو الحدیث کی آیت وارد ہوئی ہے اس میں ایک نضر بن حارث کی ان لغویات سننے سے منع کیا گیا ہے جن کا وہ اپنے گھر پر اسلئے اہتمام کرتا تھا تاکہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ جائیں۔ ہوا یہ تھا کہ اس نے ایران سے ایک گانے والی عورت منگوائی تھی اور رات بھر اسکے گانے کا انتظام کرتا تھا اور رستم و اسفندیار کے قصے کہانیاں بیان کرتا رہتا تھا حالانکہ رستم و اسفندیار کے قصے سننا شرع میں منع نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اس شخص کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو ان دلچسپ مشاغل میں مشغول رکھا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ سے باز رکھا جائے۔ قرآن عظیم میں بجا طور پر نضر بن حارث کی صحبت اور اسکے گھر پر گانا سننے کی ممانعت آئی ہے۔

لیکن سماع صوفیہ اسکے برعکس ہے۔ صوفیاء کرام اس واسطے مجالس سماع منعقد نہیں کرتے کہ لوگوں کو اسلام سے منحرف کیا جائے۔ بلکہ اسلئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلعم کی محبت زیادہ ہو۔

ممانعت سماع کی آیات

ممانعت سماع میں پہلی آیت جو عام طور پر پیش کی جاتی ہے وہ لہو الحدیث والی آیت ہے جس کی وضاحت ہم پہلے کر چکے ہیں۔ دوسری آیت جو عام طور پر پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ۔ ترجمہ۔ شعراء شیطان کی پیروی کرتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔ لیکن یہ آیت پیش

(پارہ ۱۹ سورہ الشعراء آیت ۲۲۴)

کرنے والے عام طور پر یہ دیکھنا بھول جاتے ہیں کہ اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے۔ آگے یہ آتا ہے الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات۔ یعنی وہ شعراء اس زمرہ میں نہیں آتے جو ایمان دار یعنی مومن ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں۔
اس سے ظاہر ہے کہ اس آیت میں بھی ان ایام جاہلیت کے شعراء کی مذمت آئی ہے جو خلاف شرع کلام کہتے ہیں۔ اگر شعر گوئی کی مطلقاً مذمت مقصود ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابی حضرت حسان بن ثابتؓ اور دیگر شعراء کا کلام کیوں سنتے۔
(حوالہ کتاب مقام گنج شکرؒ)

حوالہ۔ اعتراض ۲۔ قال اللہ تعالیٰ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُم بِصَوْتِكَ۔ بنی اسرائیل (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۴)
تو ان میں سے جسے چاہے آواز سے گمراہ کرلے۔ مفسرین کرام نے اس آیت میں صوتِ شیطان سے غنا مراد لی ہے۔ اس لئے کہ اس کے سننے سے گمراہی حاصل ہوتی ہے۔

جواب۔ اس آیت میں بالفرض غنا مراد ہو تو بدلیل استفزز (گمراہ کر تو) وہی غنا ہوگا جو موجب ضلالت ہو۔ اسے ہم بھی ناجائز کہتے ہیں اور کسی مفسر نے اس آیت میں صوتِ ابلیس کی تفسیر غنا کے ساتھ کی ہے تو اس سے وہی غنا محرم موجب فسق و فجور مراد ہے نہ کہ مطلق غنا۔ اس آیت میں بصوتک ہے جس کے معنی ہیں (اے شیطان تیری آواز) تو غنا حقیقتاً شیطان کی آواز نہیں ہوتی بلکہ وہ انسان کے منہ سے نکلتی ہے اور انسان ہی کی آواز ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کے منہ سے اچھی اور بری دونوں قسم کی آوازیں نکلتی ہیں۔ مثلاً

تلاوت قرآن، اذکار خیر وغیرہ اچھی آوازیں ہیں اور فحش گوئی، بد کلامی اذکار شر سب بری آوازیں ہیں۔ بری آوازیں شیطان کی طرف منسوب ہوں گی۔ اور اچھی آوازیں رحمٰن کی طرف جیسا کہ فرمایا ما اصابك من حسنة فمن الله یہاں حسنة نکرہ ہے جو تمام اچھائیوں اور بھلائیوں کو شامل ہے پس صوتِ حسن یقیناً اللہ کی طرف منسوب ہو گی اور ظاہر ہے کہ صوتِ رحمٰن کا خاصہ ہدایت اور صوتِ شیطان کا خاصہ ضلالت اور مسلمہ قاعدہ ہے کہ ایک شے کا خاصہ دوسری شے میں جو اس کے مدّ مقابل ہو نہیں پایا جاتا۔ پس صوتِ رحمٰن میں کبھی گمراہی نہیں آسکتی اور صوتِ شیطان میں کبھی ہدایت نہیں آسکتی۔ پس جن حضرات کو غنا سے معرفتِ الٰہی کی ہدایت اور رقتِ قلب سوز وگداز عشق الٰہی پیدا ہو ان کے لئے غنا صوتِ شیطان نہ ہوئے۔ بلکہ صوتِ رحمٰن ہوئی۔ لہذا حکم آیت میں داخل نہ ہوئی نیز مراد از ہدایت یا ضلالت کا اثر بعد الوقوع مرتب ہو گا جب آواز منہ سے نکلتی ہی نہیں تو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ اس منہ سے جو آواز نکلے گی وہ موجب ضلالت ہو گی یا باعثِ ہدایت پس قبل الوقوع چونکہ ضلالت کا تعیّن نہیں اسلئے حرمت کا حکم لگانا باطل ہے۔ حکم ہمیشہ علت پر دائر ہوتا ہے اور علت کا وجود اگر ہو تو بعد الوقوع محقق ہو گا۔ پس اس پر حرمت کا حکم لگانا باطل ہوا۔ (وللہ الحمد)

جواب ۲۔ اس آیت کے بعد اللہ تعالے نے فرمایا

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ اے شیطان یعنی تو جسقدر چاہے زور لگائے خواہ اپنی آواز سے بہکانے

کی کوشش کرے یا دیگر تدابیر سے ان کو گمراہ کرنا چاہے لیکن میرے خاص برگزیدہ بندوں پر تجھے کبھی غلبہ حاصل نہ ہو سکے گا۔
(پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۵)
اگر غنا صوت شیطان بھی ہو تو شیطان کا غلبہ محبوبین باری تعالیٰ پر محال ہے۔ اگر وہ غنا بھی سنیں تب بھی گمراہ نہ ہوں گے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کا وعدہ باطل ہو جائے گا۔ جو غنا سن کر گمراہ ہو جاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے مومن بندے نہیں۔ مومن بندوں پر شیطان کبھی غلبہ پا ہی نہیں سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ صوفیاء کرام غنا سننے سے گمراہ نہیں ہوتے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود   کفر گیرد کامل ملت شود

علتی جس چیز کو بھی لیتا ہے وہ علت ہو جاتی ہے اور مرد کامل اگر بظاہر کفر بھی اختیار کرے تو وہ بھی دین ہو جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور خوف الٰہی سے حرکت کرنے لگتے ہیں اور کانپتے ہیں۔ نیز فرمایا
(پارہ ۹ سورہ الانفال آیت ۲)
وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو کلام نازل ہوا ہے جب مومن اسکو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھوں کو دیکھتے ہیں وہ آنسوؤں سے بہتی ہوتی ہیں۔ اس چیز کو انہوں نے حق پہچانا۔ نیز فرمایا قرآن میں اللہ تعالیٰ نے۔
(پارہ ۷ سورہ المائدہ آیت ۸۳)
فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ
(پارہ ۲۳ سورہ الزمر آیت ۱۷/۱۸)

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جس قول کو سنتے ہیں اور اسکے احسن کی اتباع کرتے ہیں۔ نیز ارشاد فرمایا اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ ٭ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ

اللہ تعالٰے نے بہت ہی اچھا کلام یعنی کتاب اتاری جس کی باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور ایک ہی بات سمجھانے کے لئے بار بار دہرائی گئی ہیں، اس کتاب کی تاثیر یہ ہے کہ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کانپ اٹھتے ہیں پھر انکی کھالیں یعنی جسم اور دل اللہ کی یاد کی طرف راغب ہوتے ہیں ان آیات طیبات میں آواز رحمانی کی صفت بیان فرمائی کہ اہل اللہ کے قلوب آیات الٰہی یعنی صوتِ رحمان کو سن کر خوف زدہ اور رقت پذیر ہوتے ہیں۔ ان کے بدن کے رونگٹے خوف الٰہی سے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور ذکر اللہ کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ پس یہ تمام صفات اگر صوفیائے کرام پر غنا سے طاری ہوجائیں تو وہ غنا ان کے لئے آواز رحمان سے مشابہ ہوگی۔

اور یہ حقیقت ہے کہ حضرات صوفیا پر یہی حالات غنا سے طاری ہوجاتے ہیں تو جو آواز اپنے صفات و اثرات میں آواز رحمٰن سے مشابہ ہو وہ کیونکر صوتِ شیطان ہوسکتی ہے۔ اور کس طرح اسکو حرام کہا جاسکتا ہے۔

الغرض صوتِ شیطان وہی آواز ہے جس میں خاصہ ضلالت ہو۔ لیکن جس میں ہدایت اور صفات مذکور پائی جائیں وہ کبھی صوتِ شیطان نہیں۔ اس کو حرام کہنا سخت لاعلمی کی دلیل ہے۔ پس قرآن مجید کی کسی

آیت سے مطلق غنا کی حرمت ثابت نہ ہوئی۔ واللہ اعلم۔

دوسری بحث سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں

۱۔ اعتراض ... عن ابن مسعود قال الغناء ینبت النفاق فی قلب کما ینبت الماء البقل۔ ثابت ہوا کہ غنا مطلق حرام ہے۔

جواب۔ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الماء طهور لا ینجسه شئی۔ تو کیا اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ ہر پانی کی صفت یہ ہے کہ وہ نجاست کے ملنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ معنی تو بالکل خلاف شریعت ہے۔

معلوم ہوا الماء سے خاص پانی مراد ہے۔ جیسا کہ محدثین نے تشریح کی ہے کہ اس سے بیر بضاعتہ مراد ہے جو چشمہ دار کنواں تھا۔ اس کا حکم ماء جاری کا حکم تھا۔ پس جسطرح اس حدیث میں الماء سے خاص پانی مراد ہے۔

اسی طرح عبد اللہ بن مسعود کے اثر میں الغناء سے خاص غنا مراد ہے۔ اور وہ وہی غنا ہے جو منہیات شرعیہ پر مشتمل ہو اور لہو کے طریق پر کی جائے، جو صوتِ شیطان ہے اور جس کا خاصہ ضلالت ہے۔ ایسی غنا کو ہم بھی ناجائز اور حرام کہتے ہیں۔ پس اس اثر سے مطلق غنا کی حرمت ثابت نہ ہوئی۔

۲۔ اعتراض .. حضرت نافع سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا کہ ہم دونوں نے

باجے کی آواز سنی تو حضرت عبداللہ رضؓ نے اپنے کانوں میں انگلیاں
ٹھونس لیں۔ اور اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر
چلنے لگے۔ جب دور نکل آئے تو مجھ سے دریافت کیا۔ اے نافع
کیا تو اب اس آواز کو سنتا ہے یا نہیں میں نے کہا نہیں تو انہوں
نے انگلیاں کانوں سے اٹھالیں اور کہنے لگے کہ میں ایک مرتبہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا کہ ہمیں باجے کی آواز سنائی
دی۔ پس حضورؐ نے اسیطرح کیا۔ پس معلوم ہوا کہ حرام چیز سے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفرت فرمائی۔
جواب۔۔۔ اس حدیث میں حضرت عبداللہ کے لفظ یہ ہیں تصنیع
مثل صفت۔ پس کیا حضورؐ نے جسطرح کیا میں نے۔ آپ
حدیث میں ابھی ابھی پڑھ چکے ہیں کہ عبداللہ بن عمر نے کیا کیا۔
اپنے کانوں میں انگلیاں رکھیں اور وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ
اختیار کیا۔ اپنے ہمراہی سے دریافت کیا کہ اب باجے کی آواز آ
رہی ہے یا نہیں۔ تین فعل عبداللہ بن عمر نے کیئے ان کے لفظ جس
طرح میں نے کیا بالکل اسیطرح حضورؐ نے کیا تھا۔ اب اچھی
طرح واضح ہوگیا کہ سرکارِ دوعالمؐ نے بھی اپنے کان مبارک بند کیئے۔
وہ راستہ چھوڑ دیا۔ اپنے ہمراہی عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا
کہ اب باجے کی آواز سنتا ہے یا نہیں۔ اب خوب واضح ہوگیا کہ
حضورؐ نے عبداللہ بن عمر کو کان بند کرنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ آپؐ
نے دریافت کیا کہ تیرے کانوں میں باجے کی آواز آتی ہے یا نہیں۔
پس اگر مزمار کا سننا حرام ہوتا تو حضورؐ بجانے والے کے بجانے
پر اور حضرت عبداللہ بن عمر کے سننے پر کبھی راضی نہ ہوتے۔ رہا
یہ امر کہ حضورؐ نے اپنے کان مبارک بند کرلیئے اسکی وجہ یہ ہوسکتی ہے

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت کسی ایسے بلند و بالا مقام پر اور ایسے افضل و اعلیٰ حال میں تھے کہ صوت مزمار اس مقام اور اس حال کے مناسب نہ تھی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم کسی اہم معاملہ میں انہماک کے باعث اپنے خیالات میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اگر اس وقت کوئی شور و غل کا دفع کرنا اپنے امکان میں ہوتا ہے تو اس کو دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں ورنہ خود وہاں سے اٹھ کر الگ جا بیٹھتے ہیں تو کیا ان آوازوں کو اور شور و غل کے سننے کو ہم حرام سمجھتے ہیں (نعوذ باللہ) پس بہت ممکن ہے کہ حضورؐ پر نزول وحی ہو رہا ہو یا کسی اور روحانی خیال میں مستغرق ہوں جسکی وجہ سے آپ نے آواز مزمار کو پسند نہ فرمایا ہو۔ بہرحال حضورؐ کا صرف کان بند کرنا دلیل حرمت نہیں ہو سکتا۔ ورنہ اس حرام کام سے حضورؐ بجانے والے کو منع فرماتے اور حضرت عبداللہ بن عمر کو سننے سے روکتے لیکن حضورؐ نے دونوں میں سے کسی ایک کو منع نہ فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مزمار کی آواز سننا حلال و مباح ہے۔

۳۔ اعتراض:۔ حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن مجید کو عرب کے لہجوں میں پڑھو اور عرب کی آوازوں میں پڑھو اور اہل عشق اور اہل کتابوں کے لہجوں سے بچو۔ اور میرے بعد عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو ترجیح دینگے قرآن پاک پر غنا اور نوحوں کو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کو غنا کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں۔

جواب:۔ اس حدیث سے غنا سے مراد وہ خاص قسم کے راگ مراد ہیں جنہیں مخصوص قواعد کے ماتحت آواز کو بلند اور پست

کیا جاتا ہے۔ قصر و مد کے ساتھ آواز نکالی جاتی ہے جس میں بعض الفاظ کٹ جاتے ہیں اور بعض بگڑ جاتے ہیں۔ اور اسی طرح کلمات میں غیر معمولی تغیر و تبدل واقع ہو جاتا ہے۔ یہ صورت چونکہ قرآن کے شایان شان نہیں۔ بلکہ تحریف کے مترادف ہے۔ اس لئے ایسی غنا سے قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہاں مطلق غنا مراد نہیں بلکہ جو غنا خوش الحانی پر مشتمل ہو اور اس میں مذکورہ قباحت نہ پائی جائے ایسی غنا سے تو قرآن مجید پڑھنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۰ میں صحیح بخاری کی یہ روایت غالباً ہم پہلے بھی نقل کر آئے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے **لیس منا من لم یتغن بالقرآن**۔ پس معلوم ہوا کہ معترض کی پیش کردہ خبر میں مطلق غنا مراد نہیں۔ بلکہ غنا مخصوص مراد ہے جس کی تشریح ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

۴۔ اعتراض:۔ حضورؐ نے فرمایا **التغنی حرام والتلذذ بہا کفر و جلوس علیہا فسق**۔ کہ غنا حرام ہے اور اس کے ساتھ لذت حاصل کرنا کفر ہے اور اس میں بیٹھنا فسق ہے۔ اس حدیث سے حرمت غنا اظہر من الشمس ہے۔

جواب:۔ اولاً تو یہ حدیث کسی سند صحیح سے حضور اکرمؐ تک مرفوع نہیں دوئم اگر اس سے مطلق غنا کو حرام ثابت کیا جائے تو یہ حدیث دوسری احادیث صحیحہ مرفوعہ کے معارض ہو گی۔ جن میں صراحتہً جواز غنا پر دلالت پائی جاتی ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ کتاب النکاح میں بروایت ابن ماجہ یہ حدیث

مروی ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال انکحت عائشۃ ذات قرابۃ منھا من الانصار نجار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اھل یتم الفتاۃ قالو نعم قال ارسلتم معھا من تغنی قالت لا فقال رسول اللہ ان الانصار قوم فیھم غزل فلو جئتم معھا من یقول اتیناکم اتیناکم فحیانا و حیاکم۔

(روایت ابن ماجہ مشکوٰۃ صـ ۲۷۳)

اس روایت میں تغنی کا لفظ موجود ہے جو صراحتہً جوازِ غنا پر دلالت کر رہا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ معترض کی پیش کردہ روایت میں جو التغنا حرام ہے اس میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے مخصوص و معین غنا مراد ہے۔ جو علت ضلالت اور موجب غوایت ہے۔ جیسا کہ طوائف کا گانا یا اسکے مانند لہو ولعب کے طور پر۔ خواہشات نفسانیہ کو ہیجان میں لانے والے گانے۔ پس اس روایت میں بھی مطلق غنا کی حرمت ثابت نہ ہوئی (وللہ الحمد)

علاوہ ازیں معترض کی روایت پیش کردہ کچھ ایسی بے ڈھنگی سی ہے جس کو دیکھ کر طبیعت تسلیم نہیں کرتی کہ افصح العرب والعجم کی یہ حدیث ہو۔ یہاں قابل غور امر یہ ہے جب ایک شخص نے غنا کے ساتھ لذت حاصل کرلی تو بموجب اس روایت کے کافر تو ہو گیا اس کے بعد وہ جلوس کرتا ہے جو نتیجہ فسق ہے۔ تو کیا اب وہ شخص کافر ہونے کے بعد فاسق ہو گیا۔ بلکہ عام اصطلاح شرع میں گناہگار مومن کو فاسق کہا جاتا ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہے تو اب

اس روایت کا مطلب یہ ہوا سماع سے لذت حاصل کرنے والا تو کافر ہے اور اس پر جلوس کرنے والا ہمیشہ قوالی سننے والا گناہگار مومن ہے۔ اب آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ کفر کے بعد کفر کرنے سے انسان کا کفر بڑھتا ہے یا وہ کفر سے نکل کر ایمان کے درجے میں آتا ہے۔ بس یہ روایت نہ روایتاً درست ہے نہ درایتاً اس لئے اسکو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا گستاخی اور سوء ادبی کے مترادف ہوگا۔

۵... اعتراض .. عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهيتكم عن صوتين احمقين صوت النوحه و صوت الغناء - لہذا ثابت ہوا کہ غنا حرام ہے۔

جواب .... اس روایت کا کسی حدیث کی کتاب میں نام ونشان تک نہیں پایا جاتا۔ حیرت ہے کہ منکرین ایسی بے اصل باتوں سے مقابلہ پر آتے ہیں اور ذرا نہیں شرماتے۔ اگر بالغرض اسکا کہیں وجود ہو تو اس کا جواب یہ ہے یہاں، نہیتکم کا لفظ ہے جو ماضی کا صیغہ ہے۔ اور ماضی کے صیغہ سے کسی چیز کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اسلئے ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کو زمانہ ماضی میں منع فرمایا ہو اور زمانہ مستقبل میں اسکی اجازت دے دی ہو۔ جیسا کہ باب زیارت القبور میں واقع ہوا کہ وہاں بھی **نهيتكم عن زيارت القبور** فرمایا جس میں ماضی کا صیغہ ہے اور چونکہ صیغہ ماضی کا متحمل نسخ تھا۔ اسلئے زمانہ مستقبل میں الا فزوردھا سے وہ منسوخ ہوگیا۔ چونکہ دوسری احادیث میں غنا کی اجازت صراحتہً مذکور ہے اسلئے ممکن ہے کہ معترض کی پیش کردہ روایت منسوخ ہو۔

۶... اعتراض... عن ابی مالک الاشعری ان سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیقول لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والمعازف۔

جواب... اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں بیان فرمائیں ہیں۔ حر، حریر، معازف جو لغت عربی میں مطلق شرم گاہ یا عورت کی شرم گاہ کو کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو المنجد ص ۵۲۵ العذف صوت الاف پس لعذف دف ہوا اور معازف اسکی جمع ہے لیکن عن سبیل العموم معازف کا اطلاق تمام آلات لہو پر ہوتا ہے۔ جیسا المنجد اسی صفحہ میں ہے۔ المعازف وھی الاف الطرب کطنور والعود والقشادۃ اور منتہی الادب ربع سوم ص ۱۷۲ میں ہے۔ معازف بالکسر آلتہائے لہو وبازی جمع مصرف چخانہ اور مختار الصحاح میں ہے۔ والمعازف الملاہی ان جملہ عبارات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ معازف آلات لہو مطرب کو کہتے ہیں۔ اور من جملہ آلات لہو وطرب کے دف بھی ایک آلۂ لہو ہے۔ پس اس حدیث میں جو لفظ معازف ہے دف بھی اس میں شامل ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دف بجانا شرعاً جائز بلکہ سنّت ہے۔ اور اس کے جائز و مسنون ہونے پر چند روایات صحیحہ پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کسی جہاد پر تشریف لے گئے تھے جب واپس تشریف لائے تو ایک لڑکی حاضر خدمت اقدس ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ سرکارؐ میں نے نذر مانی ہے کہ جب حضورؐ خیر سے واپس تشریف لائیں گے تو اضرب بین یدیک الدف والغنی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تو نے نذر مانی ہے

تو گانا گالے اور دف بجالے۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ وہ لڑکی گانے بجانے میں مشغول ہوگئی۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آگئے مگر وہ بجاتی رہی۔ پھر حضرت علیؓ آئے وہ تب بھی اپنے کام میں مشغول رہی پھر حضرت عثمانؓ آئے پھر بھی وہ اپنے کام میں مشغول رہی، حتیٰ کہ حضرت عمر فاروقؓ آئے آپ کے آتے ہی اس لڑکی نے اپنے سرین کے نیچے دف کو دبالیا۔ سرکارؐ نے فرمایا کہ اے عمر تم سے شیطان ڈرتے ہیں۔ میں بیٹھا تھا یہ بجاتی رہی۔ حضرت ابوبکر آئے یہ بجاتی رہی۔ حضرت علی حضرت عثمان آئے پھر بھی یہ بجاتی رہی لیکن اے عمر جس وقت تم آئے اس نے دف چھپالیا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح اور غریب ہے مشکوٰۃ باب مناقب عمر ص ۵۵۸۔ اس حدیث سے بھی دف اور غنا کی حلت اظہر من الشمس ہے بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کا غنا سننا معازف یعنی آلۂ لہو کے جسکو دف کہا جاتا ہے ثابت ہوا۔ یہاں دو شبہ پیدا ہوسکتے ہیں ان کا جواب ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اوّل یہ کہ یہاں اس لڑکی نے نذر مانی تھی اسلئے حضورؐ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اس حدیث سے غنا مع آلات کا جواز علاوہ نذر کے ثابت نہ ہوا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جو چیز نذر ماننے سے پہلے ناجائز ہو اسکا پورا کرنا شرعاً جائز نہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا وفاء لنذر فی معصیۃ ولا فیما لا یملک العبد۔ (مسلم شریف) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دف بجانا اور

گانا گناہ نہ تھا ورنہ حضورؐ اس کو نذر پورا کرنے کی اجازت کبھی نہ دیتے۔ دوسرا شبہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے شیطان بھاگتا ہے اور حضورؐ ونیز حضرت ابو بکرؓ سے نہیں بھاگتا۔ کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے شیطان بھاگتا اس وجہ سے تھا کہ انکی شان میں ہے **اشد علی الاکفار**۔ یعنی حضرت عمرؓ کے مزاج میں تشدد اور سخت گیری پائی جاتی تھی

اسی سلسلے میں ایک حدیث ہے جس کو حضرت عمرؓ نے بھی سنا جیسا کہ کتاب عوارف المعارف میں یہ حدیث مروی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے پاس ایک لونڈی گا رہی تھی، حضورؐ تشریف لائے تو وہ اپنے حال پر رہی۔ پھر حضرت عمرؓ تشریف لائے تو وہ بھاگ گئی۔ سرکارؐ مسکرا اٹھے حضرت عمرؓ نے سبب دریافت کیا۔ سرکار دو عالمؐ نے لونڈی کا قصّہ بیان فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی حضورؐ جو کچھ آپ نے سنا ہے میں اسے سنے بغیر نہ رہوں گا۔

اس لونڈی نے گایا حضرت عمرؓ نے سنا۔ اس حدیث کو شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے اپنی کتاب عوارف المعارف میں نقل فرمایا ہے (بحوالہ کتاب بیان الفقہ ص ۴۵)

الحمدللہ احادیث سے ثابت ہوا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس اور آپؐ کے چاروں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے باجے کے ساتھ غنا سنی آپؐ کے دیگر صحابہ کرام، انصار ومہاجرین نے بھی اسی طرح حضورؐ اور آپؐ کے خلفاء کی اتباع کی اور غنا سنی اسکے بعد جو غنا کو حرام کہے گا وہ اس آیت کا مصداق ہو گا۔

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ﴿ الآيۃ القرآن المجید) (پارہ ۵ سورۂ النساء آیت ۱۱۵)

مندرجہ بالا حوالہ جات کتاب اثبات السماع حضرت علامہ السید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے لیا ہے۔

چونکہ علامہ صاحب نے قرآن اور حدیث سے اعتراضات کرنے والوں کے اعتراض کا مدلل جواب دیا ہے آپ پڑھکر خود فیصلہ کرلیں۔ اس بات کی پوری طرح وضاحت ہوگئی غنا جو اللہ کی رضا کے لئے ہو وہ جائز جسکو عرف عام میں سماع کہا جاتا ہے اور جو غنا دین میں رکاوٹ یا فواحش و لہو لعب کے لئے ہو نا جائز ہے یہ چیزیں ایام جاہلیت میں شراب خانوں میں ہوا کرتی تھیں اسلئے بجا طور پر سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایام جاہلیت کی چیزیں مٹانے کے لئے آیا ہوں۔

۱۔۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے روایت حضرت عبداللہ ابن عمرو سے نبی کریم ﷺ نے شراب اور جوئے، طبلہ اور جوار کی شراب سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

(مشکواۃ شریف باب حرمت شراب)

۲۔۔ حدیث۔ روایت ہے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور مجھے میرے عزت وجلال والے رب نے حکم دیا۔ باجوں، بانسری الغوزوں اور بتوں، صلیبوں اور جاہلیت کی چیزیں مٹانے کا۔

مندرجہ بالا دونوں حدیثیں فصل تیسری شراب کی حرمت اشراب

کے حرام ہونے) کے بیان میں ہیں ۔ یہ حوالہ مشکوٰۃ شریف کا ہے اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شراب خانے کے فعل کو حرام کہا گیا ہے نہ کہ محفل سماع کو ۔ اللہ اور رسولؐ کی تعریف یا ان کے چاہنے والوں کی تعریف ایام جاہلیت کی نہیں ۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے والے حضورؐ کی حیاتِ ظاہری سے ابتک موجود ہیں اور رہیں گے ۔

اسلئے کوئی بزرگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی کے خلاف نہیں کرتا ۔ آپ خربوزہ کھاتے ہیں لیکن حضرت بایزید بسطامیؒ کو احادیث سے معلوم نہ ہوسکا کہ حضورؐ نے خربوزہ کس طرح کاٹ کر تناول فرمایا ہے ۔ آپ نے خربوزہ کھانا ہی بند کردیا اس قدر اطاعت رسول اللہؐ کا خیال اللہ اللہ ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس قدر بلند و بالا ہے کہ آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ میری حقیقت کو اللہ اور میرے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ اور اولیاء کرام قابل احترام ہیں ۔ خانہ کعبہ کی عظمت اور مدینہ منورہ کی عظمت اپنی اپنی جگہ ہے ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اپنے پیر کی اسقدر عزت و احترام کرتے تھے کہ ان کے مزار کی طرف پیٹھ نہیں کرتے تھے ۔ اسی طرح مشائخ اپنے شیخ کی طرف پشت نہیں کرتے ہیں تو پھر ان کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ، قدر و منزلت کس قدر ہوگی ۔ آپ خود فیصلہ کریں ۔

پھر ان نفوس قدسیہ پر اعتراض برائے اعتراض اور تنقید برائے تنقید کیوں ۔ جب کہ یہ تمام اکابرین ملت اللہ اور رسولؐ

کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور قرآن و حدیث کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔ جبکہ یہ لوگ قرآن اور حدیث اعتراض کرنے والوں سے زیادہ جانتے ہیں۔

جن بزرگوں اور اہل علم کے ذریعے ہم پر اسرار دین واضح ہوئے ان ہی کے فعل پر نکتہ چینی کی جائے ان ہی کی تصانیف کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے یہ کہاں کی دانشمندی ہے۔

یہ تو بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی نالائق شاگرد کہے کہ میرے استاد کی علمی صلاحیت مجھ سے زیادہ نہیں۔ اگر بالفرض کوئی کہے کہ اس زمانے میں جو سماع ہوتا تھا اب ایسا نہیں یہ درست نہ ہوگا۔ معترض یہ بتلائے کہ حضورؐ سے لیکر کس زمانے تک کے سماع کو اس نے دیکھا ہے۔ ویسا وہ گھر پہ انتظام کرے۔ تاکہ لوگ معترض کو دیکھ کر اپنی اصلاح کر لیں۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ ہم اس دور میں نہیں تھے لیکن بزرگوں کا جیسا سماع نہیں۔ کتابوں میں جو لکھا ہے۔

ہر آدمی اپنے خاندان اور گھر کا حال خوب جانتا ہے جو کسی کا مرید نہیں نہ بزرگوں کی صحبت حاصل کی ہے وہ اعتراض کرتا ہے ان لوگوں پر جو سلسلے اور طریقت والے ہیں۔ جو خاندان طریقت سے ہیں انکے پیر کی صحبت ان کے گھر کا سا حال ہے۔ اسلئے محفل سماع کے متعلق صرف اہل سلسلہ ہی جانتے ہیں۔ کسی کو اس کا علم کیا۔ کوئی بھی بزرگ عالم صحابہ کے بعد سے آجتک صحابہ کرام سے افضل نہیں اور جو صحابہ کا عمل ہے وہ افضل عمل ہے۔

خچر و گدھے کی سواری

صحابہ کرام اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے پر سواری کرتے تھے اسلئے سنت پر جب عمل کرنا ہے تو گدھے پر سواری کرنی چاہیئے۔ اس سنت کو بھی پورا کرنا چاہیئے اور جب کسی دعوت میں جائیں تو بجائے ٹیکسی کار کے گدھے پر تشریف لے جائیں۔ حضورؐ نے ہمیشہ کرتا اور تہبند پہنا ہے۔

شلوار اور پاجامہ کی تعریف کی ہے کہ عمدہ لباس ہے۔ جس کی تعریف کی وہ آپ پہن رہے ہیں، جسکو حضورؐ نے خود پہنا اسکو کیوں نہیں پہنتے اور شادی وغیرہ میں پہنا کریں تاکہ لوگ دیکھ دیکھ کر سنت کی پیروی کریں۔

حضورؐ کے وقت میں دف پر گانا سنا گیا۔ حضورؐ نے سنا اور خلفاء راشدین نے سنا۔ بقول معترض کہ آجکل جو سماع ہوتا ہے وہ غلط ہے تو اعتراض کرنے والوں کو چاہیئے کہ اپنے گھروں پر دف کے ساتھ محفلیں کریں اور حضورؐ کی صحیح سنت کا طریقہ لوگوں کو بتائیں۔ حضورؐ نے ساری دولت دین پر خرچ کی جب کہ آپ کی اہلیہ محترمہ خدیجۃ الکبریٰؓ کا سب سے زیادہ دولت مندوں میں شمار ہوتا تھا۔

دولت بھی دین پر خرچ کردی اور گھر بھی دین پر لٹا دیا۔

حضورؐ نے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گھر میں کیا ہے۔ آپ نے بتلایا کہ سات دینار موجود ہیں آپؐ نے فرمایا ان کو اللہ کی راہ میں خیرات کردو تاکہ میں اللہ کے سامنے اس حال میں جاؤں کہ اللہ

کی رضا حاصل کرنے کے لئے میں نے کوئی دولت گھر میں نہیں چھوڑی۔ (حوالہ مدارج النبوت حصہ دوم) صفحہ ۲۰۷

صرف ایک سماع ہی پر اعتراض ہے کہ سنت کے خلاف کرتے ہیں۔ لیکن معترض ان سنتوں پر عمل کیوں نہیں کرتے جو رحمت اللعالمین کی یہ سنتیں بھی پوری ہو جائیں۔ اس زمانے میں جو باجے تھے وہ بجا کرتے تھے اس زمانے میں جو باجے ہیں وہ بجتے ہیں۔

جس طرح آج موٹر کار، ہوائی جہاز اور دوسری تیز رفتار گاڑیاں سواری کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ وعظ، اذان وغیرہ میں لاؤڈ سپیکر استعمال ہوتا ہے آخر یہ بھی تو سنت میں داخل نہیں نہ ہی اس زمانے میں استعمال رہا۔ اسلئے سنجیدگی اور بردباری سے غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اکابرین اولیاء کرام کا کوئی فعل اللہ اور اسکے رسول کے خلاف نہیں ہوتا کیونکہ خلاف پیغمبر صلعم کوئی بھی عمل مقبول بارگاہ الٰہی نہیں۔ ولی ہوتا ہی وہ ہے جو اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت و محبت میں غرق ہو کر اپنے آپ کو مٹا کر اللہ کا مقبول و محبوب ہو جاتا ہے۔ اور یہی مومن کی معراج ہے اسلئے رب العزت نے فرمایا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے میں جس بندے سے محبت کرتا ہوں اسکی سماعت بن جاتا ہوں۔ اسکی بصارت بن جاتا ہوں۔ اسکا ہاتھ بن جاتا ہوں۔ یعنی اللہ کے ایسے مقبول و محبوب بندے کا فعل اللہ کا فعل ہے جس کا ذکر اس کتاب میں عظمت اولیاء و ارشان اولیاء میں آچکا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے لے کر آج تک جن بزرگوں نے سماع سنا ہے اور جن کے نام اس کتاب "حقیقت سماع" میں درج ہیں ۔ ان سے زیادہ کیا آپ قابل ہیں ۔ اور کیا ان سے قرآن و حدیث کا علم آپکو زیادہ ہے ۔ علم تو نہیں ہے لیکن اس بات کی ضد ہے کہ کوئی دلیل و حجت نہیں مانوں گا ۔

ضروری التماس یہ ہے کہ قلب کی گہرائیوں میں یہ بات سوچیں کہ آپ کوئی فعل اللہ اور اللہ کے رسول کے خلاف نہیں کرتے ۔

اور ہر وقت یہی خیال اور کوشش رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور محبت اور اطاعت رسول میں زندگی بسر ہو ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر دور حاضر تک کے جن بزرگوں کا حوالہ اس کتاب میں دیا ہے اس کے متعلق آپ خود سنجیدگی متانت اور حقیقت پسندی سے سوچیں کہ صحابہ کرام ، اولیاء کرام اور امت کے اکابرین نے سماع سنا اگر یہ ناجائز ہوتا تو کبھی بھی نہ سنتے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

ولی اللہ اور ولی من دونِ اللہ

ولی اللہ

ولی اللہ کے معنی ہیں اللہ کا دوست، لفظ "ولی" کے معنی دوست، مددگار۔ قریب۔ والی اور حمایتی کے ہیں۔ قرآن شریف میں یہ لفظ اتنے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) دوست (۲) قریب (۳) مددگار (۴) والی (۵) وارث (۶) معبود (۷) مالک (۸) ہادی

اللہ کے ولی وہ ہیں جو اس کے دوست ہیں۔ جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا دوست بناتے ہیں اور اللہ بزرگ و برتر سے قریب رکھتے ہیں۔

چند اولیاء کرام کے نام:۔

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ امام الاولیاء ہیں

(۲) حضرت خواجہ حسن بصری رح (۳) حضرت خواجہ حبیب عجمی رح

(۴) حضرت خواجہ بشر حافی رح (۵) حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم رح

(۶) حضرت خواجہ جنید بغدادی رح (۷) حضرت شیخ علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش لاہوری رح (۸) حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح۔

(۹) حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رح

(۱۰) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح (۱۱) حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، محبوب سبحانی رح۔

ولی اللہ کے لئے یہ آیات ہیں ۔

۱۔ آیت :۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (پارہ ۱۱ سورہ یونس آیت ۶۲)

ترجمہ:۔ بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم ۔ (اسی کتاب حقیقت سماع میں قرآن مجید میں اولیاء اللہ کی عظمت کا عنوان دیکھیں)

۲۔ آیت :۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ تمہارا دوست یا مددگار صرف اللہ اور اسکے رسول اور وہ مومن ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں ۔
(پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت ۵۵)

۳۔ آیت :۔ نَحْنُ اَوْلِيَآؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ

ترجمہ:۔ ہم ہی تمہارے دوست ہیں دنیا و آخرت میں ۔
(پارہ ۲۴ سورہ حٰمٓ سجدہ آیت ۳۱)

۴۔ آیت :۔ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ (سورہ التحریم ۔ پارہ ۲۸ آیت ۴)

ترجمہ:۔ پس نبی کا مددگار اللہ ہے اور نیک مومن ہیں اور اسکے بعد مددگار فرشتے ہیں ۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ولیوں پر نہ خوف اور نہ غم نیز انبیاء کرام کے بعد اگر کسی کا بلند و بالا مقام ہے تو وہ صدیقین یعنی اولیاء کرام کا ۔ اللہ تعالےٰ

نے اپنے فضل و کرم سے ان کو اسقدر عظمت و بزرگی
عطا فرمائی ہے جو انسانی عقل و شعور سے بالاتر ہے
چونکہ اللہ قادر ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسلئے
اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور مہربانی سے
جو قوتیں اور صلاحیتیں اپنے ولیوں کو عطا فرمائی ہیں
وہ اللہ کی ان دی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں سے
سے اللہ کے بندوں کی مدد کرتے ہیں ان کی مدد اللہ
کی مدد کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کی مرضی سے بندوں
کی مدد کرتے ہیں، کیونکہ اللہ بزرگ و برتر خود نکل کر
نہیں آتا۔ کیونکہ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء
کرام کو بندوں کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اللہ تعالیٰ
نے اپنے اور بندوں کے درمیان انبیاء کرام کو وسیلہ
بنایا کہ میرے بندوں کو بتلاؤ۔ کہ بندے اللہ واحد کی
عبادت کریں۔ اور جس نبی کی نبوت میں ہوئے ہیں
اسکی پیروی کریں، کیونکہ ہر نبی اپنے اپنے دور کے
لئے ہوئے ہیں۔ اور اب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا دور نبوت ہے اب کوئی نبی نہیں آئیگا
صحابہ کرام اور اب اولیاء کرام سے بندوں کی ہدایت
و رہنمائی ہوتی رہے گی اور یہی صحیح معنوں میں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں جسکی وضاحت
اسی کتاب میں ولی اللہ کی شان اور وارثِ انبیاء

میں دیکھئے۔

ولی من دون اللہ

من دون اللہ

قرآن شریف میں یہ لفظ بہت زیادہ استعمال ہوا ہے۔ عبادت کے ساتھ بھی آیا ہے۔ تصرف اور مدد کے ساتھ بھی آیا ہے۔ ولی اور نصیر کے ساتھ بھی آیا ہے۔ وکیل اور شہید کے ساتھ بھی۔ ہدایت ضلالت کے ساتھ بھی۔ جیسا کہ قرآن شریف کی تلاوت کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ اس لفظ دون کے معنی سواء اور علاوہ ہیں۔ قرآن کریم میں تامل کرنے سے یہ لفظ تین معنوں میں استعمال ہوا ہے (۱) سواء علاوہ (۲) تقابل (۳) اللہ کو چھوڑ کر۔ جہاں من دون عبادت کے ساتھ ہو یا ان الفاظ کے ساتھ آوے جو عبادت یا معبود کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں تو اس کے معنی سوار کے ہونگے۔ کیونکہ اللہ کے سواء کسی کی عبادت نہیں ہو سکتی۔ جیسے اس آیت میں ہے۔

(۱) آیت :- فَلَآ اَعۡبُدُ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَ لٰکِنۡ اَعۡبُدُ اللّٰہَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰکُمۡ ۝

ترجمہ :- میں نہیں پوجتا میں انہیں، جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے

سوا اور لیکن میں تو اس اللہ کو پوجوں گا جو تمہیں موت دیتا ہے
(پارہ ۱۱ سورہ یونس آیت ۱۰۴)
(۲) وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ
ترجمہ: اور پوجتے ہیں کافر اللہ کے سوا انہیں جو نہ نفع دیں
نہ نقصان (پارہ ۱۹ سورہ الفرقان آیت ۵۵)
(۳) أَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ
مِنْ دُوْنِيْ اَوْلِيَاءَ.
ترجمہ:۔ تو کافروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ میرے بندوں
کو میرے سوا معبود بنائیں
(پارہ ۱۶ سورہ الکہف آیت ۱۰۲)
(۴) وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاءَ
ترجمہ:۔ اور نہیں ہے ان کافروں کے لئے اللہ کے مقابل
کوئی مددگار (پارہ ۱۲ سورہ ہود آیت ۲۰)
غرضیکہ تفصیل لکھنے سے ایک ضخیم کتاب بن جائے گی صرف
بتلانا مقصود یہ ہے کہ ایسی آیات میں بتوں کا ذکر ہے
جو اللہ کے سوا کافروں نے معبود بنا لئے ہیں۔۔ فتح مکہ
پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے بتوں کو
توڑوا کر پھنکوا دیا تھا۔ یہ آیاتِ قرآن ابھی موجود ہیں
اس لئے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ مِنْ دُوْنِكَ۔ مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ
مِنْ دُوْنِيْ اَوْلِيَاءَ۔ مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا۔ مِنْ دُوْنِنَا یا
مِنْ دُوْن کے ساتھ کوئی الفاظ آئے تو اس سے مراد

اللہ کے سوا یعنی بت ہیں جن کو کافر اللہ جان کر عبادت کرتے ہیں۔
ان سے کبھی بھی اللہ کے ولی مقصود نہیں۔ کیونکہ اولیاء کرام اللہ کے مقبول اور محبوب ہیں۔ جن کے کئی جگہ اس کتاب میں تذکرے آچکے ہیں۔
(ولی اللہ اور ولی من دون اللہ کے مضمون کا حوالہ کتاب "علم القرآن" کا ہے۔ تصنیف حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی گجرات)

ای دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیا | یعنی حسینؓ ابن علیؓ جانِ اولیا
ذوقے دگر بجامِ شہادت از و رسید | شوقے دگر بہستی عرفانِ اولیا
چون صاحبِ مقامِ نبیؐ و ملیستاد | ہم فخرِ انبیا شدہ ہم شانِ اولیا
آئینہ جمالِ الٰہی ست صورتش | زانرو شدہ است قبلۂ ایمانِ اولیا
تا کرد صرفِ حق سر و سامانِ ہستیش | گوے سبق ربودہ ز میدانِ اولیا
روئے نکوش مطلعِ صبحِ سعادتست | سیمای اوست شمعِ شبستانِ اولیا

دارد نیاز حشر خود امید با حسینؓ
با اولیا ست حشرِ محبانِ اولیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

عرس

حقیقت سماع کے مضامین کی تکمیل کے بعد خیال آیا کہ عرس کے متعلق بھی وضاحت کر دی جائے تاکہ لوگوں کو عرس کی حقیقت سے آگاہی ہو جائے کیونکہ عرسوں کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ قوالیاں ہوتی ہیں اور بہت سے بزرگ مبارک اور اچھے دنوں میں بھی قوالی کا اہتمام کرتے اور سنتے ہیں عرس عربی کا لفظ ہے۔ عروس سے "عرس" ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب قبر میں میّت کو دفن کر دیتے ہیں تو اس سے منکر و نکیر سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے تو کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ وہ پھر کہتے ہیں کہ یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے ہیں تو وہ کہتا ہے وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں کہ جب میت کو قبر میں دفن کر دیتے ہیں تو ان کے پاس منکر و نکیر آتے ہیں (قبر میں سوال و جواب کرنے والے ایک فرشتے کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں) تو وہ کہتے ہیں کہ ان صاحب کے بارے میں کیا کہتا ہے۔

(یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہیں)
تو مومن کی جانب سے یہ جواب ملتا ہے کہ یہ اللہ کے
بندے اور رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے
سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول
ہیں۔ تب فرشتے کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے ہیں تو یہ کہے گا۔
پھر اس کی قبر میں فراخی کر دی جاتی ہے۔ ستر ستر گز
میں۔ پھر اس کے لئے وہاں روشنی کر دی جاتی ہے۔
پھر اسے کہا جاتا ہے۔ سو جا۔ وہ کہتا ہے میں اپنے گھر
جاؤں تاکہ میں انہیں یہ خبر دوں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ
(عروس) دلہن کی طرح سو جا۔

(حوالہ مشکوٰۃ شریف باب عذاب القبر جلد اوّل) حدیث (۱۲۲)

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "یہ کون صاحب ہیں جو
تم میں بھیجے گئے ہیں" دوسری جگہ ہے کہ یہ اشارہ حضور
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہے۔

لہٰذا مردے کی قبر سے لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی قبر انور تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جگہ کو کشادہ
کر دیتا ہے اور جس مردے سے فرشتے سوال کر رہے
ہوتے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کے جمال جہاں آراء
کو دیکھ کر اللہ کے معبود ہونے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ حضور صلی علیہ وسلم
کی مہربانی ہے کہ چاہے مردے کی قبر میں آکر اپنا جمال

دکھلائیں یا قبرِ اطہر سے ہی زیارت کرا دیں اللہ بزرگ و برتر نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی کہیں زیادہ قوت فضیلت اور خوبیاں عطا فرمائی ہیں، جو انسانی شعور سے بالاتر ہیں۔

چونکہ فرشتے سوال و جواب سے مطمئن ہو کر "عروس دلہن" کی طرح سونے یعنی آرام کرنے کو کہتے ہیں۔ آرام یا سونا اسی کے لئے ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و پیروی میں کامیاب ہو گیا ہے۔ جب شہید زندہ ہیں اللہ کی جانب سے ان کو رزق ملتا ہے، اور ان کی زندگی کا شعور انسانی عقل سے بالاتر ہے اور ان سے بھی بزرگ تر وہ ہیں جو صدیقین یعنی اولیا اللہ ہیں ان کا مقام تو بہت ہی بلند و بالا ہے۔ ان کا بلند و بالا مقام بھی انسانی عقل و شعور سے کہیں بالاتر ہے۔

جبکہ حدیث شریف میں ہے کہ آٹھ شخصوں سے حساب قبر نہیں ہوتا۔ (۱) نبی (۲) شہید (۳) جہاد کی تیاری کرنے والا (۴) طاعون میں مرنے والا (۵) طاعون میں صابر (۶) چھوٹے بچے (۷) جمعہ کے دن یا رات میں مرنے والا (۷) ہر رات میں سورہ ملک پڑھنے والا۔ مرض الموت میں سورہ اخلاص پڑھنے والا۔ (حوالہ مشکوٰۃ شریف جلد اوّل صفحہ ۲۵۔ ترجمہ و تشریح حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی)

قرطبی علیہ الرحمہ کہتے ہیں جب شہید سے سوال نہ ہوگا
تو صدیق تو اس سے بھی مرتبہ میں اعلیٰ ہے۔ حکیم ترمذیؒ
نے صراحت کر دی ہے کہ صدیقین (اولیاء اللہ) سے
سوال نہ ہوگا (حوالہ کتاب شرح الصدور ط ۱۳۹ مصنف
محدث اعظم حضرت علامہ ابوبکر جلال الدین السیوطی
مترجم مفتی مولانا شجاعت علی قادری) مندرجہ بالا
حوالجات سے بات ثابت ہے کہ شہید زندہ ہیں اور
ان سے بڑا مقام صدیقین یعنی اولیائے کرام کا ہے۔
آیت کا ترجمہ :- اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم
مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا۔ جن پر اللہ نے
انعام کیا ہے۔ نبیین اور صدیقین اور شہداء اور
صالحین، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔
(حوالہ پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۹)

وصال کے بعد

ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ لیکن روح کو
موت کا مزا نہیں چکھنا ہے

مثال :- ایک آدمی سو رہا ہے۔ قریب جا کر
اس سے کوئی چیز طلب کریں تو وہ چیز اس وقت تک
نہیں ملے گی جب تک وہ سونے والا بیدار نہ ہو۔

جب وہ جاگ جائے گا تب وہ چیز دے گا جس کی ضرورت طلب کرنے والے کو ہے۔

اس بات سے یہ معلوم ہوا کہ جسمِ انسانی کوئی چیز نہیں دیتا، کیونکہ سویا ہوا انسان زندہ ہونے کے باوجود طلب کرنے والے کو کوئی چیز نہیں دے سکتا جب بیدار ہوگا تب ہی دے گا۔ مندرجہ بالا تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ جسم انسانی میں ساری کارکردگی روح کی ہے۔ کیونکہ جب جسمِ انسانی نہیں بنا تھا تو اللہ تعالےٰ نے عالمِ ارواح میں سب روحوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ ترجمہ: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو سب روحوں نے جواب دیا کہ بیشک تو ہمارا رب ہے" اس کے بعد پھر خصوصی عہد انبیاء کرام سے بھی لیا۔ کہ جب تم کو کتاب اور حکمت دوں اور تمہارے پاس تشریف لائیں وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائیں تو تم ان پر ضرور ایمان لانا اور انکی مدد کرنا تفصیل کے لئے دیکھیں پارہ ۳، سورہ آلِ عمران آیت ۸۱۔

آیاتِ قرآنی سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ تخلیق انسانی سے قبل یہ سوالات سب عالمِ ارواح میں ہوئے۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا اور اپنی روح پھونکی تو مٹی کا

بنا ہوا جسم نہ رہا بلکہ وہ مسجود ملائیکہ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے اس جسم انسانی کو نبوت اور خلافت سے سرفراز فرمایا اور وصال کے بعد جب میت کو دفن کر کے لوگ واپس ہوتے ہیں تو مٹی میں دبی ہوئی میت چلنے والوں کے جوتے کی آہٹ تک سنتی ہے

مُردوں کا سُننا

حدیث شریف :۔ روایت ہے حضرت انس رضؓ سے ۔ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے ۔

(حوالہ مشکوٰۃ شریف باب عذاب القبر حصہ اول)

مندرجہ بالا حدیث کی تشریح مشکوٰۃ شریف میں یوں ہے ص۱۲۷ جلد اول ترجمہ و تشریح مولانا مفتی احمد یار خان صاحب ۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہو کہ مردے سنتے ہیں ۔ مردوں کا سننا قرآنی آیات اور بے شمار احادیث سے ثابت ہے ۔ حضرت شعیب و صالح علیہ السلام نے عذاب یافتہ قوم کی نعشوں سے کھڑے ہو کر فرمایا یٰا قَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُکُمۡ اور یہ رب فرماتا ہے وَاسۡئَلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رُّسُلِنَا یعنی اے

محبوب پیغمبروں سے پوچھو - بلکہ ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا گیا - ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ذبح کئے ہوئے جانوروں کو پکارو - وہ دوڑتے ہوئے آجائیں گے - یہ حدیث سماع موتیٰ کے لئے نصِ صریح ہے - ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی میدان بدر میں مقتول کفاروں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر ان سے کلام کیا - خیال رہے کہ مردے کا یہ سننا ہمیشہ رہتا ہے - اسلئے حکم ہے - کہ قبرستان میں جاکر مردوں کو سلام کرو حالانکہ نہ سننے والوں کو سلام کیسا ؟ جن آیتوں میں سماع موتیٰ کی نفی ہے - وہاں مردوں سے مراد دل کے مردے یعنی کافر ہیں - اور سننے سے مراد قبول کرنا ہے - اسی لئے جہاں قرآن نے یہ فرمایا ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى تم مردوں کو نہیں سنا سکتے - وہاں ساتھ میں یہ بھی فرمایا اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ یعنی تم صرف مومنوں کو ہی سنا سکتے ہو - جس سے معلوم ہوا کہ وہاں مُردوں سے مراد کافر تھے - مرقات نے یہاں فرمایا کہ میّت اپنے دینے والوں، نماز پڑھنے والوں، اٹھانے والوں، اور دفن کرنے والوں کو جانتا پہچانتا ہے - حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ گنبد خضرا میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے کے بعد پردے کے ساتھ اندر جاتی تھیں اور فرماتی تھیں - میں عمرؓ سے حیاء

کرتی ہوں۔ معلوم ہوا کہ میت دیکھتی بھی ہے۔ امام صاحب نے میت کے سننے میں توقف نہیں کیا۔ بلکہ سننے کی نوعیت میں جیساکہ اسی جگہ مرقاۃ میں ہے دوسرے یہ کہ بعد موت قوتیں بڑھ جاتی ہیں۔ کہ ہزارہا من مٹی میں دفن ہونے کے باوجود میت لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سن لیتی ہے تو جو انبیاء اور اولیاء زندگی میں مشرق و مغرب دیکھتے ہوں وہ بعد وفات فرش و عرش کی یقیناً خبر رکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر جمعرات کو میت کی روح اپنے عزیزوں کے گھر پہنچ کر ان سے ایصالِ ثواب کی درخواست کرتی ہے۔

(اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور)

معراج کی رات سارے نبی بیت المقدس میں تھے پھر آناً فاناً آسمانوں پر موجود تھے یہ ہے روحِ میت کی رفتار۔ (حوالہ مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ و تشریح صد ۱۲۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مردوں اور قبر والوں سے تشبیہ دی ہے

(۱) آیت: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

ترجمہ: بیشک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو۔ اور نہ آپ

سنا سکتے ہیں بہروں کو (یہی پکار جب وہ بھاگے جا رہے ہوں، پیٹھ پھیرے ہوئے۔ اور نہیں آپ ہدایت دینے والے دل کے اندھوں کو۔
ان کی گمراہی سے۔ نہیں سناتے آپ بجز ان کے جو ایمان لاتے ہیں۔ ہماری آیتوں پر۔ پھر وہ فرمانبردار بن جاتے ہیں۔ (حوالہ پارہ ۲۰ سورہ النمل آیت ۸۰ و ۸۱)
(۲) آیت :۔ فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ٥
ترجمہ :۔ پس آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں، اپنی پکار خصوصاً جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں۔ (حوالہ پارہ ۲۱ سورہ روم آیت ۵۲)
(۳) وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ٥ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ٥
ترجمہ :۔ اور آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں۔ نہیں ہیں آپ مگر بروقت ڈرانے والے۔
(حوالہ پارہ ۲۲ سورہ فاطر آیت ۲۲-۲۳)
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی قبرستان میں اہلِ قبور یعنی مُردوں کو دین کی دعوت دینے نہیں گئے۔ ایسی کوئی شہادت نہیں۔ کیا کوئی ذی شعور اس بات کو کریگا کہ زندہ انسانوں کو چھوڑ کر قبرستان جائے اور وہاں مُردوں کو وعظ و نصیحت کرے، یہ کام عقل کے خلاف ہے۔ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں

جب اللہ کے محبوب نے اہل مکہ کو مکہ میں بالخصوص خانہ کعبہ میں دین کی دعوت دیتے تو یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو نہیں سنتے تھے اور بیٹھ پھیر کر چلے جاتے تھے۔ بعض بعض لوگ اس طرح کعبہ میں آرام کرتے ہوتے تھے۔ جس طرح کعبہ میں حاجی اور مساجد میں نمازی آرام کرتے ہیں (بغیر اعتکاف) لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنکر قبر کے مُردوں کی طرح خاموش ہو جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر کوئی دھیان نہ دیتے تھے۔ جس طرح روزمرّہ کا دستور ہے کہ کسی کو آواز دیں اور وہ چارپائی پر خاموش لیٹا ہو۔ اور نہ بولے تو بلانے والا کہتا ہے کہ مردے کی طرح لیٹے ہو بولتے نہیں۔ اگر بیٹھا ہے اور بولتا نہیں تو اسکو کہتے ہیں کہ کیا گونگا ہے جو بولتا نہیں یا بہرہ ہے جو سنتا نہیں۔ جو کسی نیک بات پر توجہ نہیں دیتا تو اس کو کہتے ہیں کہ یہ مردہ دل ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ دین کو نہ سننے والوں کو مُردوں، بہروں اور قبر والوں کے ناموں سے مخاطب کیا کہ ان کے دل کفر و شرک کی وجہ سے مردہ ہیں۔ ان کے کان حق بات کو نہیں سنتے (چونکہ تینوں سورتیں مکّی ہیں) اور یہ کفر اور گمراہی کے اندھیروں سے نہیں نکلنا چاہتے اور

یہ ہدایت قبول کرنے والے نہیں اور آپ کی بات تو صرف مومن ہی سنتے ہیں۔ یعنی ہدایت ڈرنے والے مومنین کے لئے ہے۔ گمراہوں کے لئے ہدایت نہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہی اللہ کا حکم ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ ماننے والا گمراہ ہے۔

چونکہ تینوں آیتیں مکی ہیں اور اہل مکہ کی بے توجہی کی وجہ سے انکو اللہ تعالیٰ نے کبھی گونگے، بہرے اور اندھے کہہ کر خطاب کیا ہے، کبھی فرمایا کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ کبھی مردوں اور قبر والوں سے تشبیہ دی ہے

انعام یافتہ بندے

قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ "اور جو اللہ اور اسکے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا۔ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔"

(پارہ ۵ سورہ النساء آیت ۶۹)

انعام یافتہ اللہ کے بندوں میں انبیاء کرام کا سب سے ارفع و اعلیٰ مقام ہے اس کے بعد صدیقین یعنی اولیاء کرام کا مقام ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور بیت المقدس میں آپ نے امامت فرمائی اور سارے انبیاء کرام جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں۔ سب نے آپکے پیچھے نماز ادا کی۔ مردے نماز نہیں پڑھتے یہ سب جانتے ہیں۔ چونکہ انبیاء کرام زندہ ہیں اس لیئے ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کی ہے

حدیث شریف:۔ اللہ کے نبی زندہ ہیں۔ روزی دیئے جاتے ہیں (حوالہ مشکوٰۃ شریف جلد دوئم باب جمعہ)

صدیقین یعنی اولیاء کرام زندہ ہیں۔ ان کے بعد شہیدوں کا درجہ ہے۔

قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ: جو اللہ کی راہ میں قتل کیئے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں شعور نہیں (پارہ ۲ سورہ بقر آیت ۱۵۴)

قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ:۔ جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ ہرگز خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور روزی پاتے ہیں۔

(پارہ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۶۹)

یادگار دنوں کا منانا

جس دن کوئی اہم مسرت وخوشی ہوتی ہے اس دن

کو ہمیشہ سے مناتے آئے ہیں ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا (۱) اور یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے ان کا عہد لیا (پارہ ۳ سورہ آل عمران آیت ۸۱)
(۲) اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا ۔ اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا ۔
(پارہ ۲۱ سورہ احزاب آیت سات ۷)

حدیث شریف : ۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دنوں میں میرے پاس دو لڑکیاں کچھ گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے ۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے ۔ اور ان لڑکیوں کو گانے سے منع کیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ سے چادر ہٹا کر فرمایا " اے ابوبکر رضہ " ان کو کچھ نہ کہو ہر قوم کی عید ہوتی ہے ۔ جسکی وہ خوشی مناتے ہیں ۔ آج ہماری بھی عید ہے "۔
اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خوشی منانی چاہیئے مقررہ دن پر ۔ جس طرح قرآن شریف تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں نازل ہوا ۔ لیکن ماہِ

رمضان میں شب قدر مناتے ہیں اس رات عبادت کرنے والے کو ہزار ماہ کی عبادت کا صلہ یعنی ثواب ملتا ہے۔ یہ دن منانے کا سب سے پختہ ثبوت ہے۔ اسی طرح عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور شب برأت مقررہ ایام میں منائے جاتے ہیں جو پوری ملتِ اسلامیہ مناتی ہے۔ موجودہ دور میں بھی حکومت قومی دن مناتی ہے۔ کوئی اہم واقعہ ملک میں ہوجاتا ہے تو اسکی بھی یاد منائی جاتی ہے۔ ان یادوں کو مختلف ناموں سے مناتے ہیں۔ خواہ نام کچھ رکھیں مقصود یاد منانا ہے۔ چاہے اس کو اجتماع کہیں یا سالانہ اجتماعی جلسہ کہیں۔ ان کے یہ سب نام ہیں۔ سالانہ یادگار۔ سالانہ یادگاری جلسہ ۱۴ اگست، ۶ ستمبر، ۲۳ مارچ، ۲۵ دسمبر یہ سب حکومت خود مناتی ہے۔ سالگرہ، شادی کی سالگرہ برسی۔ نامور لیڈروں کی یوم پیدائش اور یوم وصال وغیرہ جس میں تمام عقائد و مسلک کے لیڈران کرام اور عوام الناس سب ہی حصہ لیتے ہیں۔ جس میں قرآن خوانی ہوتی ہے۔ دعاء مغفرت نیز ایصال۔ دعائے سلامتی و حفظ و امان وغیرہ کی جاتی ہیں۔ بعض بعض جلسوں میں بیانات بھی جاری کئے جاتے ہیں۔ بعض جگہ کھانے پینے کی دعوتیں بھی ہوتی ہیں۔ سب ہی لوگ شامل ہوتے ہیں اور کوئی بھی ان تمام باتوں پر اعتراض نہیں کرتا۔ بلکہ ذوق و شوق

سے حصہ لیتے ہیں۔

عرس مبارک

چونکہ اولیاء کرام، صوفیاء کرام، مشائخ عظام اور شہدائے کرام کے یوم وصال کو مناتے ہیں۔ جب گھر میں شادی کے ایام ہوتے ہیں تو کس قدر خوشی منائی جاتی ہے۔ یہ سب لوگوں کو معلوم ہے اسی لئے بزرگان دین عرس میں چراغاں کرتے ہیں کہ حدیث شریف میں اس سے قبل آچکا ہے کہ قبر میں روشنی کر دی جاتی ہے تو قبر پر روشنی اسی لئے کرتے ہیں اور قبر میں میت کو اس قدر آرام و سکون ملتا ہے کہ کہتا ہے کہ گھر جاؤں اور ان کو یہ خوش خبری دوں چونکہ حکم الہٰی سے اس کو وہاں دلہن کی طرح سونے کو کہا جاتا ہے۔ چونکہ انسانی فطرت ہے کہ جس کا مقصد و مدعا پورا ہو جاتا ہے۔ تو اس کے دل کو جس قدر مسرت و خوشی ہوتی ہے وہی جانتا ہے۔ جس کا مقصد پورا ہوا ہو۔ اور اس بات کا بھی سب لوگوں کو علم ہے کہ صدیقین یعنی اولیاء کرام۔ صوفیاء کرام مشائخ عظام اور شہدائے کرام اور صالحین وغیرہ سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی اور

عشق و محبت میں ساری زندگی بسر کی کیونکہ ان کا مقصود اللہ، مطلوب اللہ اور محبوب اللہ انکا جینا مرنا سب اللہ ہی کے لئے ہوتا ہے اس لئے جب یہ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں یعنی ان کا وصال ہوجاتا ہے تو اس یوم وصال کو مناتے ہیں کہ یہ اپنی منزل مقصود پر پہونچ گئے۔ جو ان کا مدعا تھا وہ حاصل ہوگیا۔ اس لئے بزرگوں کے یوم وصال کو عرس کا دن کہتے ہیں۔

قرآن شریف کی آیت: ترجمہ:۔ اور سلام ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا۔ اور جس دن میں مروں گا۔ اور جس دن میں اٹھوں زندہ ہوکر

(پارہ ۱۶ سورہ مریم آیت ۳۳)

مندرجہ بالا آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ پیدائش وصال اور دوبارہ زندہ ہوکر اٹھنے پر سلام ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے علماء تبلیغ دین میں بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ بزرگوں نے اپنی کتابوں میں صراحت سے اس کی وضاحت کی ہے کہ ایسے علماء کرام سے وہ علماء کرام مراد ہیں جو اولیاء اللہ ہیں اور اولیا کرام کی عظمت کو پوری ملت اسلامیہ مانتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا ہر سال شہداء کی قبروں پر جانا

۱۔ حدیث بیان کی مثنیٰ نے سوید سے کہا خبر دی ابن مبارک نے ابراہیم بن محمد سے انہوں نے سہیل ابو صالح سے انہوں نے محمد بن ابراہیم سے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے ہر سال شہداء کی قبروں پر پھر فرماتے "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ" اور سیدنا صدیق اکبر رض اور عمر فاروق رض اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی اپنے اپنے زمانے میں ہر سال قبور شہداء پر جایا کرتے تھے (تفسیر ابن جریر یعنی طبری جلد ۱۳ صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ مصر۔ مؤلف ابی جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی سنہ ۳۱۰ھ)

(۲) محمد بن ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کی قبروں پر ہر سال تشریف لے جاتے تھے۔ پھر فرماتے "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ" اسی طرح سیدنا ابوبکر صدیق رض سیدنا عمر فاروق رض اور سیدنا عثمان غنی رض رضی اللہ تعالیٰ عنہ جایا کرتے تھے۔ اور ذکر کیا بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رض

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے شہداء کی طرف پس آپ جب گھاٹی کے وسط میں نشیبی جگہ پہ پہنچتے تو فرماتے "سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ" اور پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جایا کرتے۔ پھر سیدنا صدیق اکبرؓ کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ تشریف لے جاتے۔ پھر سیدنا عمر فاروقؓ کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا ہی کرتے۔

(حوالہ تفسیر الجامع الاحکام القرآن قرطبی مطبوعہ قاہرہ مصر مملکتہ العربیہ جلد ۹ صفحہ ۳۱۳ مؤلفہ عبداللہ بن محمد بن احمد الانصاری القرطبی)

(۳) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہر سال شہداء کی قبور پر تشریف لے جاتے اور فرماتے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور اسی طرح چاروں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اسی پر عمل پیرا رہے (حوالہ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۲ مولفہ امام فخر الدین رازیؒ)

مندرجہ ذیل نمبر ۴ کے ا سے د تک جو حوالے ہیں ان میں بھی نمبر ۱ سے نمبر ۳ تک کا ہی مضمون ہے اس لئے صرف حوالہ لکھ دیا ہے۔

(۴) سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ
یعنی سلام ہو تم پر۔ صبر کیا تم نے پس اچھا ہے گھر آخرت کا۔
(پارہ ۱۳ سورہ الرعد آیت ۲۴)

(ا) حوالہ: تفسیر ابن کثیر مطبوعہ مصر جلد دوئم ص۵۱۱ مؤلفہ ابن کثیر۔
(ب) تفسیر کشاف مطبوعہ بیروت لبنان جلد دوئم ص۵۲۷ مؤلفہ علامہ زمخشری۔
(ج) تفسیر روح المعانی مطبوعہ ملتان جلد ۷ ص۱۴۵ مؤلفہ سید محمود آلوسی بغدادی۔
(د) تفسیر دُرِ منشور جلد چہارم صفحہ ۵۸ مطبوعہ تہران مؤلف امام جلال الدین سیوطی۔
(حوالہ ا تا د کتاب گیارہویں شریف مصنف حضرت علامہ الحاج صائم چشتی کی کتاب کا ہے۔)

حدیث شریف:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنّت کو مضبوط پکڑو۔ اسے دانت سے مضبوط پکڑو (حوالہ مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام جلد اوّل) ہم سے پہلے جو بھی بزرگ ہوئے ہیں انھوں نے قرآن شریف اور حدیث شریف کو سمجھا اور اولیاء اللہ کے یوم وصال یعنی عرس مبارک ہر سال اپنے اپنے بزرگوں کے بتائے ہوئے طریقہ پر عرس کرتے آئے۔ لہٰذا عرس مبارک یعنی یوم وصال پر مزاروں پہ جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنّت ہے لہٰذا اسکو مضبوطی سے پکڑنا چاہیئے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنّت کو جاری رکھنا چاہیئے

اور اب اولیاء کرام کا حوالہ پیش خدمت ہے

اولیاء کرام

حوالہ، حضرت شیخ علو دینوری رح اپنے مرشدانِ برحق کا عرس کرتے اور عرس کے روز سماع سنتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت شیخ کے عرس کے روز سماع سنتے ہیں۔ اس میں کیا راز ہے؟ شیخ نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم اور علی مرتضیٰ نیز ہمارے مشائخ نے سماع سنا ہے آج عرس کا روز ہے۔ آج ہمارے مشائخ کو وصالِ حبیب نصیب ہوا ہے کہ موت ایک پُل ہے جو حبیب کو حبیب تک پہونچاتا ہے۔ ہم اپنے مشائخ کے اس وصال کی خوشی میں سماع سنتے ہیں۔ (حوالہ کتاب سبع سنابل ساتواں سنبلہ آٹھویں سیر) مصنف میر عبدالواحد بلگرامی ۹۶۹ھ حضرت علو دینوری، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد آٹھویں خلیفہ ہیں کیا اتنی مستند شہادت کے بعد اب بھی عرس کی شہادت کی تفصیل کی ضرورت ہے) کیونکہ پاک وہند میں اس کثرت سے عرس ہوتے ہیں جو سب کو معلوم ہے۔ کہ یہ جائز ہے اس لئے ہوتا ہے۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا ہر

سال شہداء کی قبروں پر جانا کثرت سے ثابت ہے کہ ان ہی ایام میں کہ جن ایام میں شہادت واقع ہوئی تھی اسلئے اللہ کے چاہنے والوں کا یوم وصال ہے۔ اس روز مشائخ اپنے بزرگوں کا عرس کرتے ہیں۔ تمام سلاسل کے اولیاء کرام اور مشائخ اپنے اپنے بزرگوں کا عرس کرتے آئے ہیں اور کر رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں اولیاء کرام کی کتابوں میں بکثرت اس کے حوالے موجود ہیں۔ جس طرح روشن سورج کسی کی دلیل کا محتاج نہیں، اسی طرح اولیاء کرام اور مشائخ عظام، علماء کرام نے اس کے جائز ہونے کے ثبوت اس قدر پیش کئے ہیں جس کا انکار کوئی بھی ذی علم نہیں کریگا جس طرح روشن سورج کو بھی بہت سی آنکھیں نہیں دیکھ پاتیں، تو یہ سورج کا قصور نہیں بلکہ ان کی اپنی آنکھوں اور نظروں کا قصور و فتور ہے۔ لہٰذا عرس مبارک کے جائز ہونے میں کسی کا کوئی انکار نہیں، اور جو انکار کریگا وہ اپنی کم علمی اور معلومات نہ ہونے پر۔

وصال کے بعد بزرگوں کی تعظیم

بزرگوں سے یہ روایت ہے کہ اپنے بزرگوں کی جس طرح حیاتِ ظاہری میں تعظیم کرتے رہے ہو، اسی

طرح وصال کے بعد بھی کریں۔ جیساکہ اس سے پہلے حدیث درج ہوچکی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ کرنے کے بعد آپ کے قبر انور پر برابر جاتی تھیں۔ پھر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد بھی جاتی رہی ہیں، جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور آپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی دفن ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چادر لپیٹ کر جاتی تھیں اور کہتی تھیں کہ مجھ کو حضرت عمر سے حیاء آتی ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحؒ مجلس میں بیٹھے ہوئے سلوک کی باتیں کر رہے تھے۔ جب آپ داہنی طرف دیکھتے تو آپ اٹھ کھڑے ہوتے۔ چنانچہ اسی طرح کئی مرتبہ کھڑے ہوئے۔ سب لوگوں کے جانے کے بعد ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ بار بار قیام کا سبب کیا تھا۔؟ اور کس کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے آپ نے فرمایا کہ اس طرف میرے پیر حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی قبر ہے۔ پس جب میں اپنے پیر کی قبر کی طرف دیکھتا تھا تو تعظیم کے لئے اٹھتا تھا۔ میں اپنے پیر کے روضہ کے لئے قیام کرتا تھا۔ پھر فرمایا کہ مرید کو اپنے پیر کی موجودگی اور غیر موجودگی میں یکساں خدمت کرنی چاہیئے۔ چنانچہ جس طرح زندگی

میں خدمت کرتا تھا۔ اسی طرح اس کے وصال کے بعد بھی اس کے لئے لازم ہے بلکہ مناسب ہے کہ اس سے بھی زیادہ کرے۔

(حوالہ کتاب ہشت بہشت یعنی ملفوظات خواجگانِ چشت۔ حصہ کتاب فوائد السالکین ص ۱۷، پبلشر اللہ والے کی قومی دکان لاہور)

اس بات سے یہ پتہ چلا کہ جو بزرگ اپنے پیر کی اس قدر تعظیم و تکریم کرتے ہیں، ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر قدر و منزلت ہوگی۔ اور تعظیم و تکریم ہوگی۔ نیز دیار نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اور دربار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام اور محبت ہوگی جو اللہ ہی بزرگ و برتر بہتر جانتا ہے۔

مزارات پر چادر چڑھانا

دُنیا میں کروڑوں مساجد ہیں۔ دنیا میں کسی بھی بیت اللہ یعنی مساجد کی عمارت پر غلاف یا چادر نہیں ہے۔ صرف بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ کی عمارت پر غلاف ہے۔ اس لیے کہ خانہ کعبہ تمام دنیا کے اللہ کے گھروں میں سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس جیسی عظمت کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ نمازی تو مسجد میں کثیر تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن نماز وہی پڑھاتا ہے جو سب میں افضل و اعلیٰ ہوتا ہے۔ یعنی دینی علمی صلاحیت میں سب سے ممتاز ہوتا ہے۔ اور بہتر سے بہتر آدمی کو امام بناتے ہیں۔

اسی طرح قبرستان میں قبریں تو کثیر تعداد میں ہوتی ہیں لیکن اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کے مزارات پر چادر یعنی غلاف چڑھاتے ہیں تاکہ قبرستان میں آنے والے کو معلوم ہو کہ یہ اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندے کا... مزار ہے۔ بعض جگہ مزارات پر سایہ کر دیتے ہیں اور بعض جگہ گنبد بھی بنا دیتے ہیں تاکہ زائرین سکون سے قرآن شریف کی تلاوت کر سکیں اور فاتحہ پڑھ سکیں۔ مزارات پر چادر چڑھانا عہد قدیم سے سنتِ انبیاء کرام ہے۔ اسی لیے انبیاء کرام کے مزارات پر چادریں یعنی غلاف چڑھائے [illegible] جیسا کہ مندرجہ ذیل میں چند انبیاء کرام کے مزارات [illegible] درست ہیں۔

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر سبز رنگ کی چادر ہے۔ نیز حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات پر بھی چادر ہیں۔

۱۔ سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کا مزار تیس فٹ لمبا ہے۔ اور بارہ فٹ اونچا ہے۔ اوپر سبز رنگ کا غلاف ہے۔ سرِ انور کی طرف سبز رنگ کا ایک بہت بڑا عمامہ رکھا ہوا ہے۔ آپ کا مزار شریف مسجد اقصیٰ کے حدودِ حرم شریف میں ہے۔

۲۔ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ سیدنا حضرت اسحاق علیہ السلام۔ سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اور سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے مزارات مبارکہ بہت خوبصورت ہیں۔ اور ہر مزار پر سبز رنگ کے شنیل کے غلاف ہیں۔ جن پر نہایت بہترین زری کا کام کیا ہوا ہے۔ یہ مزارات شہر "خلیل الرحمٰن" میں واقع ہیں۔ جو بیت المقدس سے تقریباً بیس میل دور پر واقع ہیں۔

۳۔ سیدنا حضرت نوح علیہ السلام کے مزار پر سبز رنگ کا غلاف ہے۔ اور سرِ انور کی طرف سبز رنگ کا عمامہ رکھا ہوا ہے۔ آپ کا مزار قریہ "ددرا" میں ہے جو حرم خلیل سے تقریباً ۸ میل کے فاصلہ پر ہے۔

۴۔ سیدنا حضرت لوط علیہ السلام کے مزار اقدس پر بھی غلاف اور عمامہ ہے۔ آپ کا مزار قریہ "بنی نعیم" میں ہے۔ جو حرم خلیل سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔

۵۔ سیدنا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے مزارِ مبارک

پر سبز رنگ کی چادر یعنی غلاف ہے اور سرِ انور کی طرف سبز رنگ کا عمامہ ہے۔ آپ کا مزار بیت المقدس سے تقریباً ۲۷ ر میل کے فاصلے پر ہے۔ جو پکی سڑک بیت المقدس سے عمان جاتی ہے اُس پر ہے۔

(مندرجہ بالا حوالہ جات نمبر 1 تا ۵ کتاب راہِ عقیدت کے ہیں)

مندرجہ بالا حوالجات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ عظمت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لیے نیز رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے عہدِ قدیم سے مزارات پر چادروں یعنی غلاف چڑھانے کا سلسلہ جاری ہے اور یہ سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بھی جاری ہے۔ جیسا کہ اوپر حوالہ آچکا ہے کہ سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر چادر ہے اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر بھی چادر ہے۔ جو عہد صحابہ کرام سے یہ بات جاری ہے۔ اسی لیے مزارات اولیاءِ کرام پر بھی چادر چڑھاتے ہیں تاکہ قبرستان جانے پر یا مزار کے قریب جانے سے معلوم ہو جائے کہ یہ مزار اللہ کے محبوب ولی کا ہے۔

کیوں کہ گھروں میں کثیر تعداد میں کتابیں موجود ہوتی ہیں اور قرآن شریف بھی موجود ہوتا ہے۔ گھر کے کسی فرد سے کہیں کہ قرآن شریف جا کر لاؤ۔ وہ کسی اور کتاب کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ جاتے ہی قرآن شریف پر ہاتھ رکھے گا اور لا کر دیدیگا۔ اس کو اس لیے تلاش نہیں کرنا پڑا کہ قرآن شریف پر غلاف چڑھا ہوا تھا۔ فوراً ہی اس کو اٹھا لایا۔

قرآن شریف پر غلاف چڑھانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب ساری کتابوں میں افضل ہے اور مزارات پر چادر چڑھانا بھی اس بات کی دلیل ہے اور ثبوت ہے کہ یہ مزار اللہ کے مقبول و محبوب برگزیدہ بندے کا ہے۔ لہذا زیارت کرنے والوں کو آسانی ہو کہ کیوں کہ زیارتِ قبور سنت ہے۔ اور یہ شروع میں بھی لکھا جا چکا ہے اور سہولت کے لیے دوبارہ لکھ دیا ہے۔

مزارات پر پھول چڑھانا

حدیث شریف ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستہ سے جا رہے تھے تو دو قبروں پر عذاب قبر ہو رہا تھا۔ آپؐ نے کھجور کی سبز ٹہنی دونوں قبروں پر رکھوا دیں کہ ہر سبز چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے اور جب تک یہ ٹہنی ہری رہے گی۔ عذاب قبر میں تخفیف رہے گی اسی لیے مزارات پر سبز پتیاں اور پھول ڈالتے ہیں۔ لبعض لوگ پھولوں کی چادر بنا لیتے ہیں تاکہ ہوا کی وجہ سے پھول اڑ نہ جائیں بلکہ دھاگے میں بندھے رہنے کی وجہ سے اپنی جگہ پر رہیں جس سے صاحب مزار کو راحت و سکون ہوتا ہے۔ اگر گناہ گار ہے تو عذاب قبر میں تخفیف ہوگی اور ولی یا بزرگ ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے درجات کو بلند و بالا کر دیگا۔

مزارات کا بوسہ

شرعی مسئلہ ہے کہ حجر اسود۔ بیوی اور بچوں کو بوسہ دے سکتے ہو۔ بیوی اور بچوں سے ماں اور باپ افضل ہیں اور ان سے افضل دینی استاد۔ اس لیے ماں و باپ اور دینی

استاد کو بھی بوسہ دے سکتے ہو۔" حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منبر یا قبر انور چومنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اور ابن ابی الصیف یمانی جو مکہ کے علماء شافعیہ میں سے تھے ان سے منقول ہے کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کے اوراق نیز بزرگان دین کی قبریں چومنا جائز ہے۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ حجر اسود چومنے سے بعض عارفین نے بزرگان دین کی قبروں کا چومنا ثابت کیا ہے۔ (حوالہ کتاب جاء الحق۔ حصہ اول صد ۳۴۹)

مزارات کا سجدہ

حدیث شریف میں ہے کہ جب صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ دیتے تھے تو بعض صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ" یا رسول اللہ ہم آپ کو سجدہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر انسانوں کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ اس سے یہ بات صاف عیاں ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کسی بھی انسان کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ پھر قبروں کو سجدہ کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ جب کتاب پر اور تکیہ پر سجدہ کرنا جائز نہیں تو قبر تو زیادہ اونچی ہے اس پر سجدہ کیسے ہو سکتا ہے نماز کے فرائض میں سے ایک فریضہ یہ ہے کہ منہ کعبہ شریف کی طرف... اگر منہ کعبہ شریف کی طرف نہیں ہے تو سجدہ نہیں ہوگا۔ اگر جھکنا مشرک ہے تو سجدہ

میں جوتا جھک کر اتارتے ہیں اور جھک کر جوتے کا فیتہ باندھتے ہیں۔ بعض جھک کر چیزیں اٹھاتے ہیں تو دن بھر میں کتنا شرک ہو جاتا ہے اس لیے جھکنا شرک نہیں ہے۔ مزار کی لمبائی شمال اور جنوب کی طرف ہوتی ہے اور مردے کا منہ کعبہ شریف کی طرف ہوتا ہے۔

مغرب

جنوب
پیر
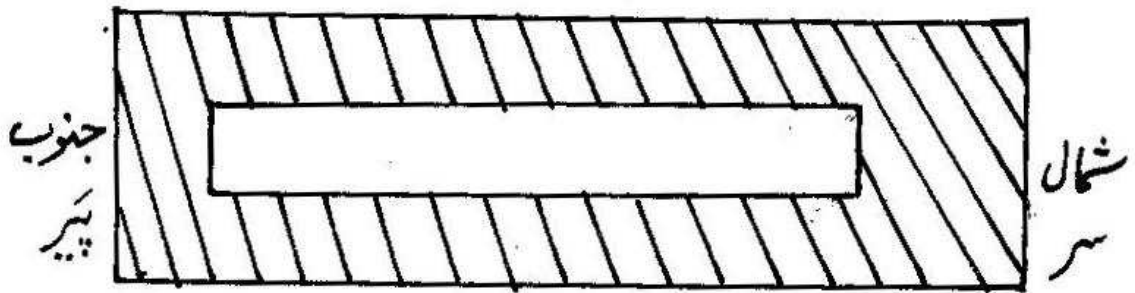
شمال
سر

مشرق

جب بھی کوئی کسی مزار پر جاتا ہے تو عموماً پیر کی جانب سے جاتا ہے تو جانے والے کا منہ شمال کی جانب ہوتا ہے۔ اگر قبر کے سامنے کھڑا ہو گا تو منہ مشرق کی جانب ہو گا جب جگہ نہیں ہوتی تو پھر کہیں کھڑا ہو جائے لیکن سجدہ ہرگز نہیں ہو گا۔ کیونکہ سجدہ کے لیے منہ کعبہ شریف کی طرف ہونا چاہیئے۔ پیشانی اور ناک کا بانسہ زمین پر ٹکنا چاہیئے۔ جو لوگ اہل علم اور سنجیدہ ہیں خود فیصلہ کر لیں کہ قبر پر سجدہ ہوتا ہے یا نہیں؟

بزرگوں کی روایتوں میں ہے کہ ماں باپ استاد اور پیر و مرشد کے مزارات پہ آپ جاتے ہیں اور آپ کو محبت اپنے بزرگوں کی آتی ہے تو آپ بے شک بوسہ دیں۔ بوسہ دینا گناہ نہیں۔ محبت کا کوئی کلیہ قاعدہ نہیں اور نہ اس کی کوئی کتاب ہے۔ محبت عطیہ الٰہی ہے۔

مثال: جب کسی کا کوئی چاہنے والا مل جاتا ہے اور وہاں پر ان دونوں کے علاوہ کوئی اور انسان نہیں ہوتا پھر دونوں ایک دوسرے سے اظہار محبت کرتے ہیں۔ پھر ان سے دریافت کریں کہ یہ محبت کرنے کا طریقہ کس کتاب سے پڑھا ہے۔

عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور محبت ایک بے اختیاری جذبہ ہے اس لیے لوگ مزاروں پر سجدہ کی نیت سے نہیں جاتے بلکہ بزرگ جان کر جاتے ہیں اور ... وہاں پہنچ کر بے اختیاری طور پر فرطِ محبت سے مزاروں کا بوسہ دیتے ہیں۔ ہم لوگ بھی اکثر مزاروں پر فاتحہ خوانی کے لیے جاتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں کا بوسہ بھی دیتے ہیں اور لوگوں کو بھی بوسہ دیتے دیکھا ہے لیکن سجدہ کرتے نہیں دیکھا۔

زمین بوسی

یہ کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ بعض مشائخ کے یہاں بعض لوگ زمین بوس ہو کر پھر شیخ کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ دیتے ہیں جیسا کہ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رح کے یہاں دستور تھا۔ علماءِ کرام نے اعتراض کیا یہ سجدہ ہے۔ آپ لوگوں کو منع فرمائیں۔ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رح نے فرمایا کہ میں کس طرح منع کر سکتا ہوں کہ وہ ایسا نہ کریں کیوں کہ یہ ہمارے مشائخ کا دستور چلا آرہا ہے۔ آپ نے علماءِ کرام سے کہا کہ آپ لوگوں کو منع کر دیں کہ وہ ایسا نہ کریں کیوں کہ یہ آپ کے نزدیک غلط ہے۔ ہمارے بزرگوں کا یہ دستور میرے نزدیک درست و صحیح ہے اس لیے میں منع نہیں کروں گا۔ دراصل

بات یہ ہے کہ جس مقام پر کسی نبی یا ولی کا ہاتھ یا پیر یا جسم کا کوئی حصہ لگ جائے وہ جگہ یا چیز برکت والی ہو جاتی ہے۔ اس کے چند ثبوت درج کئے جاتے ہیں۔

جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے دنیا میں تشریف لائے تو اپنے ساتھ حجر اسود کو بھی لائے۔ "یہ صرف ایک پتھر ہے" لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھ لگنے کی یہ برکت ہے کہ اس وقت سے لوگ برابر اس کو بوسہ دیتے چلے آرہے ہیں پھر نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر کعبہ کے وقت اپنے ہاتھوں سے دوبارہ اس کو اس کی جگہ پر نصب فرمایا اور بوسہ بھی دیا کہ یہ جائز ہے اسی لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے حجر اسود تو ایک پتھر ہے تجھ میں کوئی نفع و نقصان پہنچانے کی قوت نہیں۔ تجھ کو اس لیے بوسہ دیتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی برکت ہے صفا و مروا شعائر اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے سات بار پانی کے لیے سعی فرمائی۔ ولیہ کا یہ فعل اللہ کو پسند آگیا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی برکت سے پانی جاری ہوا جو تمام پانیوں سے افضل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کعبہ کیا وہ پتھر نماز کی جگہ ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ سے مسجد نبوی تک آتے جاتے رہے یہ جگہ ریاض الجنۃ ہوگئی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل پار کر رہے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو کر چل رہے تھے۔ جہاں

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا سم پڑتا تھا۔ وہاں سبزہ اگ آتا تھا۔ سامری یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پیر کے نیچے کی مٹی لے کر رکھ لی اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر گئے تو سامری نے ایک سونے کا بچھڑا بنایا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے سم کے نیچے والی مٹی بچھڑے کے منہ میں ڈال دی۔ وہ سونے کا بچھڑا بولنے لگا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے واپس آئے تو آپ نے بچھڑے کو توڑ دیا تاکہ آئندہ بُت پرستی نہ ہو۔

اس لیے جب بزرگوں کے آستانوں پر جاتے ہیں یا مزاروں پر تو پہلے زمین بوسی کرتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اللہ کا دوست اور محبوب اس جگہ سے گزرا ہو تو اس کے قدم کی برکت سے میرا قلب منور ہو جائے۔ یہ محبت اور عجز و انکساری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو عجز و انکساری بہت پسند ہے۔ یہ مذہب و عقیدت میں شامل نہیں ہے۔ اگر کوئی فرطِ محبت و عقیدت سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تو وہ جانے کیونکہ اعمالوں کا دار و مدار نیت پر ہے جیسا کہ اس سے قبل کئی بار تحریر ہو چکا ہے۔ اور کوئی یہ فعل نہیں کرتا تو یہ اس کی اپنی قلبی کیفیات ہیں۔ ہر باشعور اور ذی علم اچھا برا خود جانتے ہیں۔ تفصیل کے لیے اسی کتاب کا عنوان " ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ دینا " ملاحظہ فرمائیں۔

ایصالِ ثواب

ایصالِ ثواب ایک بہت ہی عمدہ اور ضروری عمل ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے مُردوں کو نیکیاں پہنچتی ہیں نیز اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عذاب قبر دور فرماتا ہے اور وہ مُردے جن کے لئے دعاء مغفرت کی جاتی ہے ایصالِ ثواب کرنے والے کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں کہ یا اللہ جس نے ہمارے لئے ایصالِ ثواب کیا ہے۔ اس کی عمر دراز کر۔ تاکہ وہ نیکیاں کرتا رہے۔ نیکیوں اور کارِ خیر کی وجہ سے اس کا خاتمہ بالخیر ہو۔ اور جن کے لئے ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ اُن سب کو اور ان کے ساتھ ساتھ ایصالِ ثواب کرنے والے کو اس کا پورا پورا ثواب ملتا ہے۔

جیسا کہ حکم ہے کہ "اے لوگو! تم جب بھی قبرستان کے قریب سے گزرو تو کہو" السلام علیکم یا اہل القبور۔" اہلِ قبور اس کا جواب دیتے ہیں۔ اسی طرح ایصالِ ثواب کرنے سے نہ صرف مردوں کی ارواح کو ثواب پہنچتا ہے بلکہ اللہ جل شانہ اس عمل سے مردوں کی قبروں کی تنگی بھی دور فرما دیتا ہے۔ اور ان کی قبروں کی وحشت و تیرگی کو دور کر کے نور سے منور فرماتا ہے۔

بزار و طبرانی نے بہ سند حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بستہ عرض کیا کہ میرا باپ مر گیا ہے اور فرائض حج بھی ادا نہیں کیا تو رحمت اللعالمین نے ارشاد فرمایا۔ یہ بتاؤ اگر تمہارے باپ پر کچھ قرض ہوتا تو کیا تم ادا نہیں کرتے۔ تو اس شخص نے عرض کیا۔ ضرور ادا کرتا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر قرض ہے تو ادا کر دو۔

طبرانی نے اوسط میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میت کی طرف سے حج کیا تو حج کرنے والے اور حج کرانے والے دونوں کو اسکا ثواب ملتا ہے۔

ابن ابی شیبہ۔ حجاج بن دینار سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ والدین کی اطاعت کے بعد سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نمازوں کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھو، اور روزوں کے ساتھ ان کے لئے بھی روزے رکھو اور اپنے صدقات و خیرات کے ساتھ ان کے لئے بھی صدقہ و خیرات کرو۔ کیونکہ مُردوں کو بھی ان سب

نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص اپنی حیات میں کوئی مسجد بنوا دے تو جب تک یہ مسجد قائم رہے گی۔ اس وقت تک نیکی جاری رہے گی اور اس کا ثواب اس کو ملتا رہے گا جس نے کہ مسجد تعمیر کروائی۔

حضرت عثمان غنی رضؓ کے دور میں یہودی جب مسلمانوں کو اپنے کنویں سے پانی نہیں لینے دیتے تھے تو آپ نے اسے خرید کر سب کے لئے پانی کے حصول کا ذریعہ بنایا۔ یہ بھی ثواب جاریہ کا ایک بنیادی پہلو ہے اور اسی طرح یہ ہے کہ اگر کوئی اپنے عزیز یا کسی بھی چاہنے والے کے لئے یہ عمل کرے جو ظاہری طور پر اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو ثواب اس کو ملے گا جس کے لئے یہ نیک کام کیا گیا ہے۔

اسی طرح اگر زندہ کی طرف سے قربانی کی جائے یا مردے کی طرف سے تو اس نیکی کا اجر و ثواب اس کو پہنچتا ہے جس کے نام کی قربانی کی جائے۔ اسی طرح ایک اور حدیث ہے جسے ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چند چیزوں کا ثواب قبر میں مردے کو پہنچتا ہے۔ علم۔ ولدِ صالح کوئی کتاب (مذہبی) کوئی مسجد، کوئی مسافر خانہ۔ نہر، کنواں اور کھجور وغیرہ کے درخت صدقہ جاریہ ہیں۔

ان تمام اشیاء کا ثواب مرنے کے بعد انسان کو پہنچتا ہے۔

(۱) حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

"اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ" یعنی دعا عبادت ہے

(۲) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ:

"اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" یعنی دعا عبادت کا مغز ہے

(کنز العمال)

مندرجہ بالا دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ دعا عبادت ہے بلکہ عبادت کا مغز ہے۔

(۳) اللہ رب العالمین فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ۝

ترجمہ:- وہ جو ان کے بعد آئے ہیں وہ تو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو بخشش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے با ایمان گزر چکے ہیں۔

(پارہ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۱۰)

غور فرمائیے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اس مبارک فعل کو بطور استحسان و تعریف بیان فرمایا ہے کہ وہ بعد میں آنے والے مسلمان جہاں اپنے لئے دعائے بخشش کرتے ہیں وہاں وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی دعائے بخشش کرتے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں

جب ثابت ہوگیا کہ دعا عبادت ہے یا دعا عبادت کا مغز ہے تو معلوم ہوا کہ زندوں کی عبادت یعنی دعا سے مُردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

ثابت ہوا کہ زندہ مسلمانوں کا ایصالِ ثواب وصال شدہ مسلمانوں کے لئے دعاء بخشش کرنا۔ وصال کئے ہوئے لوگوں کے لئے فائدہ پہنچتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ زندہ مسلمانوں کا ایصال ثواب وصال شدہ مسلمانوں کیلئے عفو و درگذر، بخشش و عطا اور رفع درجات کا موجب ہے۔

(۴) حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں فرماتے ہیں

وَقَدْ نَقَلَ غَیْرُہٗ وَاحِدِ الْاِجْمَاعُ عَلٰی اَنَّ الدُّعَآءَ یَنْفَعُ الْمَیِّتَ وَدَلِیْلُہٗ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِ ھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ۔

ترجمہ:۔ اور اس امر پر بہت سے علماء نے اجماع نقل کیا ہے کہ بے شک دعا، میت کو نفع دیتی ہے اور اس کی دلیل کے لئے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا (شرح الصدور)

(۵) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان الحمید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر بھی بطور تعریف بیان کیا ہے

"رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ"

جس کا ترجمہ ہے، اے ہمارے پروردگار مجھ کو اور ماں باپ

کو اور مومنین کو بخش دے جس دن حساب قائم ہو۔
(پارہ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت ۴۱)
دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے متوفی والدین اور جملہ مسلمانوں (عورتوں اور مردوں) کے لیے بخشش کی دعا فرما رہے ہیں۔ دعا بھی عبادت ہے تو معلوم ہوا کہ ان کی عبادت سے ان کے والدین اور جملہ مسلمانوں کو نفع ضرور ہوگا۔

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ فرشتے جو عرش اٹھانے والے ہیں اور اس کے ارد گرد ہیں وہ ہماری تسبیح و تحمید کے ساتھ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔
ترجمہ: مومنوں کے لئے دعا بخشش بھی کرتے ہیں
(پارہ ۲۴ سورۃ المؤمن آیت ۷)
اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کے ساتھ ساتھ مومنوں کیلئے دعاءِ بخشش بھی کرتے ہیں۔ چونکہ فرشتے معصوم اور مامور من اللہ ہوتے ہیں اس وجہ سے ان کا کوئی کام بے کار اور بے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ فرشتوں کی عبادت یعنی دعاء بخشش کا فائدہ مسلمانوں کو ضرور پہنچے گا۔ اس طرح ایک کی عبادت کا دوسروں کو فائدہ پہونچ سکتا ہے بشرطیکہ دوسروں کو فائدہ پہونچانا مقصود ہو۔

(۷) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردے کی حالت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریاد کرنے والے کی طرح ہوتی ہے وہ انتظار کرتا ہے کہ اس کے باپ ماں یا بھائی بہن یا دوست کی طرف سے اس کو دعا پہنچے اور جب اس کو کسی کی دعا پہونچتی تو وہ دعا کا پہونچنا اس کے لئے دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہوتا ہے اور بیشک اللہ تعالی اہل زمین کی دعا سے اہل قبور کو پہاڑوں کے مثل اجر و رحمت عطا کرتا ہے۔ اور بیشک زندوں کا تحفہ مردوں کی طرف یہی ہے کہ ان کے لیے بخشش کی دعا مانگی جائے

(حوالہ مشکوٰۃ باب الاستغفار)

اس حدیث شریف سے مردے کا دعاء بخشش کا منتظر ہونا اور زندوں کے ہدیہ و تحفے یعنی دعاء بخشش کا ان کے لئے بہت ہی زیادہ مفید ہونا ثابت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود فاتحہ دینا

(۸) ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری اپنی کتاب "اوزجندی میں فرماتے ہیں:

قَالَ كَانَ يَوْمَ الثَّلَاثَةِ وَفَاتِ ابراهيم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاء ابوذر عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیھا الفاتحہ مرۃ و

سورۃ الاخلاص ثلاث مرۃ وقرأ اللھم علی محمد انت لھا
اھل وھولھا اھلٌ ثم رفع یدیہ ومسح وجہ فامر بابی ذران
یقسمہا وقال النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ثواب ھذہ الاطعمۃ
لابنی ابراھیم انتھیٰ ۔

رسول اکرم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ
کو فوت ہوئے تین یوم ہوئے تو حضرت ابوذر غفاری رضؓ خشک
کھجور اونٹنی کا دودھ اور جو کی روٹی لائے اور ان کو حضور
پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا حضور علیہ صلوٰۃ
والسلام نے ایک بار الحمد شریف، تین بار سورۃ اخلاص
اور درود شریف پڑھ کر دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے اور
چہرۂ انور پہ پھیرے پھر ابوذر غفاری رضؓ کو تقسیم کرنے کا
حکم صادر فرمایا کہ اس کا ثواب میرے بیٹے ابراہیم کو پہونچے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشہداء حضرت
امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیئے تیسرے دن دسویں
دن چالیسویں دن اور چھٹے چھینے صدقہ دیا ۔

(حوالہ کتاب کنز الانوار الساطعۃ)

مجموعۃ الروایات حاشیہ خزانۃ الروایات ۔ ماخوذ از
کتاب ثواب العبادات مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی رحؒ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کی شہادت
کے بعد ہمیشہ اسی تاریخ کو شہیدوں کو ایصال ثواب
کی خاطر قبرستان تشریف لے جاتے ۔ جس تاریخ کو

شہیدوں کو شہادت نصیب ہوئی تھی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس کے بعد حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ سب شہداء کی قبروں پر جایا کرتے تھے
(حوالہ تفسیر ابن جریر مطبوعہ مصر جلد ۱۳ ماخوذ از کتاب گیارھویں شریف)

روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور فرماتے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّار اور اسی طرح چاروں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اسی پر عمل پیرا رہے۔ (حوالہ کتاب تفسیر کبیر الرازی مطبوعہ مصر جلد پنجم۔ ماخوذ از کتاب گیارھویں شریف)
(سلام تم پر کہ صبر کیا تم نے۔ پس اچھا گھر ہے عاقبت کا)

اب یہ بات مکمل طور پر واضح ہوگئی کہ قرآن کی تلاوت اور کھانے کا ثواب بھی مردے کو پہونچتا ہے۔ تعین وقت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ سنّتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ اوپر کے حوالوں میں درج ہے۔ اور کسی مجبوری سے نیک کاموں کو وقت معینہ پر نہیں کرسکتا تو اللہ جب توفیق دے اس وقت ہی کر لینا بہتر ہے۔ نیک کام روزانہ ہی کرے تو بہت زیادہ ثواب اور فائدہ ہے۔ اس لئے اولیائے کرام

مشائخ عظام و علماء کرام ۔ بزرگانِ دین کے یومِ
وصال پر ہی ایصالِ ثواب کرتے ہیں ۔
نیز بعض بزرگان کا معمول ہے کہ ایصال ثواب
روزانہ بھی کرتے ہیں ۔ تعین وقت ہمارے لئے
اس لئے ضروری ہے کہ یہ سنّت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم ہے ۔ اور اسی لئے ایصالِ ثواب کی خاطر
اولیاء کرام ، صوفیاء کرام ، مشائخ عظام اور علماء کرام
اپنے اپنے پیران سلاسل کا عرس مبارک اور
کار خیر کی نورانی محفلیں ان ایام میں منعقد کرتے
ہیں کہ جن ایام میں بزرگوں نے وصال کیا ہے ۔
تعین وقت ایک مستحسن فعل ہے اور یہ سب
کے لئے بہت ضروری ہے اور تعین وقت میں ایک
حُسن ہے ۔ اور جو بھی کام حسنِ ادب کے دائرے میں
کیا جاتا ہے وہ مقبول و محبوب نیز محمود و پسندیدہ
فعل ہوتا ہے ۔ مثلاً بعض لوگ نماز ننگے سر اور بغیر
تعین وقت کے جب جی چاہے پڑھ لیتے ہیں ۔ نماز تو
ہو جاتی ہے ۔ لیکن نماز کا حسنِ ادب مجروح ہوتا ہے
لیکن جو نماز مقررہ وقت پر سر ڈھانک کر پڑھتا ہے
وہ درست اور صحیح طریقہ پر پڑھتا ہے ۔ اور ان میں
وہ افضل ہے جو سر ڈھانک کر اور با جماعت پڑھتا ہے
یہ فعل اللہ کو زیادہ پسند نیز مقبول و محبوب ہے ۔

اسی طرح اگر کوئی شخص مسجد میں یا پڑوس میں کھانا
یا کوئی اور شے برتن میں بھیجتا ہے اور برتن پر سرپوش
نہیں ڈالتا اور ایسا ہی کھلا کھانا بھیجتا ہے تو لینے والا
تو اس کو لے لیگا، لیکن ناگواری کے ساتھ اور دل
میں یہی خیال کریگا کہ کھانا بھیجنے والا یا لانے والا
اگر کھانے کو ڈھک لیتا تو یہ بہتر اور اچھا تھا اس
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں سے کھانا آیا ہے وہ لوگ
کھانا بھیجنے کے طور طریقوں اور آداب سے واقف نہیں
ہیں۔ غرضیکہ ہر چیز کے آداب اور اصول ہوتے ہیں اور
جو کام آداب اور اصول کے مطابق ہوتے ہیں بہتر اور
عمدہ ہوتے ہیں۔ اسلئے بزرگوں کے یہاں بھی ایصال
ثواب یعنی فاتحہ خوانی کے اصول اور آداب ہیں۔
ایصالِ ثواب اور فاتحہ خوانی کو اس کے تمام تر حسنِ ادب
اور اصول کے ساتھ اور وقت کا تعین کر کے کیا جاتا
ہے اور سامنے شیرینی کا رکھنا۔ پھر درود شریف
کا پڑھنا۔ قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔ ایصال ثواب کے
آداب اور اس کے حسن میں شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ
ہمارے اکابرین صوفیائے کرام اور پیران عظام کے اعراس
بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اجتماعی حیثیت میں تعین
وقت کے ساتھ منعقد کئے جاتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ
لوگ اس میں شریک ہوکر فیوض و برکات حاصل کریں کیونکہ

انفرادی حیثیت میں جو ثواب ملتا ہے اس سے زیادہ اجتماعی حیثیت میں ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم میرا ذکر کروگے تو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اگر تم تنہا اکیلے میں میرا ذکر کروگے تو میں تمہارا ذکر اکیلے میں کروں گا۔ اگر تم اجتماع یعنی لوگوں میں میرا ذکر کروگے تو میں تمہارا ذکر بہترین مجمع یعنی فرشتوں کے مجمع میں کروں گا۔

اس بات سے بھی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جب کوئی عمل اجتماعی طور پر ادا کیا جاتا ہے تو اس کے لئے جگہ، دن اور وقت کا بھی تعین کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کا زیادہ سے زیادہ عظیم الشان اجتماع ہو اور اللہ تعالیٰ اس کار خیر میں شرکت کرنے والوں کو اپنے فضل عظیم سے نوازے اور یہ سب انعام و اکرام اللہ بزرگ و برتر کی عنایت اور مہربانی سے عطا ہوتا ہے۔ جس کو وہ چاہے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ اور بزرگوں کی دعاؤں کے صدقے عنایت فرماتا ہے۔

ایصالِ ثواب کا طریقہ

پاک و صاف اور بہتر جگہ کا انتظام کیا جائے اور جس چیز پر ایصال ثواب (یعنی فاتحہ) پڑھنا ہو مثلاً" پانی، شیرینی اور کھانا وغیرہ، اس کو سامنے رکھے

اور ۳ یا ۷ یا ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھے اس کے
بعد ایک مرتبہ الحمد شریف، ایک بار سورۂ کافرون
تین بار سورہ اخلاص اور ایک ایک مرتبہ سورۂ فلق
اور سورۂ ناس پھر درود شریف پڑھ کہ اللہ تعالیٰ کی
بارگاہ میں یوں عرض کرنا چاہیئے۔ اے اللہ یہ جو کھانے
کی چیزیں موجود ہیں اور جو کچھ ان پر درود شریف
اور آیات پڑھی گئی ہیں اس کو ہماری طرف سے
اپنے دربار میں اپنے حبیبؐ کے صدقے میں اپنے
حبیبؐ کے لئے قبول فرما اور اپنے حبیب ہی کے
وسیلے سے جملہ ارواح مقدسہ کو اس کا ثواب پہونچا
دے یعنی آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام
تک تمام پیغمبروں اور آپؐ کی اُمّت میں خلفائے
راشدین، ازواجِ مطہرات، تابعین تبع تابعین،
امامین اور مجتہدین اور صوفیائے کرام و پیران عظام
کی روح کو ثواب پہونچا کر ان کے درجات میں ترقی عطا
فرما اور ہمارے تمام مرحومین رشتہ داروں کی قبر کو منوّر
فرما، اور ان کے صغیرہ کبیرہ گناہوں کو اپنے حبیب کے
صدقے میں معاف فرما (آمین) اور اگر ختم شریف کرنا ہو
تو اس کا طریقہ کتاب کے آخر میں درج ہے

کونڈے چونکہ رجب کا مہینہ مبارک مہینہ
ہے اس ماہ میں جہاں اور کارِ خیر

ہوتے ہیں وہاں یہ کونڈے کی فاتحہ بھی نیک عمل کے طور پر رائج ہے۔ رجب میں اصل نیاز کا سلسلہ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے مخصوص ہے۔ رجب کا مہینہ واقعہ معراج کی وجہ سے بڑا متبرک و محترم ہے۔ چونکہ اس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے حضورؐ کی امت کے لئے معراج کا واقعہ ایک عظیم تحفہ ہے۔ اُس زمانے میں لوگوں نے معراج النبی کی کی خوشی میں نیاز دلوائی اور نیاز کے لئے کونڈے کا انتخاب کیا۔ کونڈے کوئی نیاز کا نام نہیں۔ مٹی کے کورے برتن کو کونڈا کہتے ہیں۔ آج کے دور میں آپ جو بھی پاک وصاف برتن کا انتخاب کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز دلوا سکتے ہیں۔

ہلکے ہلکے کونڈے کی فاتحہ اس قدر مشہور ہو گئی، کسی نے ۱۲ تاریخ رکھ لی اور کسی نے ۲۳ تاریخ اور کسی نے ۲۷ تاریخ یوں تو یہ پورا ماہ مبارک ہے لیکن سب سے زیادہ بہتر ۲۷ تاریخ ہے ویسے جس کو جب موقع ملے نیاز دلا سکتا ہے۔ ہمارے ہاں اکثر حضرات کونڈے کی نیاز کو حضرت امیر معاویہؓ اور امام جعفر صادقؒ سے منسوب کرتے ہیں۔ جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ۱۵ رجب سنہ ۶۰ھ کو ہوا اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا وصال ۱۵ رجب سنہ ۱۴۸ھ میں ہوا۔

(حوالہ کیلئے مراۃ الاسرار حصہ اول ملاحظہ ہو)

گیارہویں شریف
حضرت پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

کو جب حضور کی اطاعت اور پیروی میں یہ مقام حاصل ہوا اور ولایت کے انتہائی مرتبہ و منازل پر فائز ہوئے تو انہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے اعداد نکالے جو ۹۲ عدد ہوئے ۹ اور ۲ گیارہ ہوتے ہیں۔ پس ۱۱ تاریخ کو غوث پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز دلاتے رہے، اور آپ کی پیروی میں آپ کے عقیدت مندوں اور مریدوں نے بھی گیارہ تاریخ کو نیاز کیلئے مقرر کرلیا۔

اور عوام الناس نے اسی تاریخ کو پیر صاحب کے وصال کی تاریخ سمجھ کر گیارہویں کی فاتحہ کو پیر صاحب سے منسوب کر دیا ورنہ حقیقت میں گیارہویں کی نیاز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز ہے۔ ورنہ حضور غوث عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا وصال ۷ ربیع الثانی ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کا عرس مبارک بغداد شریف میں ۷ ربیع الثانی کو منایا جاتا ہے۔ اور جس بزرگ کا وصال جس دن ہوتا ہے اسی دن اس کا عرس اس کے مزار پر منعقد ہوتا ہے۔

ترتیب فاتحہ شریف

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پارہ ۲۸ سورۃ حشر۔ لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ○ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ تا آخر پارہ ۳۰ سورۃ تکاثر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ○ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ○ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ○ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ ○ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ع

سورۃ کافرون: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَلَآ اَنْتُمْ

عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ
عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝

سورۃ اخلاص :- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

سورۂ فلق بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ
اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ
اِذَا حَسَدَ ۝

پھر سورۃ ناس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ
الْوَسْوَاسِ ۝ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

بعدہ سورہ فاتحہ، پارہ اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ
الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

اس کے بعد سورہ بقر رکوع اوّل سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

اس کے بعد :

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ع

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ع

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ع اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

۳ مرتبہ درود شریف :-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۔ **پھر درود تاج :-**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ

وَالْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ ۝ دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ
وَالْاَلَمِ ۝ اِسْمُهٗ مَكْتُوْبٌ مَّرْفُوْعٌ مَّشْفُوْعٌ مَّنْقُوْشٌ
فِی اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ سَيِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ ۝ جِسْمُهٗ
مُقَدَّسٌ مُّعَطَّرٌ مُّطَهَّرٌ مُّنَوَّرٌ فِی الْبَيْتِ وَالْحَرَمِ شَمْسِ
الضُّحٰی بَدْرِ الدُّجٰی صَدْرِ الْعُلٰی نُوْرِ الْهُدٰی كَهْفِ الْوَرٰی
مِصْبَاحِ الظُّلَمِ ۝ جَمِيْلِ الشِّيَمِ ۝ شَفِيْعِ الْاُمَمِ ۝ صَاحِبِ
الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ ۝ وَاللّٰهُ عَاصِمُهٗ وَجِبْرِيْلُ خَادِمُهٗ وَالْبُرَاقُ
مَرْكَبُهٗ وَالْمِعْرَاجُ سَفَرُهٗ وَسِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی مَقَامُهٗ وَقَابَ
قَوْسَيْنِ مَطْلُوْبُهٗ وَالْمَطْلُوْبُ مَقْصُوْدُهٗ وَالْمَقْصُوْدُ مَوْجُوْدُهٗ
سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ ۝ شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ اَنِيْسِ
الْغَرِيْبِيْنَ ۝ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ رَاحَتِ الْعَاشِقِيْنَ ۝ مُرَادِ
الْمُشْتَاقِيْنَ ۝ شَمْسِ الْعَارِفِيْنَ ۝ سِرَاجِ السَّالِكِيْنَ ۝ مِصْبَاحِ
الْمُقَرَّبِيْنَ مُحِبِّ الْفُقَرَآءِ وَالْغُرَبَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ سَيِّدِ الثَّقَلَيْنِ نَبِیِّ
الْحَرَمَيْنِ اِمَامِ الْقِبْلَتَيْنِ وَسِيْلَتِنَا فِی الدَّارَيْنِ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَيْنِ
مَحْبُوْبِ رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ وَالْمَغْرِبَيْنِ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ
مَوْلٰنَا وَمَوْلَی الثَّقَلَيْنِ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ
نُوْرٍ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰهِ يَآ اَيُّهَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِهٖ صَلُّوْا عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا - ؕ

قرآن اور حدیث کے بعد جن کتابوں سے حوالے اس کتاب حقیقت سماع میں لئے گئے ہیں، ان کتابوں کی فہرست درج ذیل ہے:

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وصال	مترجم و پبلشر
۱	کتاب اللمع	حضرت شیخ ابو نصر سراج	۳۷۸ھ	مترجم سید اسرار بخاری
۲	کشف المحجوب	حضرت شیخ ابوالحسن ہجویری عرف داتا گنج بخش رح قدس سرہٗ	۴۷۰ھ	,, مولوی فیروزالدین اینڈ سنز
۳	کیمیائے سعادت	حجۃ الاسلام ابو حامد بن محمد غزالی رح	۵۰۵ھ	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
۴	مکاشفۃ القلوب			مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۵	غنیۃ الطالبین	شیخ المشائخ عبدالقادر جیلانی رح	۵۶۱ھ	پبلشر مدینہ کمپنی کراچی
۶	آداب المریدین	حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی	۵۶۳ھ	مترجم عبدالباسط اسلامک بک فاؤنڈیشن۔ لاہور
۷	تذکرۃ الاولیاء	حضرت شیخ فریدالدین عطار رح	شہادت ۶۲۰ھ	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
۸	تذکرہ غوث الاعظم رح بہجۃ الاسرار و معدن الانوار	حضرت شیخ نورالدین ابی حسن علی بن یوسف بن جریر اللخمی فی ات شفعی رح	پیدائش ۶۴۴ھ	اللہ والے کی قومی دوکان لاہور

نمبر	کتاب	مصنف	سن	ناشر
۹۔	عوارف المعارف	حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین (عمر بن محمد) سہروردی رح	۶۳۲ھ	پبلشر مدینہ کمپنی کراچی
۱۰۔	مکتوبات صدی	حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رح	و شوال ۷۸۲ھ	ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی مترجم کپتان واحد بخش سیال
۱۱۔	مکتوبات قدوسیہ	حضرت عبدالقدوس گنگوہی	۹۴۴ھ	پبلشر اتحاد المسلمین لاہور
۱۲۔	سبع سنابل	حضرت میر عبدالواحد بلگرامی	۹۶۹ھ	تالیف حامد اینڈ کمپنی لاہور
۱۳۔	حضرات القدس	خواجہ بدرالدین سرہندی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی رح	۱۰۵۳ھ	مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ لاہور
۱۴۔	سیر الاقطاب	شیخ الہدیہ چشتی ابن شیخ عبدالرحیم	۱۰۵۶ھ تکمیل کتاب	نفیس اکیڈمی کراچی
۱۵۔	ملفوظات چشت عرف ہشت بہشت	بزرگان چشت		اللہ والے کی قومی دکان لاہور
۱۶۔	مقابیس المجالس	ملفوظات حضرت خواجہ غلام فرید رح۔ (ترجمہ مولانا کپتان واحد بخش سیال چشتی)	وصال ۷ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ	بزم اتحاد المسلمین لاہور
۱۷۔	مقام گنج شکر	کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری		بزم اتحاد المسلمین لاہور
۱۸۔	مدارج النبوت	حضرت عبدالحق محدث دہلوی صاحب	۱۰۵۲ھ	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

۱۹۔	اثبات السماع	حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی	۱۳۵۷	مرکزی انجمن غلامان نظام ملتان شریف

خصوصی نوٹ :-

کتاب اثبات حضرت علامہ صاحب نے سعود آباد کے جلسہ عام میں یہ کتاب لوگوں میں تقسیم فرمائی۔

۲۰	مراۃ الاسرار	شیخ عبد الرحمن چشتی		مترجم کپتان واحد بخش سیال صوفی فاؤنڈیشن لاہور
۲۱۔	سر دلبراں	حضرت سید شاہ محمد ذوقی صاحب ۔ طبع اول	۱۳۷۱ھ	محفل ذوقیہ کراچی
۲۲	مفتاح العاشقین	ملفوظات حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رح	۱۳۵۲ھ	مرتبہ نصیر الدین چراغ دہلوی رح
۲۳	سیرت فخر العارفین	حکیم سید سکندر شاہ صاحب کانپور ۔ طبع اول		مطبوعہ جامع پریس دہلی
۲۴۔	تذکار صحابیات	طالب الہاشمی صاحب		ادارہ الحسنات
۲۵۔	تیرے پر اسرار بندے	طالب ہاشمی صاحب		ضیاء القرآن پبلشنگ ہاؤس ۔ لاہور
۲۶۔	اسلام اور موسیقی	مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری		ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
۲۷۔	فیض البحر عرف عرفان رحمانیہ	سید فیض الرحمن پشاور		
۲۸	رسالہ سماع	علامہ قاضی شوکانی		رسالہ ماہنامہ تاج کراچی ماہ جولائی ۱۹۸۶ء

نمبر	کتاب	مصنف		ناشر
۲۹	مہر منیر	(سوانح حیات حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑہ شریف)		راولپنڈی
۳۰	گیارہویں شریف	مولانا صائم چشتی مدظلہ العالی		
۳۱	قوالی کی اہمیت و افادیت	صوفی ڈاکٹر عبدالغفار شاہ		
۳۲	ایصال ثواب	— ایضاً —		
۳۳	خاتمہ	حضرت بندہ گیسو درازؒ		نفیس اکیڈمی کراچی
۳۴	راہ عقیدت	مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑویؒ		مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔
۳۵	ثواب العبادات	"		"
۳۶	جاء الحق	مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمیؒ		نعیمی کتب خانہ گجرات
۳۷	علم القرآن	مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمیؒ۔	"	" "

گذارش

قارئین کرام! جیسا کہ آپ کے علم میں یہ بات ہو گی کہ اکثر کتابوں میں عموماً چھوٹی بڑی غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ ہم نے حتی الامکان کوشش کی کہ غلطی نہ ہو لیکن اگر پھر بھی آپکو اس کتاب میں کوئی چھوٹی یا بڑی غلطی نظر آئے تو براہ کرم ہمیں ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسکی تلافی کی جا سکے اس سلسلے میں ہم آپکے بے حد ممنون ہوں گے۔

(شکریہ)

ڈاکٹر صوفی عبدالغفار علی شاہ صاحب کی دیگر تصانیف

ایصالِ ثواب

اس موضوع پر کثیر تعداد میں کتابیں موجود ہیں اور ہر کتاب کا ایک منفرد مقام ہے۔ لیکن یہ کتاب ایصالِ ثواب کی معلومات کے لئے دورِ حاضر کی بہت ہی اہم اور مفید کتاب ہے اس حقیقت کا فیصلہ مطالعہ کے بعد ہوگا۔

قوالی کی اہمیت وافادیت

اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد کثیر تعداد میں لوگوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جو کتابیں سماع کی بابت مطالعہ میں آئی ہیں ان میں یہ پہلی کتاب ہے جو اسقدر مختصر ہونیکے باوجود نہایت جامع اور مدلل ہے۔ اہل ذوق حضرات کیلئے اسکا مطالعہ اشد ضروری ہے۔ لوگوں کے ذوق اور اصرار پر قوالی کے موضوع پر دوسری کتاب "حقیقتِ سماع" کے نام سے مرتب کرنی پڑی۔ جو آپ کے زیر مطالعہ ہے۔

طریقہ عرفانِ الٰہی

اللہ کے قرب وعرفان کی رہنمائی کے لئے "طریقہ عرفانِ الٰہی" نامی یہ کتاب عام فہم اور سلیس زبان میں مرتب کی گئی ہے تاکہ جو لوگ اللہ کے قرب و عرفان کی راہ پر گامزن ہیں یا ہونا چاہتے ہیں اُن کی اس کتاب سے صحیح تربیت اور رہنمائی ہوسکے۔ یہ کتاب اس قدر مقبول عام ہوئی کہ جلد ہی اسکا دوسرا ایڈیشن چھپوانا پڑا۔

ملنے کا پتہ:- (۱) D-3/76 ملیر کالونی کراچی۔

(۲) آستانہ عالیہ قادریہ چشتیہ یعقوبیہ متصل جامع مسجد مدینہ مدینہ کالونی ملیر توسیع کالونی کراچی